نظم منتخب

NAZM-I-MUNTAKHAB.

BEING SELECTIONS FROM THE POETS
FOR THE

DEGREE OF HONOUR EXAMINATION
IN URDU.

COMPILED AND ARRANGED BY

SHAMS-UL-ULAMA MAULAVI MUHAMMAD YUSUF JAFARI,
CHIEF MAULAVI, BOARD OF EXAMINERS,

AND

MAULAVI SAIYID ALI SAJJAD,
SOME TIME ACTING CHIEF MAULAVI, BOARD OF EXAMINERS,

UNDER THE SUPERINTENDENCE OF

CAPTAIN C. L. PEART,
Offg. Secretary, Board of Examiners.

PUBLISHED BY AUTHORITY.

CALCUTTA:
PRINTED AT THE BAPTIST MISSION PRESS.

1909.

نظم منتخب

NAZM-I-MUNTAKHAB.

BEING SELECTIONS FROM THE POETS
FOR THE

DEGREE OF HONOUR EXAMINATION
IN URDU.

COMPILED AND ARRANGED BY

SHAMS-UL-ULAMA MAULAVI MUHAMMAD YUSUF JAFARI,
CHIEF MAULAVI, BOARD OF EXAMINERS,

AND

MAULAVI SAIYID ALI SAJJAD,
SOME TIME ACTING CHIEF MAULAVI, BOARD OF EXAMINERS,

UNDER THE SUPERINTENDENCE OF

CAPTAIN C. L. PEART,
Offg. Secretary, Board of Examiners.

PUBLISHED BY AUTHORITY.

CALCUTTA:
PRINTED AT THE BAPTIST MISSION PRESS.

1909.

PREFACE.

The 'Nazm-i-Muntakhab' or 'Selected Poems' contains selections from some of the best known Urdu poets, and is intended to replace the "Kulliyat-i-Atash," which, for many years, was one of the two text-books in verse prescribed for the Degree of Honour in Urdu—the other being the "Kulliyat-i-Sauda." A few pieces from the "Kulliyat-i-Atash" are included in the present compilation, and are sufficient to give the student an insight into the works of the poet. His complete works are obtainable at any native bookseller's. Indeed, should the perusal of this volume of selections serve to whet the reader's appetite for Urdu poetry, not more than Rs. 22-8-0 is sufficient to buy the complete works of all the writers who appear in this text-book. These number 9, and they range from poets who flourished from about the year 1820 down to the present day. Two of these are still living—Hali and Akbar.

Although native publishers are now making efforts to provide editions of some of the poets, better printed and on better paper than the bazar lithographed copies, still the vast majority are almost unreadable. In fact, it is greatly due to the native editions of Atash being so inferior that Government decided to adopt and publish a text-book of their own.

A short account of the life, and some remarks on the works, of each poet, mostly taken from the "Ab-i-Hayat," have been added by Shams-ul-Ulama Muhammad Yusuf Jafari, the Chief Maulavi of the Board.

C. P.

Calcutta, January, 1909.
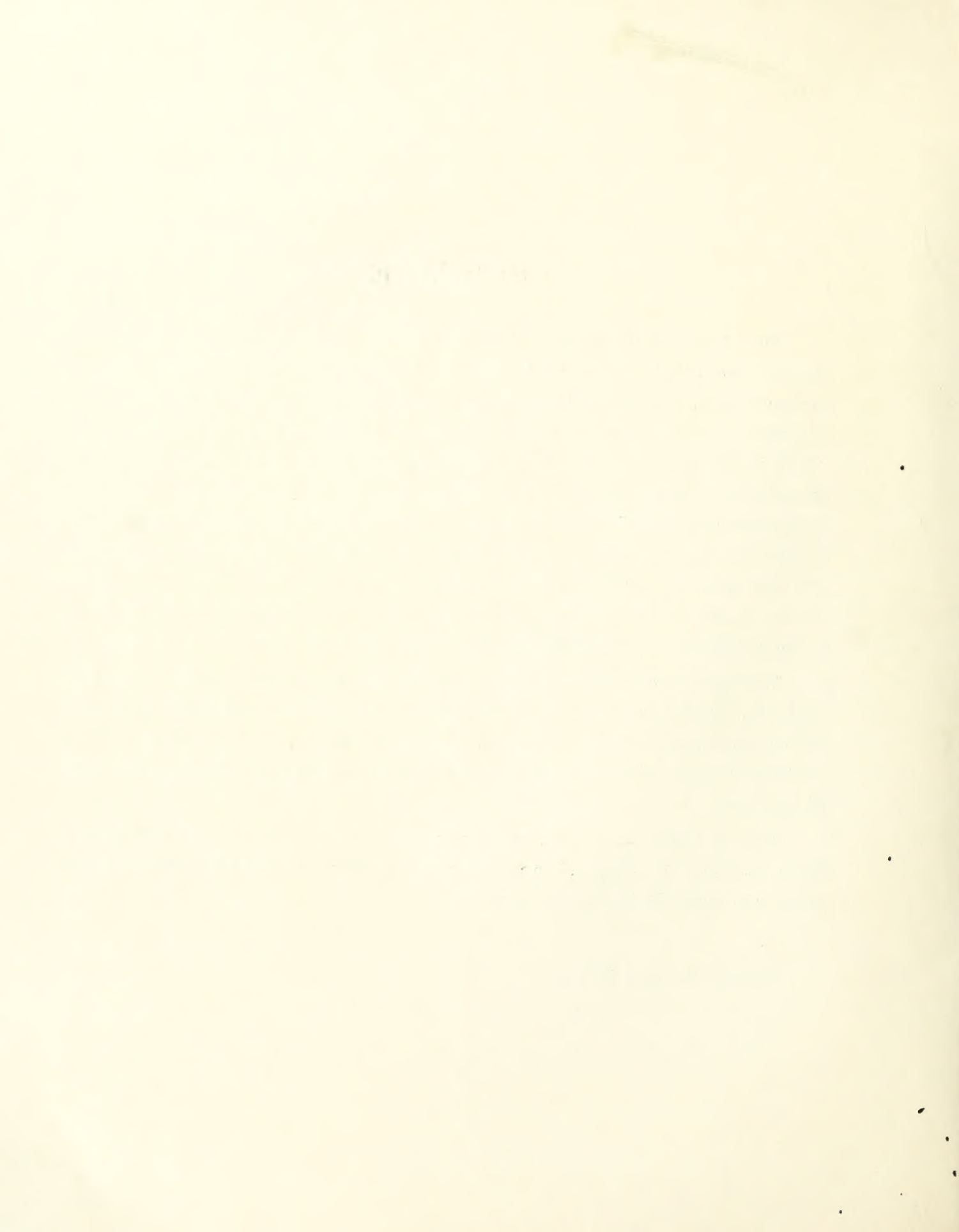
رباعي

آگاہ ہوں معنیِ خوش اقبالي سے واقف ہوں بناۓ رتبۂ عالي سے
شرطیں عزت کي اور ہیں اے اکبر چلتا نہیں کام صرف نقّالي سے

رباعي

جینا تھا جسقدر ہمیں دنیا میں جي لیئے ساغر کئي طرح کے ملے اور پي لیئے
غم بھي رہا خوشي بھي تحیر بھي فکر بھي جاتے ہیں اب کہ آئے تھے ہم بس اسي لیئے

رباعي

طاقت وہ ہے با اثر جو سلطاني ہے اُس جا ہے چمک جہاں زر افشاني ہے
تعلیم وہ خوب ہے جو سکھلاۓ ہنر اچھي ہے وہ تربیت جو روحاني ہے

رباعي

چیخے - چلّاۓ - کودے - اُچھلے - نہلے ہر پھر کے وہیں رہے جہاں تھے پہلے
حالت تو وہي ہے بلکہ اُس سے بد تر یوں منہہ سے جو جسکے دل میں آئے کہہ لے

Calcutta:—Printed at the Baptist Mission Press.

رباعي

دولت وہ ہے جو عقل و محنت سے ملے　　لذت وہ ہے کہ جوش محنت سے ملے
ایماں کا ہو نور دل میں وہ راحت ہے　　عزت وہ ہے جو اپني ملت سے ملے

رباعي

آپس میں موافق رہو - طاقت ہے تو یہ ہے　　دیکھو نہ بہم عیب - محبت ہے تو یہ ہے
صحبت بھي ہو روزي بھي ہو دلکو بھي ہو تسکیں　　دنیا میں بشر کیلئے نعمت ہے تو یہ ہے

رباعي

ارماں نہ شراب و بزم شاہد کا ہے　　ساماں نہ محافل و مساجد کا ہے
اکبر کو ہے اُنس کنج تنہائي سے　　دھیان اُس کو فقط خدائے واحد کا ہے

قطعه

جسکو خدا سے شرم ہے وہ ہے بزرگ دیں　　دنیا کي جس کو شرم ہے مردِ شریف ہے
جسکو کسي کي شرم نہیں اُسکو کیا کہوں　　فطرت میں وہ رذیل ہے دل کا کثیف ہے

رباعي

افسوس سفید ہوگئے بال ترے　　لیکن ہیں سیاہ اب بھي اعمال ترے
تو زلف بتاں بنا ہوا ہے ابتک　　دنیا پہ ہنوز پڑتے ہیں جال ترے

رباعي

ہیں وعدۂ خالقِ دو عالم سچے　　قرآں سچا - رسول اکرم سچے
اے منکر دیں ! قیامت آني ہے ضرور　　کہدینگے وہاں کہ دیکھ لے ہم سچے

رباعي

دولت بھي ہے فلسفہ بھي ہے جاہ بھي ہے　　لطفِ حسن بتانِ دل خواہ بھي ہے
سب سے قطعِ نظر ہے مشکل - لیکن　　اِتنا سمجھے رہو کہ اللہ بھي ہے

رباعي

مذہب قانون و قوم کا باني ہے　　خالص طاعت عروج روحاني ہے
توہین اک دوسریکي کرتے ہیں جو لوگ　　یہ جہل ہے یا ہوائے نفساني ہے

رباعي

حصہ حریص کا ہے بیدینی و غلامی — قانع کیواسطے ہے اعزاز و نیکنامی
محنت ہی کیلئے ہے تفریح قلب و روزی — مقبول دوستاں ہے اکبر کی خوشکلامی

رباعي

اس عہد میں یہی ہے بس داخلِ نکوئی — مذہب پہ نکتہ چینی ملت کی عیب جوئی
شوقِ عمل نہیں ہے فکرِ اجل نہیں ہے — ناصح سنے ہیں اکثر - عابد نہیں ہے کوئی

رباعي

تاثیر ہوائے باغ ہستی نہ گئی — صورت کی ادا - نظر کی مستی نہ گئی
ہوتے ہی رہے جمال دلکش پیدا — طبعِ انساں سے بت پرستی نہ گئی

رباعي

رُکتا نہیں انقلاب - چارا کیا ہے — حیراں ہیں مَلک - بشر بچارا کیا ہے
تسکین کیلئے مگر ہے کافی یہ خیال — جو کچھ ہے خدا کا ہے - ہمارا کیا ہے

رباعي

غنچہ رہتا ہے دلگرفتہ پہلے — رنگِ چمن فنا سے گھبراتا ہے
کہتی ہے نسیم آکے رازِ فطرت — سنتے ہی پیام دوست کِھلجاتا ہے

رباعي

انساں یا بہت سے دلوں کو ملا سکے — یا کوئی شے مفید خلائق بنا سکے
ہم تو اسی کو علم سمجھتے ہیں کام کا — پڑھنے کو مستعد ہیں جو کوئی پڑھا سکے

رباعي

تو نے دل دھر سے ملا رکھا ہے — قائم غفلت کا سلسلا رکھا ہے
کیا خود زندہ ہے اپنی طاقت سے تو — آخر کس نے تجھے جِلا رکھا ہے

رباعي

دنیا نے دین کو بُھلا رکھا ہے — غفلت کی نیند میں سُلا رکھا ہے
اس دور میں خوش نصیب وہ ہے اکبر — جس نے قرآن کو کُھلا رکھا ہے

رباعي

شيطاں واعظ هے - پنبہ در گوش رهو   غالب هے اُسي کي بات - خاموش رهو
بدلا پاتا هوں مجلس دهر کا رنگ   مستي کي هوس نه هو تو بيهوش رهو

رباعي

کهتا هوں ميں هندو و مسلماں سے يهي   اپني اپني روش په تم نيک رهو
لاٹهي هے هواۓ دهر - پاني بن جاؤ   موجوں کي طرح لڑو - مگر ايک رهو

رباعي

مرد کو چاهئے قائم رهے ايمان کے ساتهه   تا دم مرگ رهے ياد خدا جان کے ساتهه
ميں نے مانا که تمهاري نهيں سنتا کوئي   مگر ملانا تمهيں کيا فرض هے شيطان کے ساتهه

رباعي

مسکين گدا هو يا هو شاهِ ذيجاه   بيماري و موت سے کهاں کس کو پناه
آهي جاتا هے زندگي ميں اک وقت   کهنا پڑتا هے سب کو الله الله

رباعي

تحصيل علوم کر - که دولت هے يهي   اخلاق درست کر - که زينت هے يهي
اکبر کي يه بات ياد رکهه اے عشرت   محفوظ هو معصيت سے - عزت هے يهي

رباعي

تسبيح و دعا ميں جس نے لذت پائي   اور ذکر خدا سے دل نے راحت پائي
کوئي نهيں خوش نصيب اُس سے بڑهکر   بس دونوں جهاں کي اُس نے نعمت پائي

رباعي

روزي ملجاۓ - مال و دولت نه سهي   راحت هو نصيب - شان و شوکت نه سهي
گهر بار ميں خوش رهيں عزيزوں کے ساتهه   دربار ميں باهمي رقابت نه سهي

رباعي

خواهش هے اگر تجهے غني بننے کي   دولت کي هوس هے اور دهني بننے کي
شخصي حالت کو چهوڑ کر اے هندي   کوشش لازم هے کمپني بننے کي

رباعي

اُلفت اور ادب نہیں تو انسان نہیں ــ بے صبر و سکوں جو ہو تو ایمان نہیں
جو غیر خدا کو مانتا ہو قادر ــ اکبر بخدا کہ وہ مسلمان نہیں

رباعي

ہے صبر و قناعت اِک بڑي چیز اکبر ــ لذت ابھي اُسکي تو نے چکھي ہے کہاں
دنیا طلبي کے وعظ میں محو ہے تو ــ یہ بھي تو ذرا سمجھ یہ رکھي ہے کہاں

رباعي

اوروں کي کہي ہوئي جو دہراتے ہیں ــ وہ فونوگراف کي طرح گاتے ہیں
خود سوچ کے حسب حال مضمون نکال ــ اِنسان یونہیں ترقیاں پاتے ہیں

رباعي

کہنے سننے کي گرم بازاري ہے ــ مشکل ہے مگر اثر پرائے دل میں
ایسا سنئے کہ کہنے والا اُبھرے ــ ایسي کہئے کہ بیٹھ جائے دل میں

رباعي

خاطر مضبوط دل توانا رکھو ــ اُمید اچھي خیال اچھا رکھو
ہوجائینگي مشکلیں تمھاري آساں ــ اکبر اللہ پر بھروسا رکھو

رباعي

اعمال کے حسن سے سنورنا سیکھو ــ اللہ سے نیک امید کرنا سیکھو
مرنے سے مفر نہیں ہے جب اے اکبر ــ بہتر ہے یہي خوشي سے مرنا سیکھو

رباعي

تہذیب وہ ہے کہ رنگ مذہب بھي ہو ــ آزاد وہ ہے کہ جو مُؤدّب بھي ہو
تزئین وہ ہے کہ خاکساري بھي ہو ساتھ ــ اسپیچ وہ ہے کہ اُس میں یا رب بھي ہو

رباعي

اِسلام ہي کو بس اپني ملت سمجھو ــ بیگانہ روش میں اپني ذلت سمجھو
جو اس کے خلاف راے رکھے اکبر ــ خاموش رہو - سمجھ کي قلت سمجھو

رباعي

خواهانِ عَلَم نه طالبِ گنج هيں هم　　بے کينه و بے ريا و بے رنج هيں هم
لغزش هو کوئي تو دوست فرمائيں معاف　　آزاد هيں مست هيں سخن سنج هيں هم

رباعي

انوار اس دَور کے دل افروز هيں کم　　گويا که شبيں بهت هيں اور روز هيں کم
هر چرب زباں نهيں هے شمعِ اخلاص　　جلنے والے بهت هيں - دلسوز هيں کم

رباعي

تاريخ بهي اپني بهولے جاتے هيں هم　　مذهب کو بهي ضعيف پاتے هيں هم
هے دولت و جاه بهي کمي پر هر روز　　ظاهر يه هے که مٹتے جاتے هيں هم

رباعي

اس بزم سے سب کے سب اُٹهے جاتے هيں　　تسکيں کے جو تهے سبب - اُٹهے جاتے هيں
اک قوت مذهبي عقيدوں سے تهي　　وه بهي تو دلوں سے سب اُٹهے جاتے هيں

رباعي

گر جيب ميں زر نهيں تو راحت بهي نهيں　　بازو ميں سکت نهيں تو عزت بهي نهيں
گر علم نهيں تو زور و زر هے بيکار　　مذهب جو نهيں تو آدميت بهي نهيں

رباعي

دنيا سے ميل کي ضرورت هي نهيں　　مجهکو اس کهيل کي ضرورت هي نهيں
درپيش هے منزلِ عدم اے اکبر　　اِس راه ميں ريل کي ضرورت هي نهيں

رباعي

وه رنگ کهن تمهارے عاشق ميں نهيں　　اُلجها هوا اب وه طرز سابق ميں نهيں
اُلفت ثابت کرو عمل سے صاحب　　"والله" کو دخل ميري منطق ميں نهيں

رباعي

وه غيرتيں وه صبر وه ايمان هيں کهاں　　حسنِ عمل کے داعيں وه ارمان هيں کهاں
اک غل مچا هوا هے که مسلم هيں خسته حال　　پوچهے نه کوئي که مسلمان هيں کهاں

رباعی

حق نے جنہیں دی ہے فہم قرآن مجید
ہونے کے نہیں وہ پیر گردوں کے مرید
بدلے سو رنگ اِنقلابِ دنیا
ہر حال میں اُنکو ہے خدا ہی سے اُمید

رباعی

فرمان اجل کا آگیا وقت صدور
ہونگے کوئی دم میں شاملِ اہلِ قبور
دیکھیں مُنکر نکیر کیا کہتے ہیں
یاں سب مجھے کہتے ہیں خداوند و حضور

رباعی

سید صاحب سکھا گئے ہیں جو شعور
کہتا نہیں تم سے میں کہ ہو اُس سے نفور
سوتوں کو جگادیا اُنہوں نے - لیکن
اللہ کا نام لیکے اُٹھنا ہے ضرور

رباعی

لیجاؤں لحد میں اپنا اِسلام بخیر
لکھیں یا رب ملک مرا نام بخیر
اِسلام سے جسنے بیوفائی کی ہے
پایا نہیں میں نے اُسکا انجام بخیر

رباعی

ہو علم اگر نصیب - تعلیم بھی کر
دولت جو ملے تو اُسکو تقسیم بھی کر
اللہ عطا کرے جو عظمت تجھکو
جو اہل ہیں اسکے اُنکی تعظیم بھی کر

رباعی

یہ تھی غلطی دیا جو معبود کو چھوڑ
اِصلاح یہ ہے - نمود بے سود کو چھوڑ
بزم ملت کا عافیت جُو ہے اگر
اللہ کے آگے جُھک - اُچھل کود کو چھوڑ

رباعی

بے سود ہے گنج و مال و دولت کی تلاش
ذلت ہے دراصل جاہ و شوکت کی تلاش
اکبر تو سرور طبع کو علم میں ڈھونڈھ
محنت میں کر سکون و راحت کی تلاش

رباعی

بیعزت و خود فروش و جاہل سے نہ مل
حق سے جو ہو غافل ایسے غافل سے نہ مل
یکجا کردیں حوادث دہر اگر
جائز ہے کہ اُن سے مل مگر دل سے نہ مل

رباعي

مجلس میں خیال بادہ نوشي پایا　　مکتب میں سر سخن فروشي پایا
مسجد میں اگرچہ امن تھا اے اکبر　　لیکن اک عالمِ خموشي پایا

رباعي

کہنے کو تو شاہ سب ہیں مہراج ہیں سب　　مالک دولت کے - مالکِ تاج ہیں سب
لیکن کھولو جو چشم تحقیق اکبر　　بےبس ہیں سب - خدا کے محتاج ہیں سب

قطعه

لا مذهبي سے ہو نہیں سکتي فلاح قوم　　ہرگز گذر سکینگے نہ ان منزلوں سے آپ
کعبے سے بت نکالدیئے تھے رسول نے　　اللہ کو نکال رہے ہیں دلوں سے آپ

رباعي

کامل کم ہیں اور اہل ارشاد بہت　　ساحر کم ہیں - ملیس کے عیاد بہت
ہے بزم سخن کا حال یہ اے اکبر　　شاعر کم ہیں مگر ہیں استاد بہت

رباعي

بندوں نے بھلا دیا ہے وہ عہد الست　　نافہمي و حرص میں ہیں اکثر بدمست
کیا زید پہ بکر معترض ہوتا ہے　　اک گور پرست ہے تو اک زور پرست

رباعي

پیري آئي - ہوئي جواني رخصت　　ساتھہ اسکے وہ لطف زندگاني رخصت
ہے اب تو اِسي کا اِنتظار اے اکبر　　ہم کو بھي کرے جہان فاني رخصت

رباعي

تحریک ضرورت معیشت ہے بہت　　خرچے کو بھي نہ خیال خدمت ہے بہت
خالق کے جمال کا تو سودا کم ہے　　اللہ کے نام کيِ تجارت ہے بہت

رباعي

دنیا کرتي ہے آدمي کو برباد　　افکار سے رہتي ہے طبیعت ناشاد
دو ہي چیزیں ہیں بس محافظ دل کي　　عقبي کا تصور اور اللہ کي یاد

رباعي

بھولي ھے زبان خوش بياني كيلئے — اٹھا ھے قلم گہر فشاني كيلئے

آيا هوں ميں كوچهٔ سخن ميں اكبر — نظارهٔ شاهدِ معاني كيلئے

قطعه

تائيد وضع ملت و دين كي كرونگا ميں — اهلِ زمانه لاكهه هنسيں مجهه غريب پر

هوتا نهيں طبيب مدوا سے دستكش — سچ هے اجل تو هنستي هے سعيِ طبيب پر

رباعي

جب لطف و كرم سے پيش آئے محبوب — اگلے رنجوں كو بهول جانا اچها

جب مثل نسيم وه گلے سے لگ جائے — مانند كلي كے پهول جانا اچها

رباعي

كيا تم سے كهيں جهاں كو كيسا پايا — غفلت هي ميں آدمي كو ڈوبا پايا

آنكهيں تو بيشمار ديكهيں - ليكن — كم تهيں بخدا كه جنكو بينا پايا

رباعي

غفلت كي هنسي سے آه بهرنا اچها — افعال مضر سے كچهه نكرنا اچها

اكبر نے سنا هے اهل غيرت سے يهي — جينا ذلت سے هو تو مرنا اچها

رباعي

رشوت هے گلوے نيكنامي كا چُهرا — عياشي هے بدي كے پهٹے كا دُهرا

هرچند كه بے محل خوشامد هے بري — گستاخ مگر خوشامدي سے بهي بُرا

رباعي

آزاد سے دين كا گرفتار اچها — شرمنده هو دل ميں وه گنهگار اچها

هرچند كه زور بهي هے اك خصلت بد — والله كه بيحيا سے مكار اچها

رباعي

مذهب كو ليا تو بحث ميں سر ٹوٹا — چاهي اصلاح تو خدا هي چهوٹا

شكوه هم غير كا كريں كيا اكبر — قسمت هي نے هم كو هر طرح سے لوٹا

اکبـــــر

سید اکبر حسین نام - اکبر تخلص - موجودہ دور کے مشہور شاعر ھیں - سنہ ۱۸۴۶ع کو بارہ ضلع الہ آباد میں پیدا ھوئے جہاں اِن کے چچا تحصیلدار تھے - جیسا کہ عموماً خاص لوگوں میں دیکھا گیا ہے - بچپن ھي سے آثار ذھانت و فرزانگي ان کے ناصیۂ اقبال پر درخشندہ تھے - سنہ ۱۸۶۷ ع میں انھوں نے وکالت درجۂ ادنیٰ کا امتحان پاس کیا - سنہ ۱۸۶۹ع میں نائب تحصیلدار مقرر ھوئے- اور ایک سال کے بعد ھي ھائي کورٹ کے مثل خواں ھوگئے - ان کي ترقي خواہ طبیعت کے لیئے یہ سہارا بھي کافي نہیں ھوا - اور سنہ ۱۸۷۳ ع میں ھائي کورٹ کي وکالت میں کامیابي حاصل کي - اور چند سالوں کے بعد ھي منصف مقرر ھوگئے *

انگریزي انھوں نے پرائیوٹ طور پر سیکھي تھي - لیکن قانوني قابلیت کے ایسے گراں قدر جوھر نمایاں ھوئے تھے کہ سب آرڈنیٹ ججي کے لیئے ان کو عمدہ طور پر پیش کیا گیا اور پانچ سال بھي نہیں گزرے تھے کہ ڈسٹرکٹ سشن ججي کے لیئے ان پر نظر پڑي - اور اس کي قائم مقامي انھوں نے ۲ سال کي - ھائي کورٹ کي ججي کے لیئے بھي ان کا نام لیا جاتا تھا - لیکن سنہ ۱۹۰۵ ع میں وہ اپنے مستقل عہدۂ ججي عدالت خفیفہ الہ آباد سے ریٹایر ھوگئے اور اس لیئے یہ خیال ظہور میں نہ آسکا *

سنہ ۱۹۰۷ع میں گورنمنٹ نے جوڈیشل سروس کے صلے میں خان بہادر کا خطاب مرحمت فرمایا کہ ان کا نیک نام اور خاموش عہد ملازمت اس کا واقعي مستحق تھا - الہ آباد یونیورسیٹي کے فیلو بھي منتخب ھوئے اور عدالت خفیفہ الہ آباد کے ہال میں ان کي تصویر کو بھي عزت کے ساتھہ جگہہ دي گئي *

آجکل وہ الہ آباد میں فرصت کي طرف سے مطمئن زندگي بسر کر رہے ھیں اور موجودہ عہد کے اُن منتخب شعراے اردو میں سمجھے جاتے ھیں جنھوں نے زمانے کے میلان عام اور جدید اثرات سے مؤثر ھوکر شاعري کے لیئے نئي نئي راھیں نکالیں - ان کے کلام میں سنجیدہ اور نتیجہ خیز ظرافت کي آمیزش ایک ایسا دلکش حسن ھے جو اِن کو اپنے تمام ھمعصروں میں نمایاں کرتا ھے - اِن کے کلام کي ایک خوبي یہ بھي ھے کہ جدید خیالات کے ساتھہ اُردو شاعري کي قدیمي خصوصیات کا بھي پورا لحاظ رکھتے ھیں - وہ مغربي تعلیم کے پورے حامي ھیں - انھوں نے اپنے لڑکے کو انگلستان میں تعلیم دلائي - مگر ساتھہ ھي مغرب کي بادہ پرستي اور بے اعتدالانہ روش کے سخت مخالف ھیں اور قومي خصائص اور اخلاقي اوضاع کي محافظت کو ضروري سمجھتے ھیں - ان کي تالیفات سے مسٹر بلنٹ کي فیوچر آف اسلام کا اُردو ترجمہ اور متعدد قانوني کتابیں چھپ چکي ھیں اور کلیات نظم عنقریب شایع ھونے والا ھے *

ہری کھیتیاں جل گئیں لہلہا کر
گھٹا کھل گئی سارے عالم میں چھاکر

نہ ثروت رہی اُنکی قائم نہ عزت گئے چھوڑ ساتھ اُنکا اقبال و دولت
ہوئے علم و فن اُنسے اک اک رخصت مٹیں خوبیاں ساری نوبت بنوبت
رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہگیا نام باقی

ملے کوئی ٹیلا اگر ایسا اونچا کہ آتی ہو واں سے نظر ساری دنیا
چڑھے اُسپہ پھر اک خردمند دانا کہ قدرت کے دنگل کا دیکھے تماشا
تو قوموں میں فرق اسقدر پائیگا وہ
کہ عالم کو زیر و زبر پائیگا وہ

وہ دیکھیگا ہر سو ہزاروں چمن واں بہت تازہ تر صورتِ باغ رضواں
بہت اُنسے کمتر پہ سرسبز و خنداں بہت خشک اور بے طراوت۔ مگر ہاں
نہیں لائے گو برگ و بار اُنکے پودے
نظر آتے ہیں ہونہار اُنکے پودے

پھر اک باغ دیکھیگا اجڑا سراسر جہاں خاک اُڑتی ہے ہر سو برابر
نہیں تازگی کا کہیں نام جسپر ہری ٹہنیاں جھڑ گئیں جسکی جلکر
نہیں پھول پھل جسمیں آنے کے قابل
ہوئے روکھہ جسکے جلانے کے قابل

جہاں زہر کا کام کرتا ہے باراں جہاں آکے دیتا ہے رو ابرنیساں
تردد سے جو اور ہوتا ہے ویراں نہیں راس جسکو خزاں اور بہاراں
یہ آواز پیہم وہاں آرہی ہے
کہ اسلام کا باغ ویراں یہی ہے

وہ دینِ حجازی کا بیباک بیڑا نشاں جسکا اقصائے عالم میں پہونچا
مزاحم ہوا کوئی خطرہ نہ جسکا نہ عُمّاں میں ٹھٹکا نہ قُلزم میں جھجکا
کیئے پے سپر جسنے ساتوں سمندر
وہ ڈوبا دہانہ میں گنگا کے آکر

اگر کان دھر کے سنیں اہل عبرت تو سیلون سے تا بہ کشمیر و تبت
زمیں- روکھہ- بن -پھول - پھل - ریت - پربت یہ فریاد سب کر رہے ہیں بہ حسرت
کہ "کل فخر تھا جنسے اہلِ جہاں کو
لگا اُنسے عیب آج ہندوستاں کو"

سلیقہ کسیکو نہ تھا مدح و ذم کا　　نہ ڈھب یاد تھا شرح شادي و غم کا
نہ انداز تلقین وعظ و حکم کا　　خزانہ تھا مدفون زباں اور قلم کا
نواسنجیاں آنسے سیکھي ھیں سب نے
زباں کھولدي سب کي نطقِ عرب نے

زمانہ میں پھیلي طب آنکي بدولت　　ھوئي بہرہور جس سے ھر قوم و ملت
نہ صرف ایک مشرق میں تھي آنکي شہرت　　مسلم تھي مغرب تک آنکي حذاقت
سلرنو میں جو ایک نامي مطب تھا
وہ مغرب میں عطارِ مشکِ عرب تھا

ابوبکر رازي - علي ابن عیسا　　حکیم گرامي حسین ابن سینا
حنین ابن اسحق قسیس دانا　　ضیاء ابن بیطار راس الاطبا
انہیں کے ھیں مشرق میں سب نام لیوا
انہیں سے ھوا پار مغرب کا کھیوا

غرض فن ھیں جو مایۂ دین و دولت　　طبیعي الہي ریاضي و حکمت
طب اور کیمیا ھندسہ اور ھیئت　　سیاحت تجارت عمارت فلاحت
لگاؤ گے کھوج انکا جاکر جہاں تم
نشاں آنکے قدموں کے پاؤ گے واں تم

ھوا گو کہ پامال بستاں عرب کا　　مگر اک جہاں ھے غزلخواں عرب کا
ھرا کر گیا سب کو باراں عرب کا　　سپید و سیہ پر ھے احساں عرب کا
وہ قومیں جو ھیں آج سرتاج سبکي
کنوڈي رھیں گي ھمیشہ عرب کي

رھے جبتک ارکان اسلام برپا　　چلن اھل دیں کا رھا سیدھا سادا
رھا میل سے شہد صافي مصفا　　رھي کھوٹ سے سیم خالص مبرا
نہ تھا کوئي اسلام کا مرد میداں
عَلم ایک تھا شش جہت میں درخشاں

پہ گدلا ھوا جب کہ چشمہ صفا کا　　گیا چھوٹ سر رشتہ دینِ ھدا کا
رھا سر پہ باقي نہ سایہ ھما کا　　وہ پورا ھوا عہد تھا جو خدا کا
کہ " ھمنے بگاڑا نہیں کوئي ابتک
وہ بگڑا نہیں آپ دنیا میں جبتک "

برے آنپہ وقت آکے پڑنے لگے اب　　وہ دنیا میں بسکر اُجڑنے لگے اب
بھرے آنکے میلے بچھڑنے لگے اب　　بنے تھے وہ جیسے بگڑنے لگے اب

اندھیرا تواریخ پر چھا رہا تھا   ستارہ روایت کا کہنا رہا تھا
درایت کے سورج پہ ابر آرہا تھا   شہادت کا میدان دھندلا رہا تھا
سرِ رہ چراغ اک عرب نے جلایا
ہر اک قافلہ کا نشاں جس سے پایا

گروہ ایک جویا تھا علمِ نبی کا   لگایا پتا جسنے ہر مفتری کا
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذبِ خفی کا   کیا قافیہ تنگ ہر مدعی کا
کیئے جرح و تعدیل کے وضع قانوں
نہ چلنے دیا کوئی باطل کا افسوں

اِسی دھن میں آساں کیا ہر سفر کو   اِسی شوق میں طے کیا بحر و بر کو
سنا خازنِ علم دیں جس بشر کو   لیا اُس سے جاکر خبر اور اثر کو
پھر آپ اُسکو پرکھا کسوٹی پہ رکھہ کر
دیا اور کو خود مزا اُسکا چکھہ کر

کیا فاش راوی میں جو عیب پایا   مناقب کو چھانا مثالب کو تایا
مشائخ میں جو قبح نکلا جتایا   ائمہ میں جو داغ دیکھا بتایا
طلسمِ ورع ہر مقدس کا توڑا
نہ مُلا کو چھوڑا نہ صوفی کو چھوڑا

رجال اور اسانید کے جو ہیں دفتر   گواہ اُنکی آزادگی کے ہیں یکسر
نہ تھا اُنکا احساں یہ اک اہل دیں پر   وہ تھے اسمیں ہر قوم و ملت کے رہبر
لبرٹی میں جو آج فائق ہیں سب سے
بتائیں کہ لبرل بنے ہیں وہ کب سے

فصاحت کے دفتر تھے سب گاو خوردہ   بلاغت کے رستے تھے سب نا سپردہ
اُدھر روم کی شمع انشا تھی مردہ   ادھر آتش پارسی تھی فسردہ
یکایک جو برق آکے چمکی عرب کی
کھلی کی کھلی رہ گئی آنکھہ سب کی

عرب کی جو دیکھی وہ آتش زبانی   سنی برمحل اُنکی شیوا بیانی
وہ اشعار کی دل میں ریشہ دوانی   وہ خطبوں کی مانند دریا روانی
وہ جادو کے جملے وہ فقرے فسوں کے
تو سمجھے کہ گویا ہم ابتک تھے گونگے

سنے گوش عبرت سے گر جا کے انساں　　تو واں ذرہ ذرہ یہ کرتا ہے اعلاں

کہ تھا جن دنوں مہر اسلام تاباں　　ہوا یاں کی تھی زندگی بخش دوراں

پڑی خاک ایتھنز میں جاں یہیں سے

ہوا زندہ پھر نام یوناں یہیں سے

وہ لقمان و سقراط کے دُرِ مکنوں　　وہ اسرار بقراط و درس فلاطوں

ارسطو کی تعلیم سولن کے قانوں　　پڑے تھے کسی قبر کہنہ میں مدفوں

یہیں آکے مُہرِ سکوت اُنکی ٹوٹی

اسی باغ رعنا سے بو اُنکی پھوٹی

یہ تھا علم پروں توجہ کا عالم　　کہ ہو جیسے مجروح جویاے مرہم

کسی طرح پیاس اُنکی ہوتی نہ تھی کم　　بجھاتا تھا آگ اُنکی باراں نہ شبنم

حریم خلافت میں اونٹوں پہ لد کر

چلے آتے تھے مصر و یوناں کے دفتر

وہ تارے جو تھے شرق میں لمعہ افگن　　یہ تھا اُنکی کرنوں سے تا غرب روشن

نوشتوں سے ہیں جنکے ابتک مزین　　کتب خانۂ پیرس و روم و لندن

پڑا غلغلہ جنکا تھا کشوروں میں

وہ سوتے ہیں بغداد کے مقبروں میں

وہ سنجار کا اور کوفہ کا میداں　　فراہم ہوے جسمیں مسّاحِ دوراں

کرہ کی مساحت کے پھیلاے ساماں　　ہوئی جزو سے قدر کل کی نمایاں

زمانہ وہاں آجتک نوحہ کر ہے

کہ عباسیوں کی سبھا وہ کدھر ہے

سمرقند سے اُندلس تک سراسر　　اِنھیں کی رصدگاہیں تھیں جلوہ گستر

سواد مراغہ میں اور قاسیوں پر　　زمیں سے صدا آرہی ہے برابر

کہ جنکی رصد کے یہ باقی نشاں ہیں

وہ اسلامیوں کے مُنجّم کہاں ہیں

مؤرخ ہیں جو آج تحقیق والے　　تفحّص کے ہیں جنکے آئیں نرالے

جنھوں نے ہیں عالم کے دفتر کھنگالے　　زمیں کے طبق سر بسر چھان ڈالے

عرب ہی نے دل اُنکے جاکر اُبھارے

عرب ہی سے وہ بھرنے سیکھے ترارے

جہاں کو ہے یاد اُنکي رفتار ابتک — کہ نقش قدم ہیں نمودار ابتک
ملایا میں ہیں اُنکے آثار ابتک — اُنہیں رو رہا ہے ملیبار ابتک
ہمالہ کو ہیں واقعات اُنکے ازبر
نشاں اُنکے باقي ہیں جبرالٹر پر

نہیں اس طبق پر کوئي برِّ اعظم — نہوں جس میں اُنکي عمارات محکم
عرب - ہند - مصر - اندلس - شام - دیلم — بناؤں سے ہے اُنکي معمور عالم
سر کوہ آدم سے تا کوہ بیضا
ملے گا جہاں جاؤگے کھوج اُنکا

وہ سنگیں محل اور وہ اُنکي صفائي — جمي جنکي کھنڈروں پہ ہے آج کائي
وہ مرقد کہ گنبد تھے جنکے طلائي — وہ معبد جہاں جلوہ گر تھي خدائي
زمانے نے گو اُنکي برکت اُٹھالي
نہیں کوئي ویرانہ پر اُنسے خالي

ہوا اندلس اُنسے گلزار یکسر — جہاں اُنکے آثار باقي ہیں اکثر
جو چاہے کوئي دیکھ لے آج جاکر — یہ ہے بیت حمرا کي گویا زباں پر
کہ تھے آل عدناں سے میرے باني
میں ہوں اس زمیں پر عرب کي نشاني

ہویدا ہے غرناطہ سے قدرت اُنکي — عیاں ہے بلنسیہ سے شوکت اُنکي
بطلیوس کو یاد ہے عظمت اُنکي — ٹپکتي ہے قادس میں سر حسرت اُنکي
نصیب انکا اشبیلیہ میں ہے سوتا
شب و روز ہے قرطبہ اُنکو روتا

کوئي قرطبہ کے کھنڈر جاکے دیکھے — مساجد کے محراب و در جاکے دیکھے
حجازي امیروں کے گھر جاکے دیکھے — خلافت کو زیر و زبر جاکے دیکھے
جلال انکا کھنڈرونمیں ہے یوں چمکتا
کہ ہو خاک میں جیسے کندن دمکتا

وہ بلدہ کہ فخرِ بلادِ جہاں تھا — تر و خشک پر جسکا سکہ رواں تھا
گڑا جسمیں عباسیونکا نشاں تھا — عراقِ عرب جس سے رشکِ جناں تھا
اُڑا لیگئي باد پندار جسکو
بہا لیگئي سیل تاتار جسکو

لیئے علم و فن اُنسے نصرانیوں نے کیا کسب اخلاق روحانیوں نے
ادب اُنسے سیکھا صفاهانیوں نے دیا بڑھ کے لبیک یزدانیوں نے

هر اک دل سے رشتہ جہالت کا توڑا
کوئي گھر نہ دنیا میں تاریک چھوڑا

ارسطو کے مردہ فنوں کو جِلایا فلاطوں کو پھر زندہ کر کے دکھایا
هر اک شہر و قریہ کو یوناں بنایا مزا علم و حکمت کا سبکو چکھایا

کیا برطرف پردہ چشم جہاں سے
جگایا زمانے کو خواب گراں سے

هر اک میکدے سے بھرا جا کے ساغر هر اک گھاٹ سے آئے سیراب هوکر
گرے مثل پروانہ هر روشني پر گرہ میں لیا باندہ حکم پیمبر

کہ "حکمت کو اک گم شدہ لال سمجھو
جہاں پاؤ اپنا اُسے مال سمجھو"

هر اک علم کے فن کے جویا هوے وہ هر اک کام میں سب سے بالا هوے وہ
فلاحت میں بے مثل و یکتا هوے وہ سیاحت میں مشہور دنیا هوے وہ

هر اک ملک میں اُنکي پھیلي عمارت
هر اک قوم نے اُنسے سیکھي تجارت

کیا جا کے آباد هر ملک ویراں مہیا کیئے سبکي راحت کے ساماں
خطرناک تھے جو پہاڑ اور بیاباں اُنھیں کردیا رشک صحن گلستاں

بہار اب جو دنیا میں آئي هوئي ہے
یہ سب پود اُنھیں کي لگائي هوئي ہے

یہ هموار سڑکیں یہ راهیں مصفا دو طرفہ برابر درختوں کا سایا
نشاں جابجا میل و فرسخ کے برپا سرِ رہ کنوئیں اور سرائیں مہیا

اُنھیں کے هیں سب نے یہ چربے اُتارے
اُسي قافلے کے نشاں هیں یہ سارے

سدا اُنکو مرغوب سیر و سفر تھا هر اک برِّ اعظم میں اُنکا گذر تھا
تمام اُنکا چھانا هوا بحر و بر تھا جو لنکا میں ڈیرا تو بربر میں گھر تھا

وہ گنتے تھے یکساں وطن اور سفر کو
گھر اپنا سمجھتے تھے هر دشت و در کو

ھوا ھر طرف موج زن تھي بلا کي   گلوں پر چھري چل رھي تھي جفا کي
عقوبت کي حد تھي نه پرسش خطا کي   پڑي لُٹ رھي تھي وديعت خدا کي

زميں پر تھا ابر ستم کا دڑيڑا
تباھي ميں تھا نوع انساں کا بيڑا

وه قوميں جو ھيں آج غمخوار انساں   درندونکي اور آنکي طينت تھي يکساں
جھاں عدل کے آج جاري ھيں فرماں   بھت دور پھونچا تھا واں ظلم و طغياں

بنے آج جو گله باں ھيں ھمارے
وه تھے بھيڑيے آدمي خوار سارے

ھنر کا جھاں گرم بازار ھے اب   جھاں عقل و دانش کا بھوار ھے اب
جھاں ابر رحمت گھر بار ھے اب   جھاں ھُن برستا لگا تار ھے اب

تمدن کا پيدا نه تھا واں نشاں تک
سمندر کي آئي نه تھي موج واں تک

نه رستہ ترقي کا اب تک کھلا تھا   نه زينه بلندي په کوئي لگا تھا
وه صحرا انھيں قطع کرنا پڑا تھا   جھاں نقش پا تھا نه شورِ درا تھا

جوں ھي کان ميں حق کي آواز آئي
لگا کرنے خود انکا دل رھنمائي

گھٹا اک پھاڑوں سے بطحا کے اٹھي   پڑي چار سو يک بيک دھوم جسکي
کڑک اور دمک دور دور اسکي پھونچي   جو تيگس په گرجي تو گنگا په برسي

رھے اس سے محروم آبي نه خاکي
ھري ھوگئي ساري کھيتي خدا کي ·

کيا اُميوں نے جھاں ميں اُجالا   ھوا جس سے اسلام کا بول بالا
بتوں کو عرب اور عجم سے نکالا   ھر اک ڈوبتي ناؤ کو جا سنبھالا

زمانے ميں پھيلائي توحيد مطلق
لگي آنے گھر گھر سے آواز حق حق

ھوا غلغله نيکيوں کا بدوں ميں   پڑي کھلبلي کفر کي سرحدوں ميں
ھوئي آتش افسرده آتشکدوں ميں   لگي خاک سي اڑنے سب معبدوں ميں

ھوا کعبه آباد سب گھر اُجڑ کر
جمے ايک جا ساري دنگل بچھڑ کر

نہ کھانوںمیں تھی واں تکلف کی کلفت   نہ پوشش سے مقصود تھی زیب و زینت
امیر اور لشکر کی تھی ایک صورت   فقیر اور غنی سبکی تھی ایک حالت

لگایا تھا مالی نے اک باغ ایسا
نہ تھا جسمیں چھوٹا بڑا کوئی پودا

خلیفہ تھے اُمت کے ایسے نگہباں   ہو گلہ کا جیسے نگہبان چوپاں
سمجھتے تھے ذمّی و مسلم کو یکساں   نہ تھا عبد و حُر میں تفاوت نمایاں

کنیز اور بانو تھیں آپس میں ایسی
زمانے میں ماں جائی بہنیں ہوں جیسی

رہِ حق میں تھی دوڑ اور بھاگ اُنکی   فقط حق پہ تھی جس سے تھی لاگ اُنکی
بھڑکتی نہ تھی خود بخود آگ اُنکی   شریعت کے قبضے میں تھی باگ اُنکی

جہاں کردیا نرم نرما گئے وہ
جہاں کردیا گرم گرما گئے وہ

کفایت جہاں چاہیئے واں کفایت   سخاوت جہاں چاہیئے واں سخاوت
جچی اور تلی دشمنی اور محبت   نہ بے وجہ اُلفت نہ بے وجہ نفرت

جُھکا حق سے جو جُھک گئے اُس سے وہ بھی
رُکا حق سے جو رُک گئے اُس سے وہ بھی

ترقی کا جسدم خیال اُنکو آیا   اک اندھیر تھا رُبع مسکوں میں چھایا
ہر اک قوم پر تھا تنزل کا سایا   بلندی سے تھا جسنے سبکو گرایا

وہ نیشن جو ہیں آج گردوں کے تارے
دھندلکے میں پستی کے پنہاں تھے سارے

نہ ہنگامہ تھا گرم عبرانیوں کا   نہ اقبال یاور تھا نصرانیوں کا
پراگندہ دفتر تھا یونانیوں کا   پریشاں تھا شیرازہ ساسانیوں کا

جہاز اہل روما کا تھا ڈگمگاتا
چراغ اہل ایراں کا تھا ٹمٹماتا

اِدھر ہند میں ہر طرف تھا اندھیرا   کہ تھا گیان گن کا لدا یاں سے ڈیرا
اُدھر تھا عجم کو جہالت نے گھیرا   کہ دل سب نے کیش و کنش سے تھا پھیرا

نہ بھگوان کا دھیان تھا گیانیوں میں
نہ یزداں پرستی تھی یزدانیوں میں

دیے پھیر دل اُنکے مکر و ریا سے بھرا اُنکے سینے کو صدق و صفا سے
بچایا اُنہیں کذب سے افترا سے کیا سرخرو خلق سے اور خدا سے

رہا قول حق میں نہ کچھ باک اُنکو
بس اک شوب میں کردیا پاک اُنکو

کہیں حفظِ صحت کے آئیں سکھائے سفر کے کہیں شوق آنکو دلائے
مفاد اُنکو سوداگري کے سوجھائے اصول اُنکو فرماندهي کے بتائے

نشان راہ و منزل کا اک اک دکھایا
بني نوع کا آنکو رهبر بنایا

هوئي ایسي - عادت په تعلیم غالب که باطل کے شیدا هوئے حق کے طالب
مناقب سے بدلے گئے سب مثالب هوئے روح سے بہرہ ور آنکے قالب

جسے راج رد کرچکے تھے وہ پتھر
هوا جاکے آخر وہ قائم سرے پر

جب اُمت کو سب ملچکي حق کي نعمت ادا کرچکي فرض اپنا رسالت
رهي حق په باقي نه بندونکي حجت نبي نے کیا خلق سے قصد رحلت

تو اسلام کي وارث اک قوم چھوڑي
که دنیا میں جسکي مثالیں هیں تھوڑي

سب اسلام کے حکم بردار بندے سب اسلامیوں کے مددگار بندے
خدا اور نبي کے وفادار بندے یتیموں کے رانڈوں کے غمخوار بندے

رہِ کفر و باطل سے بیزار سارے
نشے میں مئے حق کے سرشار سارے

جہالت کي رسمیں مٹادینے والے کہانت کي بنیاد ڈھا دینے والے
سر احکام دیں پر جھکا دینے والے خدا کے لیئے گھر لُٹا دینے والے

هر آفت میں سینہ سپر کرنے والے
فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے

اگر اختلاف اُن میں باهم دگر تھا تو بالکل مدار اُسکا اخلاص پر تھا
جھگڑتے تھے - لیکن نه جھگڑونمیں شر تھا خلاف - آشتي سے خوش آیندہ تر تھا

یه تھي موج پہلي اُس آزادگي کي
هرا جس سے هونے کو تھا باغ گیتي

سکھائی اُنہیں نوع انساں پہ شفقت — نہا " ہے یہ اسلامیوں کی علامت
کہ ہمسایہ سے رکھتے ہیں وہ محبت — شب و روز پہونچاتے ہیں اسکو راحت

وہ جو حق سے اپنے لیئے چاہتے ہیں
وہی ہر بشر کے لیئے چاہتے ہیں

خدا رحم کرتا نہیں اُس بشر پر — نہو درد کی چوٹ جسکے جگر پر
کسی کے گر آفت گزر جاے سر پر — پڑے غم کا سایہ نہ اُس بے اثر پر

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر
خدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر "

ڈرایا تعصب سے اُنکو یہ کہکر — کہ " زندہ رہا اور مرا جو اسی پر
ہوا وہ ہماری جماعت سے باہر — وہ ساتھی ہمارا نہ ہم اُسکے یاور

نہیں حق سے کچھ اُس محبت کو بہر
کہ جو تمکو اندھا کرے اور بہرا "

بچایا برائی سے اُنکو یہ کہکر — کہ " طاعت سے ترکِ معاصی ہے بہتر
تورّع کا ہے ذات میں جنکی جوہر — نہونگے کبھی عابد اُن کے برابر

کرو ذکر اہلِ ورع کا جہاں تم
نہ لو عابدوں کا کبھی نام واں تم "

غریبوں کو محنت کی رغبت دلائی — کہ " بازو سے اپنے کرو تم کمائی
خبر تا کہ لو اُس سے اپنی پرائی — نہ کرنی پڑے تمکو در در گدائی

طلب سے ہے دنیا کی گر یاں یہ نیت
تو چمکوگے واں ماہ کامل کی صورت "

امیروں کو تنبیہ کی اس طرح پر — کہ " ہیں تم میں جو اغنیا اور توانگر
اگر اپنے طبقے میں ہوں سب سے بہتر — بنی نوع کے ہوں مددگار و یاور

نہ کرتے ہوں بے مشورت کام ہرگز
اُٹھاتے نہوں بیدھڑک گام ہرگز

تو مُردوں سے آسودہ تر ہے وہ طبقہ — زمانہ مبارک ملے جسکو ایسا
پہ جب اہل دولت ہوں اشرار دنیا — نہو عیش میں جنکو اوروںکی پروا

نہیں اُس زمانہ میں کچھ خیر و برکت
اقامت سے بہتر ہے اُسوقت رحلت "

نصاریٰ نے جس طرح کھایا ہے دھوکا — کہ سمجھے وہ عیسیٰ کو بیٹا خدا کا
مجھے تم سمجھنا نہ زنہار ایسا — مری حد سے رتبہ بڑھانا نہ میرا
سب انساں ہیں واں جسطرح سر فگندہ
اسیطرح ہوں میں بھی اک اُسکا بندہ

بنانا نہ تُربت کو میری صنم تم — نہ کرنا مری قبر پر سر کو خم تم
نہیں بندہ ہونے میں کچھہ مجھسے کم تم — کہ بیچارگی میں برابر ہیں ہم تم
مجھے دی ہے حق نے بس اتنی بزرگی
کہ بندہ بھی ہوں اُسکا اور ایلچی بھی "

اِسی طرح دل اُنکا اک اک سے توڑا — ہر اک قبلۂ کج سے مُنھہ اُنکا موڑا
کہیں ماسویٰ کا علاقہ نہ چھوڑا — خداوند سے رشتہ بندوں کا جوڑا
کبھی کے جو پھرتے تھے مالک سے بھاگے
دیے سر جھکا اُنکے مالک کے آگے

پتا اصل مقصود کا پا گیا جب — نشاں گنج و دولت کا ہاتھہ آگیا جب
محبت سے دل اُنکا گرما گیا جب — سماں اُنپہ توحید کا چھا گیا جب
سکھائے معیشت کے آداب اُنکو
پڑھائے تمدّن کے سب باب اُنکو

جتائی اُنہیں وقت کی قدر و قیمت — دلائی اُنہیں کام کی حرص و رغبت
کہا " چھوڑ دینگے سب آخر رفاقت — ہوں فرزند و زن اسمیں یا مال و دولت
نہ چھوڑیگا پر ساتھہ ہرگز تمہارا
بھلائی میں جو وقت تمنے گذارا

غنیمت ہے صحت علالت سے پہلے — فراغت مشاغل کی کثرت سے پہلے
جوانی بڑھاپے کی زحمت سے پہلے — اقامت مسافر کی رحلت سے پہلے
فقیری سے پہلے غنیمت ہے دولت
جو کرنا ہے کر لو کہ تھوڑی ہے مہلت "

یہ کہکر کیا علم پر اُنکو شیدا — کہ " ہیں دور رحمت سے سب اہل دنیا
مگر دھیان ہے جسکو ہر دم خدا کا — ہے تعلیم کا یا سدا جن میں چرچا
اُنہیں کے لیئے یاں ہے نعمت خدا کی
اُنہیں پر ہے واں جا کے رحمت خدا کی "

وہ بجلي کا کڑکا تھا یا صوت هادي — عرب کي زمیں جسنے ساري هلادي
نئي اک لگن دل میں سب کے لگادي — اک آواز میں سوتي بستي جگادي
پڑا هر طرف غل یہ پیغام حق سے
کہ گونج اُٹھے دشت و جبل نام حق سے

سبق پھر شریعت کا اُنکو پڑھایا — حقیقت کا گر اُنکو اِک اِک بتایا
زمانے کے بگڑے هوؤں کو بنایا — بہت دن کے سوتے هوؤں کو جگایا
کھلے تھے نہ جو راز ابتک جہاں پر
وہ دکھلادیے ایک پردہ اُٹھا کر

کسیکو ازل کا نہ تھا یاد پیماں — بُھلائے تھے بندوں نے مالک کے فرماں
زمانے میں تھا دور صہباے بطلاں — مئے حق سے محرم نہ تھي بزم دوراں
اچھوتا تھا توحید کا جام ابتک
خُمِ معرفت کا تھا منھہ خام ابتک

نہ واقف تھے انساں قضا اور جزا سے — نہ آگاہ تھے مبدأ و مُنتہا سے
لگائي تھي اِک اِک نے لَو ماسوا سے — پڑے تھے بہت دور بندے خدا سے
یہ سنتے هي تھرّا گیا گلّہ سارا
یہ راعي نے للکار کر جب پکارا

کہ "هے ذات واحد عبادت کے لائق — زبان اور دل کي شہادت کے لائق
اُسي کے هیں فرماں اطاعت کے لائق — اُسي کي هے سرکار خدمت کے لائق
لگاؤ تو لَو اُس سے اپني لگاؤ
جھکاؤ تو سر اُسکے آگے جھکاؤ

اُسي پر همیشہ بھروسہ کرو تم — اُسي کے سدا عشق کا دم بھرو تم
اُسي کے غضب سے ڈرو گر ڈرو تم — اُسي کي طلب میں مرو جب مرو تم
مُبرّا هے شرکت سے اُسکي خدائي
نہیں اُسکے آگے کسیکو بڑائي

خرد اور ادراک رنجور هیں واں — مہ و مہر ادنیٰ سے مزدور هیں واں
جہاندار مغلوب و مقہور هیں واں — نبي اور صِدّیق مجبور هیں واں
نہ پرسش هے رهبان و احبار کي واں
نہ پروا هے ابرار و احرار کي واں

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانیوالا　　مرادیں غریبوں کي بر لانیوالا
مصیبت میں غیرونکي کام آنیوالا　　وہ اپنے پرائے کا غم کھانیوالا
فقیروں کا ملجا ضعیفوں کا ماوی
یتیموں کا والي غلاموں کا مولی

خطاکار سے درگذر کرنے والا　　بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا
مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا　　قبائل کو شیر و شکر کرنے والا
اُتر کر حرا سے سوے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھہ لایا

مسِ خام کو جس نے کُندن بنایا　　کھرا اور کھوٹا الگ کر دکھایا
عرب جسپہ قرنوں سے تھا جہل چھایا　　پلٹ دي بس اک آن میں اُسکي کایا
رھا ڈر نہ بیڑے کو موجِ بلا کا
اِدھر سے اُدھر پھرگیا رخ ھوا کا

پڑي کان میں دھات تھي اک نکمّي　　نہ کچھہ قدر تھي اور نہ قیمت تھي جسکي
طبیعت میں جو اُسکے جوھر تھے اصلي　　ھوے سب تھے مٹّي میں ملکر وہ مٹّي
پہ تھا ثبت علمِ قضا و قدر میں
کہ بنجائےگي وہ طلا اک نظر میں

وہ فخرِ عرب زیبِ محراب و منبر　　تمام اھل مکہ کو ھمراہ لیکر
گیا ایک دن حسب فرمان داور　　سوے دشت اور چڑھہ کے کوہِ صفا پر
یہہ فرمایا سب سے کہ " اے آل غالب
سمجھتے ھو تم مجھکو صادق کہ کاذب "

کہا سب نے " قول آجتک کوئي تیرا　　کبھي ھمنے جھوٹا سنا اور نہ دیکھا "
کہا " گر سمجھتے ھو تم مجھکو ایسا　　تو باور کروگے اگر میں کہونگا
کہ فوج گراں پشت کوہ صفا پر
پڑي ھے کہ لوٹے تمھیں گھات پاکر "

کہا " تیري ھر بات کا یاں یقیں ھے　　کہ بچپن سے صادق ھے تو اور امیں ھے "
کہا " گر مري بات یہ دلنشیں ھے　　تو سن لو خلاف اسمیں اصلا نہیں ھے
کہ سب قافلہ یاں سے ھے جانے والا
ڈرو اُس سے جو وقت ھے آنے والا "

وہ بکر اور تغلب کی باہم لڑائی   صدی جسمیں آدھی انہوں نے گنوائی
قبیلوں کی کردی تھی جسنے صفائی   تھی اک آگ ہر سو عرب میں لگائی

نہ جھگڑا کوئی ملک و دولت کا تھا وہ
کرشمہ اک انکی جہالت کا تھا وہ

اسی طرح اک اور خوں ریز بیدا   عرب میں لقب حرب داحس ہے جسکا
رہا ایک مدت تک آپس میں برپا   بہا خون کا ہر طرف جسمیں دریا

سبب اسکا لکھا ہے یہ اصمعی نے
کہ گھوڑ دوڑ میں چیند کی تھی کسی نے

کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا   کہیں پہلے گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا
لبِ جو کہیں آنے جانے پہ جھگڑا   کہیں پانی پینے پلانے پہ جھگڑا

یوں ہی روز ہوتی تھی تکرار انمیں
یوں ہی چلتی رہتی تھی تلوار انمیں

جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر میں دختر   تو خوفِ شماتت سے بے رحم مادر
پھری دیکھتی جب تھی شوہر کے تیور   کہیں زندہ گاڑ آتی تھی اسکو جاکر

وہ گود ایسی نفرت سے کرتی تھی خالی
جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی

جوا انکی دن رات کی دل لگی تھی   شراب انکی گھٹی میں گویا پڑی تھی
تعیّش تھا غفلت تھی دیوانگی تھی   غرض ہر طرح انکی حالت بری تھی

بہت اِسطرح گذری تھیں انکو صدیاں
کہ چھائی ہوئی نیکیوں پر تھیں بدیاں

یکایک ہوئی غیرتِ حق کو حرکت   بڑھا جانبِ بوقبیس ابرِ رحمت
ادا خاکِ بطحا نے کی وہ ودیعت   چلے آتے تھے جسکی دیتے شہادت

ہوئی پہلوے آمنہ سے ہویدا
دعاے خلیل[۴] اور نوید مسیحا[۳]

ہوے محو عالم سے آثار ظلمت   کہ طالع ہوا ماہِ برجِ سعادت
نہ چھٹکی مگر چاندنی ایک مدت   کہ تھا ابر میں ماہتابِ رسالت

یہ چالیسویں سال لطفِ خدا سے
کیا چاند نے کھیت غارِ حرا سے

میں سنگلاخ اور ہوا آتش افشاں　　لوؤں کی لپٹ باد صرصر کے طوفاں
پہاڑ اور ٹیلے سراب اور بیاباں　　کھجوروں کے جھنڈ اور خارِ مغیلاں

نہ کھیتوں میں غلہ نہ جنگل میں کھیتی
عرب اور کُل کائنات اُسکی یہ تھی

نہ واں مصر کی روشنی جلوہ گر تھی　　نہ یونان کے علم و فن کی خبر تھی
وہی اپنی فطرت پہ طبعِ بشر تھی　　خدا کی زمیں بن جتی سر بسر تھی

پہاڑ اور صحرا میں ڈیرا تھا سب کا
تلے آسماں کے بسیرا تھا سب کا

کہیں آگ پُجتی تھی واں بے محابا　　کہیں تھا کواکب پرستی کا چرچا
بہت سے تھے تثلیث پر دل سے شیدا　　بتوں کا عمل سو بسو جا بجا تھا

کرشموں کا راہب کے تھا صید کوئی
طلسموں میں کاہن کے تھا قید کوئی

وہ دنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا　　خلیل ایک معمار تھا جس بنا کا
ازل میں مشیّت نے تھا جسکو تاکا　　کہ اِس گھر سے اُبلے گا چشمہ ہدا کا

وہ تیرتھ تھا اک بت پرستوں کا گویا
جہاں نام حق کا نہ تھا کوئی جویا

قبیلہ قبیلہ کا بت اک جدا تھا　　کسی کا ہبل تھا کسی کا صفا تھا
یہ عزّیٰ پہ وہ نائلہ پر فدا تھا　　اِسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا

نہاں ابر ظلمت میں تھا مہر انور
اندھیرا تھا فاران کی چوٹیوں پر

چلن اُنکے جتنے تھے سب وحشیانہ　　ہر اک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ
فسادوں میں کٹتا تھا اُنکا زمانہ　　نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ

وہ تھے قتل و غارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں بیباک جیسے

نہ ٹلتے تھے ہرگز جو اڑ بیٹھتے تھے　　سلجھتے نہ تھے جب جھگڑ بیٹھتے تھے
جو دو شخص آپس میں لڑ بیٹھتے تھے　　تو صدہا قبیلے بگڑ بیٹھتے تھے

بلند ایک ہوتا تھا گر واں شرارا
تو اُس سے بھڑک اُٹھتا تھا ملک سارا

یہي حال دنیا میں اس قوم کا ہے　　بھنور میں جہاز آ کے جسکا گھرا ہے
کنارا ہے دور اور طوفاں بپا ہے　　گماں ہے یہ ہر دم کہ اب ڈوبتا ہے

نہیں لیتے کروٹ مگر اہل کشتي
پڑے سوتے ہیں بیخبر اہل کشتي

گھٹا سر پہ ادبار کي چھا رہي ہے　　فلاکت سماں اپنا دکھلا رہي ہے
نحوست پس و پیش منڈلا رہي ہے　　چپ و راست سے یہہ صدا آرہي ہے

کہ کل کون تھے آج کیا ہوگئے تم
ابھي جاگتے تھے ابھي سو گئے تم

پر اس قوم غافل کي غفلت وہي ہے　　تنزل پہ اپنے قناعت وہي ہے
ملے خاک میں پر رعونت وہي ہے　　ہوئي صبح اور خواب راحت وہي ہے

نہ افسوس انہیں اپني ذلت پہ ہے کچھہ
نہ رشک اور قوموں کي عزت پہ ہے کچھہ

بہائم کي اور انکي حالت ہے یکساں　　کہ جس حال میں ہیں اسي میں ہیں شاداں
نہ ذلت سے نفرت نہ عزت کا ارماں　　نہ دوزخ سے ترساں نہ جنت کے خواہاں

لیا عقل و دیں سے نہ کچھہ کام انہوں نے
کیا دین برحق کو بدنام انہوں نے

وہ دیں جسنے اعدا کو اخواں بنایا　　وحوش اور بہائم کو انساں بنایا
درندوں کو غمخوار دوراں بنایا　　گڈریوں کو عالم کا سلطاں بنایا

وہ خطّہ جو تھا ایک ڈھوروں کا گلہ
گراں کردیا اسکا عالم سے پلہ

عرب جسکا چرچا ہے یہ کچھہ وہ کیا تھا　　جہاں سے الگ اک جزیرہ نما تھا
زمانے سے پیوند جسکا جدا تھا　　نہ کشور ستاں تھا نہ کشور کشا تھا

تمدّن کا اسپر پڑا تھا نہ سایا
ترقي کا تھا واں قدم تک نہ آیا

نہ آب و ہوا ایسي تھي روح پرور　　کہ قابل ہي پیدا ہوں خود جس سے جوہر
نہ کچھہ ایسے ساماں تھے واں میسر　　کنول جس سے کھلجائیں دل کے سراسر

نہ سبزہ تھا صحرا میں پیدا نہ پاني
فقط آب باراں پہ تھي زندگاني

25

تاسف کرنے ہیں جو ہند کي نا اتفاقي پر — کلب میں ہندیوں کے آئیں وہ اور یونین دیکھیں
اگر باور نہو اخلاص سُنّي اور شیعي کا — بہم شیر و شکر یہاں چار یار و پنجتن دیکھیں
نہ دیکھا ہو جنھوں نے پیار ہندو اور مسلماں میں — وہ آکر مسلم و ہندو کو یک جان و دو تن دیکھیں
مسیحي پوششیں دیکھیں مسلمانوں کے بچوں کي — مسیحي کو مسلماني قبا زیب بدن دیکھیں
مُجسم دیکھني ہو شکل مہرِ مادري جنکو — وہ بچوں سے سلوکِ آرنلڈ و ماریسن دیکھیں
اگر ہو دیکھني تقریر میں تصویر معني کي — تو والس کا بوقتِ درس انداز سخن دیکھیں
اگر اسکول میں چاہیں کہ دیکھیں ہورسٹ کو آکر — فرائض میں تمام اوقات اُس کے مرتہن دیکھیں
دمِ تدریس دیکھیں چکرورتي کو اگر برسوں — نہ پیشاني پہ بل دیکھیں نہ ابرو میں شکن دیکھیں
ادب اور مشرقي تاریخ کا ہو دیکھنا مخزن — تو شبلي سا وحیدِ عصر و یکتائے زمن دیکھیں
اگر بو جعفرِ طوسي کو زندہ دیکھنا چاہیں — تو عباس ابن جعفر سا محیطِ علم و فن دیکھیں
سخن کوتاہ - دار العلم پر ہوں قوم کے نازاں — جو آکر اُسکا ایک اک دُرِّمکنوں منّ و عنّ دیکھیں
پھر ان کے بعد دیکھیں گر مربي اپنے بچوں کا — تو اک بچوں سے بڑہ کر زندہ دل پیرِ کہن دیکھیں
خوشي میں رنج میں صحت میں بیماري میں دکھ سکھ میں — اُسے جب آکے دیکھیں قوم کي دُھن میں مگن دیکھیں
رہیں چپ کس طرح ہم باغباں کي مدح و تحسین سے — جب ایسا حیرت افزا آنکھ سے اپنے چمن دیکھیں
نہ سمجھیں یہ کہ ہے اُسکو ہماري مدح کي پروا — اگر سید کا استحقاق اہلِ انجمن دیکھیں
مُحبّ قوم سنتا ہے در و دیوار سے تحسین — جنہیں باور نہ آئے وہ مُحبِ قوم بن دیکھیں

ادا سید کا حق تو ہم سے ہو سکتا ہے کیا حالي
مگر ہاں ہم کو اپنا فرض کرنا تھا ادا حالي

مسدس

کسي نے یہ بقراط سے جاکے پوچھا — مرض تیرے نزدیک مہلک ہیں کیا کیا
کہا دُکھ جہاں میں نہیں کوئي ایسا — کہ جسکي دوا حق نے کي ہو نہ پیدا

مگر وہ مرض جسکو آسان سمجھیں
کہ جو طبیب اُسکو ہذیان سمجھیں

سبب یا علامت گر اُنکو سوجھائیں — تو تشخیص میں سو نکالیں خطائیں
دوا اور پرہیز سے جي چرائیں — یوں ہي رفتہ رفتہ مرض کو بڑھائیں

طبیبوں سے ہرگز نہ مانوس ہوں وہ
یہانتک کہ جینے سے مایوس ہوں وہ

یہ دار العلم سدِّ راہِ آسیبِ زماں ہوگا — اِسي دار الشفا میں بخت پیر اپنا جواں ہوگا
نہیں صورت اُبھرنے کي ہمارت کوئي پستي سے — اگر ہوگا اِسي گھر سے بلند اپنا نشاں ہوگا
کمي نے کردیا ہے علم کي ہم کو سبک سب سے — اِسي پاسنگ سے ہوگا نہ بہ بلند گراں ہوگا
یہ بیت العلم روز افزوں ترقي کا ہے سر چشمہ — اِسي چشمہ سے دیکھوگے کہ اک دریا رواں ہوگا
اگر راس آگئي آب و ہوا اِس کھیت کي ہم کو — تو جو اُگے گا پودا اِس زمیں سے آسماں ہوگا
یقیں ہے ٹہنیاں پھیلیں گي طوبیٰ سے سوا اِسکي — ہمارے واسطے دنیا میں یہ باغ جناں ہوگا
اگر اسلام میں باقي ہے خصلت حق شناسي کي — تو ایک اک نونہال اس باغ کا خود باغباں ہوگا
جو حق نے عالمِ اسباب دنیا کو بنایا ہے — تو جو نکلیگا یہاں سے کامیاب و کامراں ہوگا
بہت مدت سے ہے قحط الرجال اے قوم امت میں — اب کمیٹي سے اُس میں جنس نو دمدہ ساماں ہوگا
بنا اِسلام کي کہتے ہیں یہ تعلیم ڈھا دے گي — نہ ڈھینے دیگا حق - اسلام پر کر مہرباں ہوگا
کسوٹي ہے یہ دارالعلم اسلامي اُخوت کي — ہم اُس سے بدگماں ہونگے جو اِس سے بدگماں ہوگا

کبھي یہاں آکے کچھہ دیکھا بھي ہے اے نکتہ چیں یارو
بُرا کہنا گھروں میں بیٹھکر اچھا نہیں یارو

اگر رکھتے ہیں دل پہلو میں آکر یہ چمن دیکھیں — ریاضِ قوم کا فصلِ خزاں میں بانکپن دیکھیں
وطن کو جو سمجھتے ہیں کہ ہے ترجیح غربت پر — وہ آکر شام غربت بہتر از صبحِ وطن دیکھیں
ہوئے ہیں جمع یہاں جو نونہال اطراف سے آکر — بہم سب کو شریکِ شادي و رنج و محن دیکھیں
محبت اُنمیں جب دیکھیں توسمجھیں بھائي ماجائے — وطن پوچھیں تو ہند و سند وپنجاب و دکن دیکھیں
اگر غیبت میں پوچھیں ایک کا حال ایک سے آکر — تو ہرطفل وجواں میں حفظِ غیب وحسن ظن دیکھیں
تکلف سے بري ایک اک کو دیکھیں اور بناوٹ سے — سخن میں راستي دیکھیں بیاں میں سادہ پن دیکھیں
تواضع مُنعموں کي دیکھیں اور غیرت غریبوں کي — ادب بچوں کا دیکھیں نوجوانوں کا چلن دیکھیں
تامل رائے میں دیکھیں تو دیکھیں کام میں پھرتي — کرکٹ فیلڈ میں دیکھیں کلب میں یونین دیکھیں
اطاعت سلطنت کي - احترام اہل حکومت کا — وفاداري کي گردن میں بندھي سب کے رسن دیکھیں
نہ بو اُن میں غلامي کي نہ بیباکي کي خو اُنمیں — ادب اور معتدل آزادگي اُنکا چلن دیکھیں
زباں سے قیصرِ ہندوستاں کا نام لے کوئي — تو اک دریا محبت کا دلونمیں موج زن دیکھیں
سلف پر فخر دیکھیں اور تاسُّف اپني حالت پر — لگن اسلام کي اور قوم کي دل میں چبھن دیکھیں

نمازوں کي تقیُّد دیکھیں اور روزونکي پابندي
اجازت نیک کرداري کي اور ہر کام کي بندي

کلب میں آکے گر احباب رنگِ انجمن دیکھیں — تو زیبِ کرسيِ صدر اک مُجسَّم یونین دیکھیں
نہ دیکھي ہوں جنھوں نے شفقت وطاعت کي تصویریں — وہ بیگ اور اُس کے شاگردوں کو باہم ہمسخن دیکھیں

زبانیں تونے گر اپنے پہ کُھلوائی ہیں حق کہکر
تو خاموشی سے اپنی نکتہ چینوں کو تھکاتا رہ

فرو ہوتی نہیں آتش سے جب آتش بھڑکتی ہے
ہر اِک شعلہ کو آبِ بُردباری سے بجھاتا رہ

کیا ہے زندہ قوموں کو سدا قوموں کے کشتوں نے
مہم گر فتح کرنی ہے تو چوٹیں دل پہ کھاتا رہ

شدائد میں تحمّل خاص میراث انبیا کی ہے
جو تو آلِ محمد ہے تو سب صدمے اُٹھاتا رہ

کوئی دن اور اس دار المحن میں رنج سہنا ہے
پھر اِس کے بعد تجکو زندۂ جاوید رہنا ہے

عزیزو حق کی رحمت ہے یہ پیرِ ناتواں ہم میں
پھر ایسا پیر ہے ہم میں نہ کوئی نوجواں ہم میں

ہزاروں ہم میں ہونگے بیچلر اور ماسٹر پیدا
مگر اے قوم پھر یہ صورتیں پیدا کہاں ہم میں

ہو ہم میں قوم کا ہمدرد - یہ قدرت خدا کی ہے
نہیں رشتہ کوئی مدت سے باقی درمیاں ہم میں

ہمارے تفرقوں نے کردیئے تحلیل سب اجزا
نہ پاؤگے کہیں ترکیب قومی کا نشاں ہم میں

ابھی اُٹھہ کر فلاحِ قوم پر کوئی کمر باندھے
ہزاروں اُس سے ہو جائینگے پیدا بدگماں ہم میں

ابھی سن لیں کسی قومی جماعت میں شکر رنجی
ہزاروں ہونگے یہ بد فال سنکر شادماں ہم میں

بن آئے قوم کی خدمت تو کیونکر ہم سے بن آئے
نہ دور اندیشیاں ہم میں نہ خیر اندیشیاں ہم میں

اگر بوجھہ اِس پہیلی کی نہ سید ہمکو بتلاتا
تو اسلامی اُخوت تھی فقط اک چیستاں ہم میں

نہ کی سید کے منصوبوں کی گر تائید یاروں نے
تو پھر ہرگز سنبھلنے کی نہیں تاب و تواں ہم میں

بہت مشکل سے شاقبہ آیا ہے منزل کا نشاں یارو
پہنچنے دو سلامت تا بمنزل کارواں یارو

رہو جیسے رہے ہو قوم کے غم خوار و یار اب تک
کرو دھندلا نہ اُس رستہ کو جو ہے بے غبار اب تک

جماعت کو تمھاری دیکھتے ہیں لوگ حیرت سے
تمھارے دم سے ہے کچھہ قوم کا باقی وقار اب تک

تمھاری کوشش اور ہمت کا چرچا ہے زمانہ میں
تمھاری خدمتوں کی قوم ہے منت گذار اب تک

جو کام انجام کرنا ہے تو سید کے رہو حامی
کہ قومی کامیابی کا اُسی پر ہے مدار اب تک

وگرنہ دوستو سن لو کہ ہے آپس کی اَن بَن کا
وہی انجام جو ہوتا رہا ہے آشکار اب تک

پڑے ہیں جا بجا بکھرے ہوئے اطراف عالم میں
کھنڈر لاکھوں ہمارے تفرقوں کے یادگار اب تک

ہزاروں باغ ویراں ہوگئے آپس کے جھگڑوں میں
پلٹ کر پھر نہیں آئی جہاں فصلِ بہار اب تک

سفینے غرق لاکھوں کردیئے بادِ مخالف نے
زمانہ کو نہیں معلوم خود جنکا شمار اب تک

نہ سمجھو یہ کہ فارغ ہوگئے ہم خاک میں ملکر
تمھاری گھات میں ہے انقلابِ روزگار اب تک

نظر آتا نہیں یہاں حملۂ دوراں سے بچنے کو
سوا اِک درس گاہ قوم کے کوئی حصار اب تک

کرو پورا حصارِ قوم کو سر جوڑ کر یارو
ہٹاؤ حملۂ دوراں کو سب جی توڑ کر یارو

ترے احسان رہ رہ کر سدا یاد آئیں گے اُنکو — کریںگے ذکر ہر مجلس میں اور دہرائیں گے اُنکو
تري کوشش پہ تیري زندگي میں جوکہ ہنستے ہیں — نتائج اُسکے تیرے بعد خوں رُلوائیں گے اُنکو
تري رایوں کو جو منسوب کرتے ہیں ضلالت سے — زمانہ کے حوادث جلد تر شرمائیں گے اُنکو
ترے کاموں کو خودکامي پہ جو محمول کرتے ہیں — دل اُنکے- کوئي دن جاتاہے - خود جھٹلائیں گے اُنکو
اُنھوں نے خودغرض شکلیں کبھي دیکھي نہیں شاید — وہ جب آئینہ دیکھیں گے تو ہم دکھلائیں گے اُنکو
بہت مشکل ہے جاني سرد مہري قوم کے دل سے — مگر تیرے ہي دل کے داغ کچھہ گرمائیں گے اُنکو
اگر ہیں بھي کہیں کچھہ کچھہ دبي چنگاریاں باقي — لگائینگي وہ گھر میں آگ جب سلگائیں گے اُنکو
بہت ہیں مُدعي ہمدردیِ اسلام کے لیکن — ٹٹولیں گے اُنھیں جب یار خالي پائیں گے اُنکو
کبھي تسبیح کو اُن کي ملي فرصت وظائف سے — تو تیري خدمتیں اسلام کي گنوائیں گے اُنکو

صلا گو قوم سے ابتک نہیں اصلا ملا تجکو
نہیں اُمید پر تجھہ سے کہ ہو اسکا گلا تجکو

جنھوں نے قوم کي اصلاح کا بیڑا اُٹھایا ہے — اُنھوں نے پھل سدا محنت کا کم دنیا میں پایا ہے
یہ تیري خوش نصیبي تھي کہ ثمرہ تیري کوشش کا — خدا نے زندگاني میں تري تجکو دکھایا ہے
بہت جھکّڑ چلے اور آئیں اکثر آندھیاں لیکن — رہا گلزار ہوکر باغ جو تونے لگایا ہے
دیا ہے ساتھہ بھي تیرا ہزاروں نے دل و جاں سے — اگر دو چار نے کچھہ کہہ کے دل تیرا دکھایا ہے
اِدھر پورب سے پچھم تک اُدھر اُتر سے دکھن تک — مددگار اپنا جس گوشہ میں ڈھونڈا تونے پایا ہے
اودہ سے سندہ تک کشمیر سے راسِ کماري تک — دلوں میں تو نے سکّہ شہر شہر اپنا بٹھایا ہے
دکن میں تیرے یاور ہیں دوآبہ میں ترے ساتھي — ترا مدّاح ملکوں میں ہر اک اپنا پرایا ہے
خصوصاً وہ مبارک ملک جس نے ہند میں اول — رکاب اسلام کي تھامي اور اُسپر سر جھکایا ہے
خدا کي برکتیں پنجاب اور پنجاب والوں پر — جنھوں نے ہر سفر میں تجکو آنکھوں پر بٹھایا ہے
جنھوں نے قوم کا ہمدرد دل سے تجکو مانا ہے — تري نصرت میں اخلاصِ مسلماني دکھایا ہے

نہ ہو افسردہ دل اور قوم پر فیض اپنا رکھہ جاري
کہ اک ہمت سے تیري بندہ رہي ہیں ہمتیں ساري

ہوئے ہیں سرد دل یاروں کے تو ڈھارس بندھاتا رہ — اُمیدیں اُن کي استقلال سے اپنے بڑھاتا رہ
ہوا پُروا ہو یا پچھوا نہ کر تو اس کي کچھہ پَروا — لگایا ہے چمن جو تو نے پود اُس میں لگاتا رہ
اُمیدیں ہیں بہت وابستہ تیري زندگاني سے — دعائیں قوم کي لے لے کے عمر اپني بڑھاتا رہ
ابھي سیراب کم ہیں اور بہت ہیں تشنہ لب باقي — سبیل آخر لگائي ہے تو پیاسوں کو پلاتا رہ
نہیں تعلیم بے علموں کي کم احیائے موتیٰ سے — جہانتک تجھمیں دم باقي ہے مُردوں کو جلاتا رہ

اگر چاھیںگے کوئي آدمي گھوڑونکي سائیسي ۔ تو دینا ھوگا اُنکو امتحانِ علم بیطاري
نہ مستغني بکاول علم سے ھیں اب نہ باورچي ۔ ھوا ھے مدرسوں سے مطبخوں تک فلسفہ جاري
یقیں جانو کہ آیندہ ملیگي درس گاھوں میں ۔ کراِئا پیسینے کو چاھیںگي اک پسنھاري
کوئي پیشہ نہیں اب معتبر بے تربیت ھرگز ۔ نہ فصادي نہ جراحي نہ کحالي نہ عطاري

جہانتک دیکھیئے تعلیم کي فرمانروائي ھے
جو سچ پوچھو تو بیچے علم کے اوپر خدائي ھے

گئے وہ دن کہ تھا علم و ھنر انساں کا اک زیور ۔ ھوئي ھے زندگي خود منحصر اب علم و دانش پر
کوئي بے علم روٹي سیر ھو کر کھا نہیں سکتا ۔ نہ زرگر اور نہ آھن گر نہ بازي گر نہ سوداگر
مہندس چاہیئے مزدور اب اور راج اقلیدس ۔ بس اب دنیا میں بے علموں کا ھے اللہ ھي یاور
نہ پھنیگا کوئي جاھل نے شاید سي ھوئي جوتي ۔ بس اب موچي فلاطوں سے یونہیں کچھ ھوں تو ھوں کمتر
جہانداري میں آج ایک ایک عامل ھے جم و کسرا ۔ جہانگیري میں ھے ایک اک سپاھي طغرل و سنجر
گئے وہ دن کہ تھے معدود کام انساں کے سارے ۔ برابر تھا بئے کا گھونسلا اور آدمي کا گھر
یہ دورہ ھے بني آدم کي روز افزوں ترقي کا ۔ جو آج اک کام ھے اعلیٰ تو کل ھے اُس سے اعلیٰ تر
کوئي دن میں خسارہ سب سے بڑھکر اسکو سمجھینگے ۔ کہ دو دن آدمي ٹھہرا رھے یہاں ایک حالت پر
نہ تھا غیر از ترقي فرق کچھہ انسان و حیواں میں ۔ دیا ھے امتیاز انساں کو یہ تعلیم نے آکر

زمانہ نام ھے میرا تو میں سب کو دکھادونگا
کہ جو تعلیم سے بھاگینگے نام اُنکا مٹادونگا

ھمارے شکر سے اے قوم احسان اُسکا بالا ھے ۔ کہ جسنے قوم کي تعلیم کا یہاں ڈول ڈالا ھے
خدا کي برکت اور رحمت ھو نازل تجھہ پہ اے سید ۔ کہ تونے بھائیوں کا ڈوبتا بیڑا سنبھالا ھے
فدائي قوم کے تجھسے ھي گذرے ھونگے دنیا میں ۔ کہ دلسوزي کا جنکي آج قوموں میں اُجالا ھے
بھلائي کا تري احسان مانیں یا نہ مانیں ھم ۔ بھلائي کرنے والوں کا ھمیشہ بول بالا ھے
کریں کیا گر نہ ابنائے زماں ھوں بدگماں تجھسے ۔ کہ دردِ دل کي کیفیت سمجھہ سے اُن کي بالا ھے
نمونہ کوئي ھمدردي کا دیکھا تھا نہ یاروں نے ۔ ترے کاموں نے اُنکو اسلیئے حیرت میں ڈالا ھے
کیا ھے کام جو تونے نہ ڈر انجام سے اُس کے ۔ کہ نیکي کا نشاں قائم خدا خود رکھنے والا ھے
کیا گو تونے سب کچھہ پر بہت کچھہ ھے ابھي کرنا ۔ ھے آخر قوم کي تعلیم یا مونہہ کا نوالا ھے
جسے احباب اک قصر رفیع الشان سمجھے ھیں ۔ نہ ھو تو آسکا پشتیباں تو اک مکڑي کا جالا ھے

عزیزوں کو خدا وہ نامبارک دن نہ دکھلائے
کہ سایہ تیري ھمدردي کا اُنکے سر سے اُٹھہ جائے

روز اک سونیکي چڑیا گر نه هاتهه آئے نه آے — هم [illegible] کا [illegible] ایسا نہیں هے [illegible]
کي سخن پرداز نے واعظ سے جب یه گفتگو — [illegible] سے جا [illegible] مجلس میں اک [illegible]
خواب کا سا وه سماں جاتا رها سب یک بیک — اور دي [illegible] سے دل نے [illegible] [illegible]

هزل هو یا جد - نصیحت لیجیئے هر بات سے
کہه گئے هیں اهل دل دَعْ مَا کَدِرْ خُذْ مَا صَفَا

مسلمانوں کي تعلیم

مرتبه سنه ۱۸۸۹ ع

یه ترکیب بند محمدن ایجوکیشنل کانفرینس کے چوتهے اجلاس میں بمقام علي گڑه پڑها گیا تها

زمانه دیر سے چلا رها هے اے مسلمانو — که هے گردش میں میري غیب کي آواز پہچانو
سُنے هوں گر نه معني لا تَسُبُّوا الدَّهْرَ کے تم نے — تو اب سُن لو که هوں میں شان ربّاني - مجهے مانو
وه ناصح اور هوں گے جنکا کہنا ٹل بهي جاتا هے — اگر میري نه مانوگے تو پچتاؤگے نادانو
مري بازي کا منصوبه گیا کب کا پلٹ یارو — خبر تمکو بهي هے کچهه ؟ اے مري چالوں سے بیگانو
گئے وه دن که نفریں کرتے تهے دیندار دنیا پر — بقائے دین و ملت منحصر دنیا په اب جانو
گئے وه دن که ثروت باپ دادا چهوڑ جاتے تهے — بس اب ثروت هے مزدوروں کا حصه اے تن آسانو
گئے وه دن که لاکهوں بے هنر یہاں عیش کرتے تهے — هنر هے بے هنر جینا بهي اب مشکل - مري جانو
مٹے هو جس هنر اور فن په تم - وه مٹنے والے هیں — یه سودا اب نه بک - اے شمع سحرگهي کے پروانو
بهرا سمجهے هو جس گهر کو - نہیں دیّار وهاں کوئي — کہاں بیٹهے هو تم ؟ اے خانۂ ویراں کے دربانو

نصیحت میري مانو اب بهي اپني هٹ سے باز آؤ
پهري جس وقت دیکهو میري چتون تم بهي پهر جاؤ

گیا دورۂ حکومت کا بس اب حکمت کي هے باري — جہاں میں چار سو علم و عمل کي هے عمل داري
جنهیں دنیا میں رهنا هے - رهے معلوم یه انکو — که هیں اب جهل و ناداني کے معني ذلت و خواري
ضرورت علم و دانش کي هے هر فن اور صناعت میں — نه چل سکتي هے اب بے علم نجّاري نه معماري
جهاں علمِ تجارت میں نه ماهر هوں گے سوداگر — تجارت کي نه هوگي تا قیامت گرم بازاري
نه آئیگي پسند ان نوکروں کي خدمت و طاعت — جنهیں پائیں گے آقا زیورِ تعلیم سے عاري

مدح میں ہم بھی یونہیں کرتے ہیں رنگ آمیزیاں
جب تنِ ممدوح پر کُھلتی نہیں سادی قبا

پھول پھل سے سرو کو بے بہرہ جب پاتے ہیں ہم
ایک طُرّہ اُس میں آزادی کا دیتے ہیں لگا

سوسن و نسرین و گل میں جب وفا پاتے نہیں
وصف رنگ و بو سے ہم دیتے ہیں عیب اُنکا چھپا

پر ہم اس پردے میں خود اپنا دکہاتے ہیں کمال
ورنہ ایسی مدح ہے ممدوح کے حق میں ہجا

اس سے بڑہ کر ہجو ہو سکتی ہے کیا انسانکی
لکہیں اعمیٰ کو بصیــــر اور راہزن کو رہنما

عدل میں لکہتے ہیں ہم نوشیروانِ عہد اُنہیں
ایک منکوحہ کا حق ہوتا نہیں جنسے ادا

حاتمِ وقت اُنکو ٹہہراتے ہیں جنکا بذل و جود
اس لیئے ہے تا کہ حاصل حاکموں کی ہو رضا

زیرکی میں اُن کو کہتے ہیں ارسطوئے زماں
ہمنشیں احمق بناتے ہیں جنہیں صبح و مسا

کہتے ہیں کس شدّ و مد سے اُن کو ہم بیدار مغز
جو نہیں واقف کہ آمد کیا ہے اور ہے خرچ کیا

جو غــــلامانہ خوشامد کرتے ہیں حُکام کی
اُنکی آزادی پہ ہم کہتے ہیں سو سو مرحبا

اُن میں ثابت کرتے ہیں ہمدردیِ نوعِ بشر
آپ کو گنتے ہیــــں جو نوعِ بشر سے ماورا

حامیِ اسلام دیتے ہیں خطــــاب اُنکو - کہ جو
کرتے ہیں رسوا چلن سے اپنے نام اســـلام کا

یاورِ خَلق اُنکو کہتے ہیں - جنہیں - اے واعظو
تم کسی کے کام کا رکہتے نہیــــں اپنے ســـوا

مدح کیجاتی ہے یہاں اکثــــر اسی انداز سے
شیخ ہو ممـــــدوح یا واعظ غنی ہو یا گدا

قطبِ دوراں اُن ریا کارونکو ٹہہراتے ہیں ہم
آپ کو بھی جو سکہائیں مُدّتوں مکـــــر و دغا

اُن فسوں سازوں کو ہم لکہتے ہیں ذوالنونِ زماں
بیٹھکر منبــــر پہ جو آنکھوں کا کاجل لیں اُڑا

آپ چُبھت اِس کو کہے جو مدح وہ بیمغز ہے
نام اِسی کا مدح ہے تو ہجو ہے پھر چیز کیا

چُبھتی اور دُکہتی سخنور نے یہ کی تقریر جب
اور لگے سب مُسکــــرانے دیکھہ کر یہ ماجرا

دل میں واعظ نے پڑھی لاحول - اور سمجھا کہ میں
چھیڑ کر اِک بے ادب کو مُفت میں رسوا ہوا

پر بظاہر داغ یہ دامن سے دھونے کے لیئے
ھنس کے اک سنجیدگی سے اور متانت سے کہا

شوخیں باتیں ہنسی کی - اب کرو کچھہ اور ذکر
ہزل و استہـــــزا زیادہ حد سے ہوتا ہے بُرا

کہیئے فکـــــرِ شعر کا ہوتا ہے اب بھی اتفاق
آپ نے دیواں مرتب کیوں نہیں ابتک کیا

ہیں ہنسی کی اور باتیں - کیجئے انصاف اگر
ہے غزل میں آپ کی دیوان حافـــظ کا مزا

عرض کی شاعر نے حضرت کا ہے یہ سب حُسنِ ظن
ورنہ میں کیا اور مرا مجمـــوعۂ اشعــــار کیا

قبلہ اب وہ دن گئے جو شاعروں کی قدر تھی
شاعری اور نکتہ پردازی میں ہے اب کیا دھرا

شعر اگر کہیئے تو روٹی جاکے کس گھر کہائیے
سیکڑوں پھرتے ہیں شاعر تنگدست اور بے نوا

اب تو یہ کہتا ہوں شعر و شاعری کو چھوڑ کر
وعظ میں شاگرد ہوجاؤں کسی اُستـــاد کا

اس گئے گذرے زمانہ میں بھی یہ فنِّ شریف
کیمیـــا ہے کیمیـــا ہے کیمیـــا ہے کیمیـــا

آپ لوگوں کی تو اِس میں ریس کرنی ہے محال
پر ہمیں بھی سیکھنے سے کچھہ نہ کچھہ آجائیگا

گر خدا بھي واعظو ہوتا تمہیں سا سخت گیر
گرم بازاري اسي میں اپني بس سمجھے ہو تم
چاهتے ہو تم یہاں کثرت معاصي کي یونہیں
آپ ان باتوں کو اک بہتان سمجھینگے - مگر
جو کہوں میں اسکو باورکر- نہیں اس میں خلاف
یہ بھي کوئي جھوٹ هے - هم جسکے خود هیں معترف
دعوتوں میں سچ بتا - جس شوق سے جاتا هے تو
یاد هے وہ تیرا کہنا دیکھہ کر کھانے چنے
مدرسے کوشش سے تیرے گو بنے هیں شہر شہر
پر یہ حیرت هے که ان کاموں میں جو لاگت لگي
مجرموں کے جُرم شاید هوں نہ اتنے خوفناک
هے یقیں اتنا هي هوگا اپنے دامیں تو حقیر
کردیا رسوا تري تزویر نے تذکیر کو
لطف هے تو دلربا اور قہر هے تو دلفریب
گه جہنم سے ڈرا کر چاهتا رشوت هے تو
گونجتا ممبر پہ هے یوں بیٹھکر - گویا که آپ
هاتھہ میں هے تیرے گویا نار جنت کي کلید
نیکیاں برباد هیں ساري تري خدمت بغیر
اپني اک اُمت الگ سب سے بنانیکے لیئے
تیرے گھرے هیں مسلمانوں میں هے جبتک نزاع
جسطرح جھگڑوں کے خواهاں هیں عدالتمیں وکیل
چاهتا هے قوم میں جوتي سدا چلني رهے
شاعروں کو بس اسي مُنہہ سے گدا کہتا هے تو
کچھہ گدا کہنے سے تیرے هم گدا هوتے نہیں
شاعري پر هے بڑا یہ طعن حضرت کا که هم
طعن کچھہ بیجا نہیں - رکھتے هیں پر اک عُذر هم
سب پہ روشن هے که هم لوگوں کا اک پیشه هے مدح
اپنے اپنے کام اور پیشہ میں هم هوں یا که تم
وعظ میں دیتے هو آخر داستاں کي چاٹ تم

اس چمن کو دیکھتا تونے نہ پھر پھولا پھلا
لوگ هوں بد راہ - اور اُن کے بنو تم رہنما
هیں اَطِبّا چاهتے جس طرح امراض اور وبا
سوجھتي اکثر نہیں انسان کو اپني خطا
شاعروں کے کذب سے بدتر هے واعظ تیری ریا
جھوٹ وہ هے جو هو پردے میں تقدس کے چھپا
ایک بھي کي هے نماز اس شوق سے تونے ادا
دین قایم هے ابھي - یارو [illegible]
مسجدیں بھي تونے بنوائي هیں اکثر جا بجا
اُس سے دہ چند آپ کے دیوان خانہ میں لگا
نیکیاں تیري هیں جیسي پر خطر اور جر[illegible]
جس قدر مانا هے زید و عمرو نے تجکو بڑ[illegible]
ورنہ اک منصب تھا یہ شایانِ شانِ انبیا
سحر هے افسوں هے جادو هے تري هے جو ادا
گاہ حوروں پر لُبھا کر مانگتا هے روز[illegible]
آسماں سے بنکے اُترے هیں ابھي حکم خدا
جسنے پوجا تجکو وہ فردوس میں داخل هو
فرقۂ ناجي هے بس اک پوجنے والا ترا
تفرقے ڈالے هیں دینِ حق میں تونے جا بجا
اختلاف اُمت کا حق میں تیرے رحمت هوگیا
مانگتا هے تو یونہیں باهم خصومت کي دعا
کشتيِ اسلام کا پھر کیوں نہ هو تو ناخدا
اے اسیرِ دام نفس اے بندۂ حرص و هوا
ورنہ هم بھي یوں تو کہہ اٹھتے هیں بعضوں کو گدا
حد سے بڑہ جاتے هیں جب کرتے هیں مدحِ اغنیا
غور کرنا عذر پر هے شیوۂ اهلِ صفا
جیسے تم لوگونکا پیشہ هے یہي مکر و ریا
کرتے هیں هوتا هے جو کچھہ مصلحت کا مقتضا
راستي سے کام جب چلتا نہیں تسخیر کا

فی المثل گر ھو ترا ممدوح اک برگِ گیاہ
اسمیں ثابت کر کے چھوڑے تو صفاتِ کبریا

باد خوانوں سے سوا ھو تجھہ کو فکرِ تہنیت
خواب میں سن پاے تو گر کوس شادی کی صدا

ھند میں غل ڈالدے تو نالہائے شوق سے
چین میں شہرہ ھو گر اک شاھدِ نوخیز کا

شعر کو الہام سمجھے - گر نصیبوں سے کبھی
کان میں پڑجاے تیرے ایک جھوٹی واہ وا

مذھبِ شاعر میں - جسکا دین باطل نام ھے
راستی اور صدق سے بڑھکر نہیں کوئی خطا

سربسر اقوال تیرے کچھہ ھیں اور افعال کچھہ
ھے زبانِ گوھر افشاں پر نَعَم اور دامیں لا

شان میں آیا ھے جن کی قول ما لا یفعلون
چشم بد دور آپ کے ھادی ھیں وہ اور مقتدا

ایسے دروازے بہت کم پائینگے آفاق میں
جن پہ صبح و شام تونے دی نہ ھو جاکر صدا

ھے زبانِ خامہ تیری تابعِ فرمانِ حرص
کام تجکو کچھہ نہیں جز مدح و قدحِ اغنیا

مدح میں حد سے زیادہ جنکی کرتا ھے غلو
گالیاں دیتا ھے تو اکثر آنھیں کو برملا

جیسے دروازوں سے پھرتے ھیں دعا دیکر فقیر
مدح تو بھی ختم کرتا ھے یونہیں دیکر دعا

ھر دعا میں ھے مقدر شرطِ اِنْ اَعْطَیْتَنِیْ
صاف لعنت کا دعا میں تیری آتا ھے مزا

پردۂ عرضِ ھنر میں مانگتا ھے بیدک تو
گر یہی ھے شاعری - تو تجسے بہتر ھے گدا

زھر دل کا جب کہ واعظ نے لیا سارا اُگل
اور نہ کوئی تیر باقی اُس کے ترکش میں رھا

سنکے شاعر نے کہا بس اے خدنگ انداز بس
ھے زباں تیرے دھن میں یا سنانِ جانگزا

چوٹ تھی تیری سخن پر جاپڑی اخلاق پر
تو نے چاکِ پیرھن کو تا جگر پہنچا دیا

خردہ گیری کے لیئے حاضر ھے شاعر کا کلام
اس سے کیا مطلب کہ ھے وہ بندۂ حرص و ھوا

تو اگر معصوم ھو تو کچھہ کہی جاتی نہیں
پھنس رھا ھے ورنہ اس پھندے میں ھر شاہ و گدا

کھیلتے پھرتے ھیں میدانِ جہاں میں سب شکار
آز میں ٹٹی کی لاکھوں اور ھزاروں برملا

حرص ھوتی جسم میں انسان کے گر جائے خوں
شاعروں سے تیرے چہرے کی دمک ھوتی سوا

میں نے ان آنکھوں سے اے واعظ لباس وعظ میں
جو فروشی کرتے دیکھے ھیں بہت گندم نما

خبط ھے اک تمکو - کہدوں گر برا مانو نہ تم
آپ ھو بیمار اور اوروں کو دیتے ھو دوا

آپ میں تسبیح و ذکر و طاعت و زھد و ورع
خوبیاں سب کچھہ سہی - پر دل کا مالک ھے خدا

میں بتاؤں آپ کو - اچھوں کی کیا پہچان ھے
جو ھیں خود اچھے وہ اورونکو نہیں کہتے بُرا

بات حق ھو یا کہ باطل - تیری مرضی کے خلاف
مونہہ سے نکلی اور تجھے تکفیر کا پہلو ملا

ترکِ اولیٰ پر فضیحت جس قدر کرتا ھے تو
قتل انساں پر نہیں ملتی کہیں ایسی سزا

ھے فقط دوزخ تری سرکار میں جنت نہیں
چوک جس سے ھوگئی کچھہ - پھر نہیں تو بخشتا

عاصیوں کی مغفرت جنسے نکلتی ھے صریح
ایسی آیات اور حدیثوں سے ھے تو جی میں خفا

مگر اپنی لغزش اهل نظر سے اک نے   در جهاں [illegible] میں وهاں [illegible] هے [illegible]

کچھه نهیں اپنا ضرر گر هو روایت میں خلل   جهوٹ سے [illegible] هے [illegible]

دی نهیں گویا شریعت نے همیں تکلیف کچھه   جو نهیں جانتا [illegible] که هے [illegible]

خود ستائی جو کسی کو جز خدا پهبتی نهیں   آکے هوجاتی هے شاعر کی زباں پر خوشنما

فحش اور دشنام کو ملتا هے یهاں رنگ قبول   گالیاں دیدے که هم سنتے هیں اکثر مرحبا

جب یه بالا خوانیاں شاعر کی واعظ نے سنیں   مسکرایا اور یه فرمایا که اے شعدیاں سر

شیوہ تیرا بو الفضولی اور یه لاف و گزاف   پیشه تیرا باد خوانی اور اتنا ادعا

اُمت برحق کے عالم - جو هیں از روئے خبر   وارث علم نبی قائم مقام انبیا

کیسا ادب جاتا رها انکا بهی تجکو اے سفیه   [illegible] هے تو جو [illegible] طرح [illegible]

گو نهیں گنتی میں اهل علم کے یه خاکسار   پر سنے جاتے نهیں یه تیرے دعوی [illegible]

هر سخن کا اک جدا هوتا هے موقع اور محل   هزل و سُخْرِیَّت کجا بزم خردمنداں کجا

علم اور حکمت کے هوں جس بزم میں دفتر کهلے   اسنے دی هے تجکو وهاں اس هرزہ گوئی کی [illegible]

شعر مستحسن اگر هوتا - تو قرآں میں آتے   کیوں خلاف شان ختم المرسلیں کهتا خدا

شان میں- بالعلم یُزری - جس کی آیا هے صریح   فخر هے اُس شعر پر تجکو یه اے شر الوری

چاهیئے انفاس اهل الذکر سے هو مستفید   هو نه جسکو علم سنت اور کتاب الله کا

خود هو تم بے علم اور صحبت سے [illegible]   بهاگتے هو - جیسے شیطاں هے اذاں سے بهاگتا

هے [illegible] که [illegible] هو تم بے [illegible]   جو تمهارے مونهه میں آتا هے سزا اور ناسزا

اس [illegible] کو [illegible] کیا سمجها هے تو   جرم گو چهوٹا هے اسکا جرم هے لیکن بڑا

بے حقیقت هیں ترے سارے خیالاتِ بلند   هجو هے تو [illegible] اور مدح هے تو بے مزا

هے جهاں خامه کو تیری خدمتِ مشاطگی   مورت اک پتهر کی هے وهاں حور جنت سے سوا

بال سے باریک تر معشوق کی تیرے کمر   رات سے تاریک تر هجرِ صنم میں دن ترا

شش جهت میں تو کرے برپا قیامت سات بار   یار سے اپنے اگر دم بهر کو هو عاشق جدا

تیغ چوبیں کی هو گر بُرِّش بیاں کرنی تجهے   هے [illegible] - [illegible] سے [illegible] تو [illegible]

هو جهاں لکهنی تجهے اسپِ گلی کی جست و خیز   [illegible] میں [illegible] سے [illegible]

تو هوا مدح و ثنا میں جس کی سر گرمِ غُلو   اور [illegible] خوبیوں [illegible] اس کی [illegible]

پهر لے درجه کا تنزل هے اگر ٹهہرائے تو   جم کو اُس کے در کا درباں اور بهمن کو گدا

بهمن و جمشید یهاں بیچارے کس گنتی میں هیں   تنگ هیں هاتهوں سے تیرے انبیا اور اولیا

لکهے تو اک گربۀ مسکیں کو سارا منزلت   اور کهے اک لعبتِ سنگیں کو تو یوسف لقا

اپنے حامي آپ پیدا کر که کوه سر بلند
اپني پونجي سے ھے آپ اپنے لیئے پشت پناہ

خیر کي امید رکھني ھے عبث اس قوم سے
آپ کو جس نے کیا ھو اپنے ھاتوں سے تباہ

چارہ آخر کچھہ نہیں حالي بجز صبر و سکوں
کر دعا اب اِهْدِ قَوْمِيْ اِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ

مناظرۂ واعظ و شاعر

مرتبہ سنہ ۱۸۸۳ ع

کل جو میں نے بستر راحت پہ جاکر دم لیا
دل کو اک وقفہ غم دنیا سے فرصت کا ملا

کي تصور نے وهیں اک بزم رنگیں آشکار
مجلس ارباب معني جس کو کہنا ھے بجا

گرم تھا وھاں ھر طرف ھنگامۂ بحث و نظر
سرخرو گلگونۂ حجت سے تھا ھر مُدّعا

شمع استدلال سے روشن تھا فانوس بیاں
چار سو ھنگامہ آرا تھي نم ولا کي صدا

تھے فراھم جس‌قدر اس بزم میں اھل کمال
تھا شوق کا اپنے اپنے فن کے سب کو اِدّعا

مولوي کہتے تھے غیر از علم دیں سب ھیچ ھے
فلسفي کہتے تھے ھر فن کي ھے حکمت پر بنا

صوفي صافي آدھر کچھہ کہہ رھا تھا زیر لب
واعظ معجب اِدھر کچھہ بک رھاتھا بر ملا

خود فروشي کا غرض تھا ھر طرف بازار گرم
ساز گونا گوں تھے لیکن ایک تھي سبکي صدا

شاعر مغرور بیبي اک سمت خنداں زیر لب
سن رھاتھا لاف اھل فضل اور خاموش تھا

جاکے پہنچا جب وھاں تک دور صہبائے سخن
دفعتہً مجلس سے اٹھا اور ھوا یوں خود ستا

دعوِي فضل و براعت اُسکو زیبا ھے یہاں
جو کوئي تلمیذ رحمٰں تم میں ھو میرے سوا

ھے تصرف میں ھمارے عرصۂ دشت خیال
کچھہ نہیں معلوم جس کي ابتدا اور انتہا

رھروي میں ھمکو چشم و گوش پر تکیه نہیں
ھیں ھمارے بال و پر اندیشۂ و فکر رسا

صاف ھوتا ھے بیاں اپنا خس و خاشاک سے
پاک ھو جیسے وساوس سے دل اھل صفا

اتفاقاً گر کسي کي مدح پر آ جائیں ھم
خاطر دشمن میں اسکا نقش الفت دیں بٹھا

خاک کو چرخ بریں پر دیں اگر ترجیح ھم
مانند ھو ذرہ کے آگے مہر تاباں کي ضیا

وصف خوباں ھمسے گر سن پائے سالک ایکبار
ھو نہ ھرگز پنجۂ عشق مجازي سے رھا

گر کریں ھم گلرخوں کي بے وفائي کا بیاں
ھو نہ بلبل پھر چمن میں روئے گل پر مبتلا

کھینچدیں گر خاطر مشتاق کي تصویر شوق
قیس کي کرني پڑے لیلیٰ کو جاکر التجا

ھیں ھماري مدح کے پیر و جواں اُمیدوار
اور ھماري ھجو سے تھرّاتے ھیں شاہ و گدا

گرمي بزم حریفاں ھے ھماري ذات سے
بادۂ گلگوں کا ھے ھر بات میں اپني مزا

ہے عبث گر قــوم نے بے وقت پہچانــا مجھے
برکتیں اُن پر جنہــوں نے وقت پر جانا مجھے

اُنسے کہدو - قوم میں ہیں جو کہ عالي خانداں　　یا جنہیں جاگیر و منصب پر ہے ناز بیکراں
کیا لیئے بیٹھے ہو فخر منصب و جاگیر کو　　منصب و جاگیر ہیں سب کوئی دن کے مہمان
تم نہیں رتبــہ میں بڑھکر تغلق و تیمور سے　　تنگ ہے آج ان کي نسلوں پر زمین و آسماں
چھــوڑ جــاؤ واسطے اولاد کے کوئي سیــر　　ورنــہ وارث اتنا [illegible] [illegible] دور [illegible]

آؤ باندھــو عہد مجھہ سے اور میــرا ساتھہ دو
میــرا سودا نقد ہے اس ہاتھہ لو اس ہاتھہ دو

میں تمہیں پستي سے پہنچاؤنگا تا اوج کمال　　میں تمہیں دیکھونگا جب گرتا ہوا لونگا سنبھال
میں بناؤنگا تمہارے کام سب بگڑے ہوئے　　میں سمجھاؤنگا [illegible] کي تمہیں سب چال ڈھال
جو کــرینگے آج میري دست و بازو سے مدد　　میں ســدا کرتا رہونگا اُن کي نسلوں کو نہال
قوم کا حامي ہوں اور اســلام کا یاور ہونمیں　　چاھــو دار الکفر سمجھو مجھہ کو یا دارالضلال

میں دکہا دونــگا کہ جو دشمن تھے میرے نام کے
تھے حقیقت میں وہ دشمن قــوم اور اســلام کے

ملک میں عزت سے رہنا میں سکھاؤنگا تمہیں　　سلطنت کا معتمــد بنـنــا بتــاؤنگا تمہیں
قابلیت تم میں بڑھنے کي ہے دیکھوں کس قدر　　بڑہ سکوگے جس قدر اتنا بڑھــاؤنگا تمہیں
تب یہ سمجھوگے کہ ہم سوتے تھے کب کے بے خبر　　دفعــةً جب خواب غفلت سے جگاؤنگا تمہیں
یاد ہــوگا تمکــو وہ کھویا ہــوا اپنا خطاب　　پھر مخاطب "خیر اُمة" کا بناؤں گا تمہیں

مجکو دیکھو - گر مرے دعووں میں ہو کچھہ اشتباہ
روز روشــن آپ اپني روشني پــر ہے گــواہ

بارک الله ! اے ریاض علم اے عین الحیات　　ہے ہمارے بخت و دولت کي عنان اب تیري ذات
ہو تو ھــو اب روشني تیري دلیل کارواں　　چار سو کالي گہٹا چھائي ہے اور کالي ہے رات
قوم سے تو بھي یونہیں جہل اور تعصب کو مٹا　　جس طرح دین حنیفي سے مٹے لات و منات
چھوڑ جائینگے جہاں میں جوکہ تجھہ جیسے نشاں　　چھوڑ جائینگے وھي کچھہ باقیات الصالحات

ایک با ھمت جماعت جب سے تیرے ساتھہ ہے
ھــم سمجھتے ھیں ترے سر پر خدا کا ہاتھہ ہے

تو ســدا آبــاد رہ اے قوم کي اُمیدگاہ　　اے یگانــوں اور بیگانوں کے یکساں خیر خواہ
دیکھتے ھیں غیر حیرت اور تعجب سے تجھے　　قوم نے اب بھي اگر سمجھا نہ تجکو - آہ آہ

ہم نے ان عالي بناؤں سے کیا اکثر سوال — آشکارا جنسے ان کے بانیوں کا ہے جلال
شان و شوکت کي تمہاري دھوم ہے آفاق میں — دور سے آ آکے تمکو دیکھتے ہیں با کمال
قوم کو اس شان و شوکت سے تمہارے کیا ملا — دو جواب اسکا اگر رکھتے ہو یارائے مقال
سر نگوں ہوکر وہ سب بولیں زبان حال سے — ہوسکا ہم سے نہ کچھہ - الانفعال الانفعال

بانیوں نے ہمکو بنایا اس لیے گویا ہمیں
ہمکو جب دیکھیں خلف اسلاف کو رویا کریں

شوق سے اسنے بنایا مقبرہ اک شاندار — اور چھوڑا اس نے اک ایوان عالي یادگار
ایک نے دنیا کے پودے باغ میں اپنے لگائے — ایک نے چھوڑے دفینے سیم و زر کے بے شمار
اک مکتب قوم نے اپنے مبارک ہاتھہ سے — قوم کي تعلیم کي بنیاد ڈالي استوار
ہوگي عالم میں کہو - سر سبز یہ پچھلي مراد — یا وہ اگلوں کي امیدیں لائینگي کچھہ برگ و بار

چشمہ سرچیوں ہے جو - بہتا رہیگا یہاں وہي
سب اُتر جائینگي چڑہ چڑہ ندیاں برسات کي

دور سے اُمید نے جھلکي سي اِک دکھلائي ہے — ایک کشتي ڈوبتے بیڑے کو لینے آئي ہے
قوم کے پیر و جواں سب ہوگئے تھے مردہ دل — دردمندي جوش میں چند اہل دل کو لائي ہے
دہر کے تاریخ میں ہرگز نہ تھي اس کي مثال — سلطنت نے قوم کي جو یہاں مدد فرمائي ہے
غیر قوموں نے بھي کي ہے ہمدردي ادا — یہ بنا چلتي ہوا تک کو بھي دل سے بھائي ہے

آؤ ہم بھي اے عزیزو مغتنم سمجھیں اسے
اک ضروري کام اپنا کر کے ہم سمجھیں اسے

یہ مبارک گھر - نزول خیر و برکت ہے جہاں — جسکي پیشاني سے ظاہر ہیں سعادت کے نشاں
یہ نہال تازہ جس کو اک زمین شور میں — خرم و سرسبز کرنا چاہتے ہیں باغباں
یہ مسیحائي علاج اُس درد بے درمان کا — لادوا ٹہیرا چکے جس کو اطبائے زماں
یہ نمونہ اُس عزیز مصر کا جس اُنے ستم — جنکے ہاتوں سے سہے - دي قحط سے اُنکو اماں

عہد و پیماں اے عزیزو تمسے کچھہ کرنے کو ہے
قوم کو پھر برکتیں بے انتہا دینے کو ہے

آرزو ہے اس مکاں کے گوشہ گوشہ سے صدا — قوم اگر سمجھے تو ہوں میں قوم کا حاجت روا
ہے کوئي اکسیر دنیا میں تو ہوں اکسیر میں — اور اصل کیمیا کچھہ ہے تو میں ہوں کیمیا
تشنہ آجاتا سکندر کو اگر میرا سراغ — چھوڑ دیتا جستجوئے چشمۂ آب بقا
میرے جوحامي ہیں اُنکي یوں پھیلینگي کوششیں — ایک دانے سے ہوں خوشے جس طرح بے انتہا

پیشہ سیکھیں کوئي فن سیکھیں صناعت سیکھیں   کشتکاري کریں آئین فلاحت سیکھیں
گھر سے نکلیں کہیں آداب سیاحت سیکھیں   الغرض مرد بنیں جرأت و ہمت سیکھیں
کہیں تسلیم کریں جا کے نہ اداب کریں
خود وسیلہ بنیں اور اپني مدد آپ کریں

بیٹا عمران کا وہ فخر بني اسرائیل   ہمسخن جس سے ہوا طور پہ خود رب جلیل
جس نے فرعون کے لشکر کو کیا خوار و ذلیل   جسکے خود دست و عصا میں تھي رسالت کي دلیل
گلہ باني کے لیئے پایا جو ایمائے شعیب
بکریاں اس نے چرائیمیں نہ سمجھا کچھہ عیب

انبیا پیشہ پہ گذران سدا کرتے رہے   اولیا خلق کي طاعت سے ابا کرتے رہے
خدمت جنس سے نفرت حکما کرتے رہے   حاجتیں آپ ھي سب اپني روا کرتے رہے
اپنے ہاتھوں سے ہر اک کام نبیڑا اپنا
کھینچکر لے گئے خود موج سے بیڑا اپنا

کیے مردوں نے اسي طرح سے دنیا میں گذر   ھوئي تکلیف سے یا چین سے اوقات بسر
نہ ھوئے غیر کے تازیست کبھي دست نگر   جب پڑي اپنے ھي بازو پہ پڑي جا کے نظر
گئے دلجمع یہاں سے کہ پریشان گئے
پر زمانہ کے نہ شرمندۂ احسان گئے

ھونگے حالي سے نہ دنیا میں کہیں ھرزہ سرا   خود ھیں گمراہ مگر قوم کے ھیں راہنما
جھکتے جھکتے ھوئي پشت آپکي خدمت میں دوتا   اسپہ ھے خیر سے آزادہ روي کا دعوی
بات کہني وھي زیبا ھے کہ ھو جس میں اثر
ورنہ بے صرفہ نصیحت سے خموشي بہتر

ترکیب بند بر مدرسة العلوم مسلمانان واقع علیگڈھ

مُرتّبہ سنہ ۱۸۸۰ع

جھٹ پٹے سے وقت گھر سے ایک مٹي کا دیا   ایک بڑھیا نے سر رہ لا کے روشن کردیا
تاکہ رہ گیر اور پردیسي کہیں ٹھوکر نہ کھائیں   راہ سے آساں گذر جائے ہر اک چھوٹا بڑا
یہ دیا بہتر ھے ان جھاڑوں سے اور اس لمپ سے   روشني محلوں کے اندر ھي رھي جن کي سدا
گر نکلکر اک ذرا محلوں سے باہر دیکھیئے   ھے اندھیرا گھپ در و دیوار پر چھایا ھو
سرخرو آفاق میں وہ رہنما مینار ھیں
روشني سے جن کي ملاحوں کے بیڑے پار ھیں

دیکھتے جب هیں که دمساز تہے اُنسے ایّام بادۂ عیش سے لبریز تہا جام اُنکا مدام
کہتے هیں خدمت سلطاں میں ہے اعزاز تمام اس لیئے هم نے لیا پیشۂ آبائے کرام
دیکھیں مونہہ ڈال کے گر اپنے گریبان میں وہ
عمر برباد کریں پھر نہ اس ارمان میں وہ

هنس کي چال حماقت سے چلا جو کوّا اپني بھي چال گیا بھول بقولِ حُکما
پیروي کرتے هیں اسلاف کي اب جو حمقا وہ نہیں جانتے رنگ آج زمانہ کا ہے کیا
اپنا کیا حال ہے اسلاف کي حالت کیا تہي
اپني توقیر ہے کیا اُن کي وجاهت کیا تہي

سلطنت کے وهي اعضا تہے وهي تہے ارکاں اُنسے هر حال میں دربار کو تہا اطمینان
رتق اور فتق کي هاتهوں میں اُنهیں کے تهي عناں طبل و نقّارہ اُنهیں کا تها اُنهیں کا تها نشاں
تہے وهي قائد لشکر وهي دفتر کے دبیر
تہے وهي شرع کے مُفتي وهي دولت کے مُشیر

مشورت اُنسے هر اک بات میں لیجاتي تهي جستجو اُن کي مُهمّات میں کي جاتي تهي
رخصتِ خلوت و جلوت اُنهیں دیجاتي تهي سب چهپي اور ڈهکي اُن سے کهي جاتي تهي
ڈهونڈ ڈهونڈ اُنکو بُلاتے تہے حکومت کے لیئے
خدمت اُن کے لیئے تهي اور وہ خدمت کے لیئے

اُنکي نسلوں کي بهي کیا آج یهي ہے توقیر نوکري کے لیئے پهرتے هیں جو کرتے تدبیر
کاش سوچے اُنهیں جو پیٹ رہے هیں وہ لکیر کاش سمجهیں کہ هیں کس وهم کے پهندے میں اسیر
بهاگوان آیا تها جو قوم پہ وہ سال گیا
گئے منصب بهي جهاں قوم کا اقبال گیا

اب حسب اور نسب پر نهیں نازش کا محل گردش دهر نے دي صورت احوال بدل
خاندانوں کي نجیبوں کے گئي ٹهیک نکل کسي قابل نه رہے شیخ نه سید نه مُغل
بگڑ گئے جو مئے پندار کے تہے متوالے
بڑھ گئے پیشہ و مزدوري و محنت والے

جنکو منظور ہے مشکل کو نه دشوار کریں چاهیئے سعي و مشقّت سے نه وہ عار کریں
هو مُیسّر جنهیں وہ خدمت سرکار کریں ورنه مزدوري و محنت سر بازار کریں
آبرو اسمیں ہے شان اس میں ہے عزت اسمیں
فخر اس میں ہے شرف اس میں شرافت اسمیں

ایک وہ ہیں کہ زمانہ کرے انصاف اگر — اور کھل جائیں کمالات بھی انکے سب پر
جوہری جو ہیں وہ سب انکے پرکھ لیں جوہر — کامیابی نہیں ان کے لئیے اس سے بڑھ کر

کہ سدا قید رہیں مرغ خوش الحاں کی طرح
جاکے بک جائیں کہیں یوسف کنعاں کی طرح

دیکھ لیں جب انہیں ہر علم و ہنر میں یکتا — شرف ذات میں اور اصل و گہر میں یکتا
زور بازو میں بلندیِ نظر میں یکتا — الغرض جملہ کمالات بشر میں یکتا

اور پھر اسپہ مدد طالع بیدار کی ہو
تب نصیب انکو غلامی کسی سرکار کی ہو

ورنہ دن رات پھریں ٹھوکریں کھاتے در در — سندیں چٹھیاں پروانے دکھاتے در در
چاپلوسی سے دل اک اک کا لبھاتے در در — ذائقہ نفس کو ذلت کا چکھاتے در در

تاکہ ذلت سے بسر کرنے کی عادت ہو جائے
نفس جس طرح بنے لائق خدمت ہو جائے

کوئی دفتر نہیں اور کوئی کچہری ایسی — کہ جہاں گذری ہو ایک آدھ نہ عرضی انکی
سنتے مشرق میں ہیں گر کوئی اسامی خالی — قافلے ہوتے ہیں مغرب سے اُسی دم راہی

برسوں اسپر بھی گذر جاتے ہیں بے نیل مرام
کوئی آقا نہیں ملتا کہ بنیں اُس کے غلام

تنگ ہوتے ہیں تو تقدیر کا کرتے ہیں گلا — کبھی ٹھیراتے ہیں گردش کو زمانے کی بُرا
کبھی سرکار کو کہتے ہیں کہ ہے بے پروا — کبھی فرماتے ہیں یہ ہو کے مشیت سے خفا

وعدۂ رزق میں سنتے تھے کہ ہوتی نہیں دیر
پھر جو نوکر نہیں ہوتے تو یہ ہے کیا اندھیر

جانتے ہیں کہ ہے جس رزق کا ہم سے وعدہ — اس کا حیلہ نہیں یہاں کوئی غلامی کے سوا
اور دروازے ہوے بند سب ان پر گویا — اب فلک پر انہیں ملجا نہ زمیں پر ماوی

کام ہوتا کوئی اور ان سے سرانجام نہیں
جس طرح بیل کو جُتنے کے سوا کام نہیں

جنکے اسلاف نے تھا قوم کا دیکھا اقبال — یاد کرتے ہیں جب اسلاف کا وہ جاہ و جلال
پاتے ہیں اُنکو عنایات سے شاہوں کی نہال — مال و دولت سے اُنہیں دیکھتے ہیں مالا مال

ایک کی ایک سے پاتے ہیں فزوں تر توقیر
کوئی بخشی کوئی دیوان کوئی صدر کبیر

اپنی گو جان پہ بن جائے مشقت سے یہاں   نہیں امید کہ گذرے کسی خاطر پہ گراں
مطمئن ہیں کہ ہے مزدوروں کا دنیا میں سماں   نہوا ایک تو رکتی نہیں تعمیر مکاں

پھرتے ہیں پیٹ کے یہاں دیتے دہائی لاکھوں
گر نہیں آپ - تو ہیں آپ کے بھائی لاکھوں

حق کسی کا نہیں - ما تحت ہو یا ہو افسر   ایک سے کام لیا ایک کو سونپا دفتر
یہی کُھر بدلیاں رہتی ہیں یہاں شام و سحر   فی المثل ایک کرایہ کی دُکاں ہے نوکر

رہے - جب تک کسی بنیاد میں آیا نہ خلل
جب لگی بیٹھنے - لی جاکے کہیں اور بدل

نوکروں سے ہیں بہائم کہیں رتبہ میں سوا   کہ نہیں خدمت ہمجنس کا ان پر دھبا
گائے ہو بیل ہو گھوڑا ہو کہ ہو اسمیں گدھا   ایک کا ایک کو تابع کہیں دیکھا نہ سنا

کسی مخلوق کو رتبہ نہ خدا نے بخشا
جو غلاموں کو شرف عقل رسا نے بخشا

اس سے بڑھکر نہیں ذلت کی کوئی شان یہاں   کہ ہو ہمجنس کی ہمجنس کے قبضے میں عناں
ایک گلے میں کوئی بھیڑ ہو اور کوئی شباں   نسل آدم میں کوئی ڈھور ہو کوئی انساں

ناتواں نیبرت کوئی - کوئی تنومند بنے
ایک نوکر بنے اور ایک خداوند بنے

ایک ہی تخم سے پیلو بھی ہو شمشاد بھی ہو   ایک ہی اصل سے خسرو بھی ہو فرہاد بھی ہو
ایک ہی ڈار میں آہو بھی ہو صیاد بھی ہو   ایک ہی نسل سے بندہ بھی ہو آزاد بھی ہو

ایک ہی سبزۂ جُو تازہ بھی ہو خشک بھی ہو
ایک ہی قطرۂ خوں ریم بھی ہو مشک بھی ہو

ایک وہ ہیں کہ نہیں غیر کے فرماں بردار   اپنی ہر بات کے ہر کام کے خود ہیں مختار
نہیں سرکار سے دربار سے اُنکو سروکار   جس جگہہ بیٹھہ گئے - ہے وہی اُنکا دربار

گر تونگر ہیں تو دس بیس ہیں اُن کے محکوم
ورنہ خادم ہیں کسی کے نہ کسی کے مخدوم

حکم سے کوئی نہیں اُنکا بُلانے والا   جبر سے کوئی نہیں اُنکا دبانے والا
بیٹھہ جائیں تو نہیں کوئی اُٹھانے والا   سو رہیں جب - تو نہیں کوئی جگانے والا

اُٹھہ کے چلدیں تو نہیں روکنے والا کوئی
اُلٹے پھر جائیں جو ہو ٹوکنے والا کوئی

آتي هيں نوکروں کے سر په بلائيں اکثر   بے سبب اُنپه دھرتي هيں جفائيں اکثر
مانني پڑتي هيں ناکرده خطائيں اکثر   سامنے جاتے هيں پڑھ پڑھ کے دعائيں اکثر
غيرت اُٹھ جاتي هے - وه لوگ رهتے نهيں يهاں
جو نه غافل هيں کبھي کان هلاتے نهيں يهاں

کيجيئے فرض که هے زيد بڑا منصبدار   اور عمرو اُسکا هے اک بندهٔ فرمانبردار
فرق دونوں ميں نهيں اس کے سوا کچھه زنهار   که يه ميلا هے وه اُجلا - يه پياده وه سوار
ورنه انصاف سے ديکھو تو هيں نوکر دونوں
زيد ميں عجز ميں ذلت ميں برابر دونوں

عمرو کرتا هے اگر اُسکا ادب اور تعظيم   زيد کرتے هيں اُسے بھي کبھي جھک جھک کے تسليم
زيد کي جھڑکيوں سے گر هے دل عمرو دو نيم   جاکے سنتا هے کهيں زيد بھي الفاظ سقيم
پاجي احمق اُسے کهنے کا اگر هے دستور
ڈام فول اُسکو بھي سننا کهيں پڑتا هے ضرور

رکھتے هيں حضرت انساں جو برائي ميں قدم   گاؤ و خر انسے هيں کيا جانيئے کس بات ميں کم
مالکوں کي اُنهيں گر جھيلنے پڑتے هيں ستم   ذِلّتيں اِن کے لئے بھي هيں مُهيّا هر دم
ننگ خدمت کي حقيقت کو بشر گر سمجھے
چاکروں کو گدھے اور بيل سے بدتر سمجھے

کھيت سے اپنے بچھڑنے کا هے گر اُنکو ملال   مدتيں گذريں که لوٹا گيا يهاں عيش وصال
نوکري نے جو هيں دکھلايا طلسم اقبال   چھوڑ کر شهر و وطن کو شوئے جويائے معال
گھر چھٹا - يار چھٹے - خويش و يگانه چھوٹا
ايک ذلت ملي اور سارا زمانه چھوٹا

اُن کي گردن ميں اگر قيد کي رسّي هے پڑي   اپني بے بال و پري کي بھي کهاني هے بڑي
تازه حکموں کي لگي رهتي هے هر وقت جھڑي   نهيں خالي کوئي ساعت کوئي پل کوئي گھڑي
مرغ بے پر کي طرح قيدي صياد هيں هم
کهيئے پھر کون سي حجت سے که آزاد هيں هم

هوتے هيں فرط مشقت سے اگر وه رنجور   مالک اُن کي نگراني ميں نهيں کرتے قصور
ديکھه ليتے نهيں جب تک که هوے روگ سے دور   رکھتے هيں محنت و تکليف سے انکو معذور
جانتے هيں - يهي دھن هے يهي دولت اپني
دم سے وابسته انهيں کے هے معيشت اپني

ناگہاں جور و تغلب کا اک اُٹھا طوفاں جسکے صدمے سے ہوئي زیر و زبر نظم جہاں
اقویا ہاتھہ ضعیفوں پہ لگے کرنے رواں بکریوں کو نہ رہي بہیڑیوں سے جائے اماں

تیز دنداں ہوئے جنگل میں غزالوں پہ پلنگ
مچھلیوں پر لگے منہہ کہولنے دریا میں نہنگ

حق نے شائستۂ ہر باب بنایا تہا ہمیں ایک ہي دام میں پہنسنا نہ سکہایا تہا ہمیں
رستہ ہر کوچہ و منزل کا بتایا تہا ہمیں زینہ ہر بام پہ چڑہنے کا دکہایا تہا ہمیں

ایسا کچہہ بادۂ غفلت نے کیا متوالا
طوق خدمت کا لیا اور گلے میں ڈالا

در مخلوق کو ہم ملجأ و ماوى سمجھے طاعت خلق کو اعزاز کا تمغا سمجھے
پیشہ و حرفہ کو اجلاف کا شیوہ سمجھے ننگ خدمت کو شرافت کا تقاضا سمجھے

عیب کہنے لگے تجّاري و حدّادي کو
بیچتے پہرنے لگے جوہر آزادي کو

نوکري ٹہیري ہے لے دیکے اب اوقات اپني پیشہ سمجھے تہے جسے - ہوگئي وہ ذات اپني
اب نہ دن اپنا رہا اور نہ رہي رات اپني جا پڑي غیر کے ہاتہوں میں ہر اک بات اپني

ہاتھہ اپنے دل آزاد سے ہم دہو بیٹہے
ایک دولت تہي ہماري - سو اُسے کہو بیٹہے

کرتے ہیں قصد تجارت تو گرہ میں نہیں دام دستکاري کو سمجہتے ہیں کہ ہے کار عوام
نہیں ہل جوتنے میں راحت و آرام کا نام بنتے پہرتے ہیں اسیواسطے اک اک کے غلام

نظر آتي نہیں مطلب کي کوئي گہات ہمیں
وہ پڑا نقشہ کہ ہر چال میں ہے مات ہمیں

ایک آقا ہو تو خدمت کا ہو حق اُسکي ادا ایک افسر ہو تو حکم اُس کا کوئي لائے بجا
زید کي راے جدا - عمرو کي تجویز جدا ایک بندے کو بہگتنے کئي پڑتے ہیں خدا

بہاگو خدمت سے کہ اچہا نہیں انجام اسکا
جس کا پتہر کا کلیجہ ہو - وہ لے نام اسکا

کہیں بہتاں کا اندیشہ - کہیں بیم گناہ کہیں غمّاز کا دہڑکا - کہیں خوف بدخواہ
جہیلنے روز وہ افسر کہ نہو جنسے نباہ خدمت اک بار گراں ہے کہ عیاذاً باللہ

پڑے پتہر پہ تو پتہر میں گراني نہ رہے
گذرے دریا پہ تو دریا میں رواني نہ رہے

تھي سفر ميں نه سواري کي ضرورت زنہار   طے انہيں قدموں سے کرتے تھے ہر اک راہ گذار
کھانے پينے کو نه تھے ظرف بلوريں درکار   انہيں ہاتھوں په خور و نوش کا تھا اپني مدار

شرم آتي تھي نه ہل جوتکے کھانيسے ہميں
عيب لگتا تھا نه کچھه ڈھور چرانے سے ہميں

تھک کے محنت سے جو ہم بھوک ميں کھاتے تھے طعام   ديتے تھے کلۂ بريان کا مزا گندم خام
دست و بازو کي بدولت تھا ہميں عيش مدام   خوب کٹتے تھے مشقت ميں ہمارے ايام

پيٹ کے مارے کہيں سر نه جھکاتے ہم تھے
آبرو نفس کي خاطر نه گنواتے ہم تھے

کرنے پڑتے تھے ضيافت ميں نه بيجا ساماں   نان جو کھاتے تھے خوش ہو کے ہمارے مہماں
تھا بناوٹ کا پتا اور نه تکلف کا نشاں   ايک قانون کے پابند تھے دل اور زباں

طبل ظاہر کي نمائش کے نه بجتے تھے وہاں
جو برستے تھے زيادہ - نه گرجتے تھے وہاں

آمد موسم گل ميں تھا عجب لطف ہوا   آندھيوں نے کيئے انجام کو طوفاں برپا
چشمه نزديک تھا منبع سے تو تھا عين صفا   جتنا بڑھتا گيا ہوتا گيا پاني گدلا

مٹتے مٹتے اثر صدق و صفا کچھه نرہا
آخري دور ميں تلچھٹ کے سوا کچھه نرہا

اے جہاں اے روشيں تازہ بدلنے والے   نت نئي چال نئي ڈھال سے چلنے والے
موم کي طرح ہر اک سانچے ميں ڈھلنے والے   روز اک سانگ نيا بھر کے نکلنے والے

آج کچھه اور ہے - کل اور تھي کچھه شان تري
ايک سے ايک نہيں ملتي کہيں آن تري

اک زمانه تھا که ہموزن تھے سب خُرد و کلاں   لہلہاتي تھي بني نوع کي کھيتي يکساں
ايک اسلوب په تھي گردش پرکار زماں   شہر و ويرانۂ و آباد ميں تھا ايک سماں

قدر و قيمت ميں نه تھا فرق کسي کي اصلا
کوئي پله تھا ترازو کا نه اونچا نيچا

ايک سے ايک نه کم تھا نه زيادہ سر مو   سب تھے ہم ايک ترائي کے درخت خودرو
حاجتيں ايکے کسي در په گئے تھے نه کبھو   نه زميں بوس کي عادت تھي نه تسليم کي خو

دست قدرت کے سوا سر په کوئي ہاتھه نه تھا
ايک قبله تھا - کوئي قبلۂ حاجات نه تھا

طفل معصوم کي مانند تھا یہ عالم پیر　　تھے هم اک صنعت بے چون و چرا کي تصویر
ملک فطرت میں نہ تھي سلطنت نفس شریر　　طبع نے مملکت روح نہ کي تھي تسخیر

خواب غفلت کي گھٹا دلپہ نہ چھائي تھي بہت
دن چھپا تھا ابھي اور رات نہ آئي تھي بہت

مال و دولت کي هوس میں نہ گرفتار تھے هم　　نہ بلندي کے نہ رفعت کے طلبگار تھے هم
آپ هي اپنے هر اک رنج میں غمخوار تھے هم　　مدد غیر سے اصلا نہ خبردار تھے هم

جو سبق آئے تھے استاد ازل سے لیکر
وهي هر منزل و هر راہ میں تھا یہاں رهبر

اصل سے دور بہت هونے نہ پائے تھے ابھي　　دیس سے چھوٹ کے پردیس میں آئے تھے ابھي
دن جدائي کے نصیبوں نے دکھائے تھے ابھي　　ڈال سے توڑ کے بازار میں لائے تھے ابھي

عرصہ گذرا تھا مسافر کو نہ غربت میں بہت
جي لگا تھا نہ ابھي غیروں کي صحبت میں بہت

صاف آئینۂ دل میں نظر آتا تھا کوئي　　روبرو جس کے جگہہ دل میں نہ پاتا تھا کوئي
جي وہ جي تھا کہ نہ جس جي کو لبھاتا تھا کوئي　　آنکھہ وہ آنکھہ تھي جس میں نہ سماتا تھا کوئي

روح تھي بادۂ دوشینہ سے اپني بدمست
تھا ترقي پہ ابھي نشۂ صہبائے اَلَسْتْ

اس قدر عمر دو روزہ پہ نہ مغرور تھے هم　　عیش و عشرت کے طلسموں سے بہت دور تھے هم
کسي محنت سے مشقت سے نہ معذور تھے هم　　آپ هي راج تھے اور آپ هي مزدور تھے هم

تھے غلام آپ هي اور آپ هي آقا اپنے
خود هي بیمار تھے اور خود هي مسیحا اپنے

خود نمائي و خود آرائي کا کچھہ دھیان نہ تھا　　کبر و پندار کا جاري کہیں فرمان نہ تھا
گھر میں سامان نہ تھا در پہ نگہبان نہ تھا　　جي میں فرعون زماں بننے کا ارمان نہ تھا

آکے دنیا میں بہت پاؤں نہ پھیلاتے تھے
اک مسافر کي طرح رہ کے چلے جاتے تھے

خاک کو نرم بچھونوں سے سوا جانتے تھے　　روکھہ کي چھاؤں کو هم ظلّ هما جانتے تھے
مل گیا جو - اُسے انعام خدا جانتے تھے　　نہ بُرا جانتے تھے اور نہ بھلا جانتے تھے

طاعت نفس فرومایہ سے آزاد تھے هم
ساگ اور پات پہ گذران تھي - اور شاد تھے هم

ہوتی ہے قدر ان کی بندی ہے جان پر جب — لاتے ہیں تب یہ ناویں جب بیڑا ڈوبتا ہے
گو سب جہاز والے خطرے سے بیخبر ہیں — پر رنگ ناخدا کا کچھہ فق سا ہو رہا ہے

آفات بحر سے ہیں ناواقف آشنا سب
ہنستے ہیں ناخدا پر روتا ہے ناخدا جب

گلشن میں فصل گل کے سب مٹ چکے نشاں ہیں — پر چین سے عنادل گلشن میں نغمہ خواں ہیں
طاؤس و کبک خوش خوش گلشن میں ہیں خراماں — اور بیٹھے ہاتھہ ملتے گلچیں و باغباں ہیں
غفلت کی چھا رہی ہے کچھہ قوم پر گھٹا سی — بیفکر و بیخبر ہیں بوڑھے ہیں یا جواں ہیں
اتراتے ہیں سلف پر اور آپ ناخلف ہیں — رستہ کدھر ہے انکا اور جا رہے کہاں ہیں
فضل و کمال آنکے کچھہ تم میں ہوں تو جانیں — گر یہ نہیں تو بابا وہ سب کہانیاں ہیں
کھیتوں کو دے لو پانی اب بہ رہی ہے گنگا — کچھہ کرلو نوجوانو اٹھتی جوانیاں ہیں
تمسے تھمے تو تھامو عزت کو قوم کی کچھہ — اپنے تو قافلے سب پا در رکاب یہاں ہیں
اک خضر رہ نے رستہ سیدھا بتادیا ہے — رستے پہ دیکھیں چلتے اب کتنے کارواں ہیں
خدمت میں آنکی حالی کہتا ہے یہ ادب سے — اس وقت رونق افزا یہاں جتنے مہرباں ہیں
دنیا میں گر ہے رہنا تو آپ کو سنبھالو — ورنہ بگڑنے کے یہاں آثار سب عیاں ہیں
عرصہ ہوا کہ ہمکو آنکھیں دکھا رہے ہیں — قدرت کے قاعدے جو دنیا پہ حکمراں ہیں
جو اپنے ضعف کا کچھہ کرتیں نہیں تدارک — قومیں وہ چند روزہ دنیا میں میہماں ہیں
گھڑیال اور مگرمچھہ ہیں انکو نگلے جاتے — دریا میں مچھلیاں جو کمزور و ناتواں ہیں
سنبھلو - وگرنہ رہنا یہاں اس طرح پڑے گا — بھیل اور گونڈ جیسے گمنام و بے نشاں ہیں

یہ غفلتیں مبادا اب روز بد دکھائیں
دھندلے سے کچھہ نشاں ہیں - ڈر ہے کہ مٹ نجائیں

مسدس - موسوم بہ ننگ خدمت

مُرتّبہ سنہ ۱۸۸۷ ع

یاد ایام کہ بیرنگ تھی تصویر جہاں — دست مشاطہ نہ تھا محرم زلف دوراں
گل خودرو سے بسا تھا چمن کون و مکاں — چار سو حسن خداداد کا سکہ تھا رواں

وضع عالم میں نہ آیا تھا تغیّر اب تک
خط قدرت کی وہی شان تھی اور نوک پلک

اے خاک پاک دہلي ! اے تختگاہ شاہاں ! — پیش نظر ہیں تیرے سب اگلے ساز و ساماں
ہنگامے اس زمیں پر لاکھوں ہیں گرم ہر سو — پر کوئي جشن قومي آتا نہیں نظر یہاں
تقریب جشن جسمیں ہو کچھہ نہ جز اُخوّت — ملکوں سے جمع آکر جسمیں ہوئے ہوں اخواں
پائین و صدر کا ہو جسمیں نہ کچھہ تفاوت — خرد و بزرگ کي ہو جسمیں نشست یکساں
جن کو نہ ہو بلاوا حاکم کا - اور نہ قدغن — لایا ہو کھینچکر دل انکو - نہ حکم سلطاں
خادم ہوں جسقدر وہاں مخدوم قوم کے ہوں — مخدوم جتنے ہوں وہاں سب قوم پر ہوں قرباں
خاطر کسي سے چاہے کوئي نہ وہاں تواضع — ہوں خودہي میزباں وہ اور خودہي ہوں وہ مہماں
ٹھیرائیں جسکو چاہیں وہ آپ میر مجلس — چاہیں جنہیں بنائیں وہ آپ میر ساماں
آئے ہوں اس غرض سے سب ملکے تاکہ سوچیں — دنیا میں کس طرح ہوں سرسبز پھر مسلماں
ہندوستاں میں کیونکر باقي رہے نشاني — اس قوم کي کہ تھا کل جنکے وہ زیر فرماں
نکلیں تو کیونکہ نکلیں ذلت سے وہ گھرانے — اعزاز نے تھا باندھا جنکے بڑوں سے پیماں
اُن مدرسوں کا کیونکر جاري رہے افاضہ — جنکے سبب ہے زندہ نام حدیث و قرآں
جو مسجدیں ہیں بہر ذکر خداے واحد — محفوظ حادثوں سے کیونکر ہوں انکے ارکاں
جو کچھہ ہے بھائیوں کي تقدیر میں وہ سر پر — اپني طرفسے لیکن ہے سعي فرض انساں
اے شہ نشینِ اسلام اے معدنِ سلاطیں — اے پائے تخت سادات اے دار ملک مغلاں

تو جشن گاہ شاہاں ہر عہد میں رہا ہے
ایسا بھي جشن کوئي تجھہ میں کبھي ہوا ہے

شاہونکے جشن تھے وہ - یہ جشن قوم کا ہے — شوکت میں وہ بڑے تھے - عظمت میں یہ بڑا ہے
دولت کے تھے وہ جلوے - ملت کا ہے یہ نقشہ — کاغذ کي تھیں وہ ناویں - بیڑا یہ نوح کا ہے
بےروح تھے وہ قالب - ہے اسمیں روح خویشي — موج سراب تھے وہ - یہ چشمۂ بقا ہے
میلے نہ وہ بچھڑتے روح انمیں گر یہ ہوتي — رہتا ہے آندھیوں میں روشن - یہ وہ دیا ہے
وہ دن گئے کہ نازاں تھي قوم سلطنت پر — اب قوم کو خدا کا یا اپنا آسرا ہے
بس سلطنت یہي ہے مل بیٹھنا ہمارا — یہ چھت نہ سمجھو سر پر - یہ سایۂ ہما ہے
گمگشتہ تخت - جسکو پھرتے ہیں ڈھونڈھتے ہم — لگتا ہے کچھہ - تو اس کا لگتا یہیں پتا ہے
وہ مشکلیں کرینگے اب حل ہمیں تمہیں کچھہ — جن مشکلوں کا ہمکو اور تمکو سامنا ہے
ہم میں اگر مخالف کچھہ ہوں اس انجمن کے — معذور ہیں وہ انسے - شکوہ نہ کچھہ گلا ہے
فوجِ کمک کو اکثر سمجھا ہے فوجِ دشمن — حملہ کمک پہ اپني اپنوں نے خود کیا ہے
نادم ہوئے ہیں لیکن روشن ہوا ہے جب دن — انساں سے یہ ہمیشہ ہوتي رہي خطا ہے
قدر ایسي مجلسوں کي مدت میں ہوگي ہمکو — ابتک ضرورتوں نے مضطر نہیں کیا ہے

سنتے ہیں حالي سخن میں تہي بہت وسعت ابہي — نہیں سخنور کے لیے چاروں طرف راہیں نہاں
داستاں کوئي بیاں کرتا تہا حسن و عشق کي — اور تصوف کا سخن میں رنگ بہرتا تہا کوئي

گاہ غزلیں لکہہ کے دل یاروں کے گرماتے تہے لوگ
گہ قصیدے پڑہ کے خلعت اور صلے پاتے تہے لوگ

پر ملي ہم کو مجال نغمہ اس محفل میں کم — راگني نے وقت کي اپني دیا ہمکو نہ دم
نالۂ و فریاد کا ٹوٹا کہیں جاکر نہ سم — کوئي یہاں رنگیں ترانہ چہیڑنے پائے نہ ہم

سینہ کوبي میں رہے جب تک کہ دم میں دم رہا
ہم رہے اور قوم کے ادبار کا ماتم رہا

ترکیب بند مرتبۂ سنہ ۱۸۹۲ع مطابق سنہ ۱۳۱۰ ہجري

جو محمدن ایجوکیشنل کانفرنس کے ساتویں اجلاس میں بمقام دہلي پڑہا گیا

یہ خاک - آج جسپر ہیں جمع اہل آرا — یہاں ہوچکے کرشمے کیا کیا ہیں آشکارا
اس باغ میں بہاریں جو جو گذر چکي ہیں — آنکہوں کے روبرو ہے گویا سماں وہ سارا
کل جشن فتح تہا یہاں - ہے آج جشن شادي — ہر دم عروج پر ہے اسلام کا ستارا
بلبن کے آج مہماں خاقاں ہیں اور سلاطیں — اصطخر ہے کہ دلي ؟ بلبن ہے یا کہ دارا ؟
فیروز شہ کي ہے کل تیتہے سے آمد آمد — دولہا بنا ہوا ہے تزئیں سے شہر سارا
تغلق کا آج لشکر تیمور کے مقابل — پہر مدافعت ہے میدان میں صف آرا
مغلوں کے آرہے ہیں کل جشن فتح و نصرت — تیمور سے زمانہ ہے بر سر مدارا
آتا ہے آج بابر لودي پہ فتح پاکر — ہیں شوق شاہ نو میں پیر و جواں خود آرا
کل سوریوں میں ہر سو بجتے ہیں شادیانے — مغلوں کا آرہا ہے گردش میں پہر ستارا
ہے جشن فتح پہر آج چغتائیوں میں برپا — اقبال نے ہے گویا مغلوں سے قول ہارا
جس دہوم سے ہے گہر گہر جشن جلوس اکبر — ہے گرد اسکے آگے جشن قباد و دارا
شاہ جہاں خوشي سے پہولا نہیں سماتا — تعمیر ہو چکے ہیں شہر و فصیل و بارہ
طیاري اس خوشي میں جشن عظیم کي ہے — گویا کہ ہے جہاں میں جشن سدہ دوبارا
اطراف ہند سے ہیں اعیان ملک آئے — پاکر حضور شہ سے سب جشن کا اشارا
ارکان سلطنت ہیں سب پائے تخت حاضر — بالائے تخت طاؤس ہے شاہ جلوہ آرا

وہ جشن کرنے والے گو خاک میں نہاں ہیں
پر جشن انکے اب تک سب زیب داستاں ہیں

وضعداري ميں نه تها اُسكا زمانه ميں بدل   وضع ميں اُسكي تغير تها نه عادت ميں خلل
وقت كي تاثير كا اُسپر نه چلتا تها عمل   انقلاب دهر كي زد سے گيا تها وه نكل

اُسكے آگے اِن نئے سانگوں كي كچهه هستي نه تهي
اُس په چلتي كچهه زمانه كي زبردستي نه تهي

كي تهي جو بچپن سے طرز زندگاني اختيار   اُسميں فرق آيا نه وقت واپسيں تک زينهار
كوه راسخ كي طرح تها ايک حالت پر قرار   وضع اُسكي - جو كه تهي وضع سلف كي يادگار

قوم كے از ياد رفته خواب كي تعبير تهي
عهد عالمگير و اكبر شاه كي تصوير تهي

سر په دنيا كے علايق كا تها گو بار گراں   پر هر اک حالت ميں هلكي پهول سي رهتي تهي جاں
پا بگل دنيا ميں - پر دنيا كے غم سے بركراں   رنج هو يا هو خوشي - جب جاكے ديكهو شادماں

ظاهرا پابند تها دنيا كي رسم و راه كا
دل مگر پايا تها ايسا جيسا اهل الله كا

منقبض اُسكو نه مكروهات ميں پايا كبهي   غم سے دنيا كے نه پيشاني په بل لايا كبهي
دل كسي باد مخالف سے نه كملايا كبهي   تلخي دوراں سے چتون پر نه ميل آيا كبهي

كي بسر دارالمحن ميں بزم عشرت كي طرح
عمر كاٹي دوزخ دنيا ميں جنت كي طرح

مٹ گئي افسوس اک ايسي سلف كي يادگار   قوم ميں جس كي مثال آينده كم ديكهيں گے يار
گل كهلائيں گے نئے - گلشن ميں اب باد بهار   رنگ هوگا جن ميں - ليكن بو نه هوگي زينهار

كرتے هيں جب اِن حوادث كے نظر انجام پر
قوم ميں اک همكو سناٹا سا آتا هے نظر

اک زمانه تها كه تها هم سے موافق روزگار   اهل علم و فضل و دانش كا نه تها هم ميں شمار
ايسے حاصل خيز دنيا ميں نه هوں گے كشت زار   جيسے مردم خيز تهے اسلام كے شهر و ديار

مرتا تها كامل تو كامل تر نظر آتا تها يهاں
سورج آتا تها نكل جب چاند چهپ جاتا تها يهاں

يا يه اب پهنچي هے هم ميں نوبت قحط الرجال   ايک اُٹهه جاتا هے دنيا سے اگر صاحب كمال
دوسري ملتي نهيں دنيا ميں پهر اُسكي مثال   ذات باري كي طرح گويا كه تها وه بيمثال

ظاهرا اب وقت آخر هے هماري قوم كا
مرثيه هے ايک كا اب نوحه ساري قوم كا

وہ زمانہ جبکہ تہا دلي ميں اک محشر بپا   نفسي نفسي کا تہا جب چاروں طرف غل ہو رہا
اپنے اپنے حال ميں چھوٹا بڑا تہا مبتلا   باپ سے فرزند اور بہائي سے بہائي تہا جدا

موج زن تہا جبکہ درياے عتاب ذوالجلال
باغيوں کے ظلم کا دنيا پہ نازل تہا وبال

ديکھکر ياروں کو جب آنکہيں چرا جاتے تہے يار   ساتہہ دينا تہا کسيکا موت سے شونا دوچار
يار سے يار آشنا سے آشنا تہے شرمسار   شہر ميں تہي چار سو گويا قيامت آشکار

آگ تہي اک مشتعل ايسي کہ تہا جس سے خطر
جل نہ جائيں اسکے شعلے سے کہيں سب خشک و تر

ہو رہا تہا جب کہ کہوٹے اور کہرے کا امتحان   کر رہا تہا اپنے جوہر خلق کا پہلا نبرد
ايک جانب تہي اگر خندق تو اک جانب کنواں   بال سے باريک تر بہي راہ ان کے درميان

راہرو دگدا ميں تہے اور راہ پُرخوف و خطر
اسنے دکہلايا کہ يوں چلتے ہيں سيدہي راہ پر

مجرم و بے جرم ميں تہا حاکموں کو اشتباہ   عدل تہا مجرم کا دشمن اور بري کا عذر خواہ
مجرموں کے جرم پر ديوار و در تہے سب گواہ   پر نہ تہا کوئي شفيع ان کا کہ جو تہے بے گناہ

ايسے نازک وقت ميں مردانگي جو اسنے کي
اہل انصاف اسکو بہولے ہيں نہ بہولينگے کبہي

بالقيں جن ملزموں کو اسنے سمجہا بے خطا   مارشل لا ميں ثبوت ان کي صفائي کا ديا
چين سے بيٹہا نہ جب تک ہوگيا اک اک رہا   جو کہ تہے نادار کي ان کي اعانت برملا

زر ديا کہانا ديا کپڑا ديا بستر ديا
بے ٹہکانوں کو ٹہکانا - بے گہروں کو گہر ديا

قصے جہگڑوں ميں کبہي پڑنے کي خو جسکي نہ تہي   دي گواہي جسنے ہرگز جہوٹي يا سچي نہ تہي
جسنے صورت تک عدالت کي کبہي ديکہي نہ تہي   ہاتہہ سے جسنے بڑوں کي آن اب تک دي نہ تہي

بيگناہوں کے ليے وہ رات دن چکر ميں تہا
پانو ايک اسکا عدالت ميں تہا اور اک گہر ميں تہا

جبکہ عنقا تہي ديانت بَيْنَ ابناء الزمان   تہي امانت جسکي اسکے پاس ہلکي يا گراں
خوف ميں پاس اپنے رکہا اسکو مثل پاسباں   کي حوالے مالکوں کے جب ہوا امن و اماں

ايک عالم ناخدا ترسي ميں جب بيباک تہا
اسکا دامن تہا کہ ہر دہبے سے بالکل پاک تہا

طب مسلمانوں کي لي اُسکي مسيحائي نے تھام   ورنه اب تک اُسکي تُرکي هو چکي هوتي تمام
رونقِ طبّ جديد اور اسپه ميلِ خاص و عام   درس گاهوں اور دوا خانوں کا اُسکے انتظام
ديکهه کر تها اک زمانه اُس کي خوبي کا مُقر
طب يوناني گئي تهي خلق کي نظروں سے گِر

سرجنوں کے ديکهه ديکهه آلات و اعمال و حيل   آ گيا تها رائے ميں زود اعتقادوں کي خلل
ديں مگر اُس کي مسيحائي نے سب رائيں بدل   طبِّ يوناني گئي کچهه دن کو پهر گِر کر سنبهل
سلطنت اور عقل تهي جس فوج کي همت فزا
ايک طاقت اسکے حملوں سے هوئي عهده برا

گو کہ جاتے تهے شفاخانوں ميں خاص و عام سب   پر اُلجهه جاتے تهے سخت امراض ميں بيمار جب
خلق کا پهر ملجا و ماوي اُسيکا تها مطب   اُسکے بيماروں کو - گو مايوس هوں يا جاں بلب
سوءِ تدبير و معالج کي خطا کا ڈر نه تها
موت کا ڈر تها - مگر مهلک دوا کا ڈر نه تها

رکهتے هيں آلات پر سرجن بهروسا جسقدر   کرتے هيں معلوم جو جو اُنسے امراض بشر
وہ بتا ديتا تها سب کچهه رکهکے اُنگلي نبض پر   اُسکي اک اُنگلي په تهے قربان سو تهرمامٹر
نارسا تهيں دور بينيں اهل صنعت کي جهاں
جا پهنچتي تهي نگاہ دوربيں اُس کي وهاں

شهر کے سب مرد و زن - پير و جواں - خرد و کلاں   تهے قوي پشت اُس سے ايسے جيسے پشتے سے مکاں
جسکو نسخه ديديا لکهکر وہ يه سمجها که هاں   زندگاني کے ابهي کچهه اور دن باقي هيں يهاں
گو که ماتم ملک ميں هے اُسکا هرسو آج کل
پر گئي اے شهر تيري جان هي گويا نکل

کيا عجب - پيدا هوں پهر ايسے طبيب اور چاره گر   جو که تشخيص مرض ميں رکهتے هوں غائر نظر
خلق کو تکيه هو جن کي رائے اور تدبير پر   شهر ميں هوں مرجع کل - ملک ميں هوں نامور
جمع هوں محمود خاں کے ذات ميں اُنکي کمال
هے يه سب ممکن - مگر محمود خاں ملنا محال

راستي اور راستبازي اُس کي تهي ضرب المثل   اُسکے کاموں ميں ريا تهي اور نه باتوں ميں دغل
امتحاں کے وقت جب تها نظم عالم ميں خلل   راستبازوں کي گئي تهي تهيک جب هر سو نکل
کهوٹ سے اُس آنچ ميں نکلا وہ خالص اسطرح
آگ ميں تپ کر کهرا رهتا هے کندن جسطرح

ملک میں ہر سو وہی پھر بول بالا تھا ترا   تھا جہاں علم و ہنر - گودوں کا پالا تھا ترا
تھی جہاں کچھ روشنی وہ سب اجالا تھا ترا   پھر جو دیکھا غور سے وہ اک سنبھالا تھا ترا

چاند نکلا تھا گہن سے جو - وہ پھر گہنا گیا
چار دن کی چاندنی تھی - پھر اندھیرا چھا گیا

علم والے علم کے دریا بہاکر چل دیے   واعظان قوم سوتوں کو جگاکر چل دیے
کچھ سخنور تھے کہ سحر اپنا دکھاکر چل دیے   کچھ مسیحا تھے کہ مردوں کو جلاکر چل دیے

ایک تختہ رہ گیا تھا تیری ٹوٹی ناؤ کا
لے گئی سیل فنا اُسکو بھی اے دلی بہا

جا چکی تھی تجھ سے گو اے شہر عظمت قوم کی   ہو چکی تھی آبرو مدت سے رخصت قوم کی
پر کچھ اک محمود خاں کے دم سے تھی پت قوم کی   اُٹھ گیا وہ بھی جہاں سے آہ - قسمت قوم کی

کیا دکھا کر اب دلائیگا سلف کو یاد تو
ناز اب کس پر کریگا اے جہان آباد تو

تجھ میں ہے دلی ! کوئی اب ایسا مقبول جہاں ؟   نازش دارالخلافت مرجع ہندوستاں
ہند سے لے تا عرب کشمیر سے تا انڈماں   بچہ بچہ کی زباں پر نام ہے جسکا رواں

نیم جانوں کا مسیحا اور غریبوں کا طبیب
خود حکیموں کا معالج اور طبیبوں کا طبیب

ہے کوئی اب تجھ میں ہیرو ایسا یکتائے زماں ؟   واقعات زندگی کو دیجے گر اُس کے بیاں
سمجھیں اک افسانہ ناواقف اُسے اور داستاں   ہے عجب خیز الحق سیرت محمود خاں

یا وہ اک جوہر الگ تھا جوہر انسان سے
یا نکلتے اب نہیں ایسے جواہر کان سے

اُس کا تھا دیوان خانہ ملک کا دارالشفا   خلق کا دن رات رہتا تھا جہاں تانتا بندھا
مفت بیماروں کو اُسکے در سے ملتی تھی دوا   فکر نذرانہ کا تھا اُن کو نہ شکرانہ کا تھا

اُسکے استغنا سے جھک جاتا تھا سر مغرور کا
اور عنایت سے کھل جاتا تھا کنول مزدور کا

بے حقیقت اُسنے سمجھا مال و دولت کو سدا   تھے برابر اُسکے نزدیک اغنیا اور بینوا
گو طبیب اور ڈاکٹر تھے شہر میں بے انتہا   کوئی مفلس کا نہ تھا پرسان حال اُسکے سوا

کرتے ہیں جو دعوئ ہمدردئ نوع بشر
اُسنے باطل کردیے تھے اُنکے دعوے سربسر

لیکن آخر طبع دوراں کا ہے جیسے اقتضا   ہر ترقي کي ہے حد - ہر ابتدا کي انتہا
جب که دوره اپنا تو دنیا میں پورا کر چکا   وقت - اے جان جہاں ! تیرا بھي آخر آلگا

گردش افلاک کے ہونے لگے تجھپر بھي وار
تیرے گلشن سے بھي کوچ آخر لگي کرنے بہار

تجھه پہ اے دارالخلافت انقلاب آنے لگے   غیب سے تجھکو تباہي کے خطاب آنے لگے
طالع مشفق کے پیغام عتاب آنے لگے   تیره بختي کے نظر یاروں کو خواب آنے لگے

دولت و اقبال کا بندھنے لگا رخت سفر
تجھه سے اے دار العلوم اٹھنے لگا علم و ہنر

ہوئے تیرے مُحدّث زہي دار السلام   کر گئے دنیا سے رحلت تیرے مفتي اور امام
ہوگیا رخصت جہاں سے تیرا جاه و احتشام   رفته رفته ہوگئي سب صاحبي تیري تمام

مجلسیں برہم ہوئیں - زیر و زبر دیواں ہوئے
خانقاہیں بے چراغ اور مدرسے ویراں ہوئے

چل دیے نوبت به نوبت تیرے شاعر اور ادیب   مٹ گئي تیري طبابت - چھٹ گئے تیرے طبیب
جاگ جاگ آخر سدا کو سو گئے تیرے نصیب   اس گلستاں سے نه اٹھي پھر صداے عندلیب

جنکو کھو بیٹھے - نظیر آن کا کہیں پایا نه پھر
جو گیا - اسکا کوئي قائم مقام آیا نه پھر

کر گئے اخلاق اور آداب سب تجھه سے سفر   گر گیا نظروں سے تیرا سب جلال و جاه و فر
چھن گئے تاج شرف سے تیرے سب لعل و گہر   تجھه کو اے دارالخلافت کھا گئي کس کي نظر

علم ہے باقي نه اب دولت ہے تیرے پاس وه
اے گل پژمرده تیري کیا ہوئي بو باس وه

دور آخر میں که تیرا تیل تھا سب جل چکا   بجھتے بجھتے تھا کچھه اک تو نے سنبھالا سا لیا
خاک نے یہاں تیري پھر اُگلے وه لعل بے بہا   جنسے روشن ہوگیا کچھه دن کو نام اسلاف کا

عہد ماضي کا سماں آنکھوں میں سب کے چھا گیا
خواب جو بھولا ہوا مدت کا تھا یاد آگیا

جاه و مکنت قوم کي گو تجھه میں کچھه باقي نه تھي   پر نه کي عرض ہنر میں تونے اب بھي کوتھي
اس بزرگي سے گذاري تیرھویں تو نے صدي   پھر گئي آنکھوں میں پھر تصویر دور اکبري

علم دین و شعر و حکمت طب و تاریخ و نجوم
ڈال دي پھر اپني تونے چارسو ہر فن میں دھوم

شاذ و نادر تھا تصوف میں کوئی تیرا نظیر   آب و گل کا تیرے تھا گویا تصوف سے خمیر
تیرے کھنڈروں میں پڑے سوتے ہیں وہ مہر منیر   تھا کبھی انوار سے جن کے زمانہ مستنیر
آج جس دولت کا بازار جہاں میں کال ہے
تیرا قبرستان اس دولت سے مالا مال ہے

طب میں گو یونانیوں کا سب سے آگے تھا قدم   آن کر اسنے لیا تھا دوسرا تجھ میں جنم
جب کہ تو آباد تھا دنیا میں اے باغ ارم   بھرتے تھے تیرے اطبا بھی مسیحائی کا دم
ہند میں جاری تجھی سے طب یونانی ہوئی
شہر شہر اس جنس کی یہاں تجھسے ارزانی ہوئی

خاک سے اٹھے ہیں تیری جیسے جیسے نکتہ ور   اک جہاں شیوا بیانی سے ہے ان کی با خبر
راس تھی آب و ہوا تیری سخن کو جس قدر   سو کو ہوئی نہ راس ویسی ہوائے کاشغر
حسن صورت میں اگر ضرب المثل نوشاد تھا
حسن معنی تیرا حصہ اے جہان آباد تھا

لیکے ساتھہ اسلام نکلا تھا عرب سے جو علوم   جنمیں تھی اسلامیوں کی چار سو عالم میں دھوم
دولت و اقبال کا جب تک رہا تجھہ پر ہجوم   کھیتیوں پر تیری ابر آتے تھے اُنکے جھوم جھوم
آئی گلشن میں نہ تیرے بھول کر فصل خزاں
تیری سرحد میں رہا ہر علم و دانش کا سماں

جس طرح تھا فضل و دانش میں ترا مشہور نام   تھے تمدن میں بھی پیرو تیرے جمہور انام
آدمیت سیکھنے آتے تھے تجھہ سے خاص و عام   شہری و بدوی تری تقلید کرتے تھے مدام
رسم میں آئین میں اوضاع میں اطوار میں
طرز میں انداز میں رفتار میں گفتار میں

رہ گیا باہر سے آکر جو کہ تجھہ میں چند سال   ڈھل گئے سانچے میں گویا اُسکے عادات اور خصال
آکے بن جاتا تھا یہاں نقصان انساں کا کمال   تیرے پرچھاویں سے موتی بن کے جاتے تھے سفال
آتے ہی انسان کی کایا پلٹ جاتی تھی یہاں
چار دن میں اور ہی صورت نکل آتی تھی یہاں

تیرا معمورہ تھا اک عالم میں مرجع اور مآب   آن کر لیتے تھے یہاں تمکین جہاں کے انتخاب
بستے تھے اطراف سے آ آکے تجھہ میں شیخ و شاب   کردیا تھا تیری آبادی نے ملکوں کو خراب
جمگھٹا تھا تجھہ میں ترک و فرس و روم و زنگ کا
دستہ تھا گویا کہ تو گلہائے رنگا رنگ کا

ختم تھی اک زباں پہ شیرینی ڈھونڈھتے کیا ھو سیب و رماں میں
حصر تھی اک بیاں میں رنگینی کیا دھرا ھے عقیق و مرجاں میں
اب جادو بیاں ھوا خاموش گوش گل وا ھے کیوں گلستاں میں
گوش معنی شنو ھوا بے کار مرغ کیوں نعرہ زن ھے بستاں میں
وہ گیا جس سے بزم روشن تھی شمع جلتی ھے کیوں شبستاں میں
نہ رہا جس سے تھا فروغ نظر سرمہ بنتا ھے کیوں صفاھاں میں

ماہ کامل میں آ گئی ظلمت
آب حیواں پہ چھاگئی ظلمت

ھند میں نام پائیگا اب کون سکہ اپنا بٹھائیگا اب کون
ھمنے جانی ھے اُس سے قدر سلف اُن پر ایمان لائیگا اب کون
اُس نے سب کو بھلادیا دل سے اُسکو دل سے بھلائیگا اب کون
تھی کسی کی نہ جسمیں گنجایش وہ جگہ دل میں پائیگا اب کون
اُس سے ملنے کو یہاں ھم آتے تھے جاکے دلی سے آئیگا اب کون
مرگیا قدردان فہم سخن شعر ھمکو سنائیگا اب کون
مرگیا تشنۂ مذاق کلام ھمکو گھر سے بلائیگا اب کون
تھا بساط سخن میں شاطر ایک ھمکو چالیں بتائیگا اب کون

شعر میں ناتمام ھے حالی
غزل اُسکی بنائیگا اب کون

مسدس مرتبۂ سنہ ۱۳۱۰ ھجری

مرثیہ جناب حکیم محمود خاں مرحوم دھلوی

اے جہان آباد - اے اسلام کے دارالعلوم اے کہ تھی علم و ھنر کی تیرے اک عالم میں دھوم
تھے ھنرور تجھہ میں اتنے - جتنے گردوں پر نجوم تھا افاضہ تیرا جاری ھند سے تا شام و روم

زیب دیتا تھا لقب تجھکو جہان آباد کا
نام روشن تجھسے تھا غرناطۂ و بغداد کا

تیری طینت میں ودیعت تھا مذاق علم دیں جیسے آمی تجھہ میں تھے عالم نہ تھے ایسے کہیں
ھند میں جو تھا محدث تھا وہ تیرا خوشہ چیں تھی محدث خیز اے پاتخت تیری سرزمیں

تھا تفقّہ بھی مُسَلَّم تیری خاک پاک کا
بیہقی وقت تھا ایک اک فقیہ اس خاک کا

تلخیٔ غم کہیں نہیں جاتی　　جان شیریں بھی کھو کے آج
کس کو لاتے ہیں بہر دفن کہ قبر　　ہمہ تن چشم انتظار ہے آج

غم سے بھرتا نہیں دل ناشاد
کس سے خالي هوا جہان آباد

نقد معني کا گنجداں نہ رہا　　خوان مضموں کا میزباں نہ رہا
ساتھ اُسکے گئي بہار سخن　　اب کچھہ اندیشۂ خزاں نہ رہا
ہوا ایک کارواں سالار　　کوئي سالار کارواں نہ رہا
رونق حسن تہا بیاں اُس کا　　گرم بازار گلرخاں نہ رہا
عشق کا نام اُس سے روشن تہا　　قیس و فرہاد کا نشاں نہ رہا
ہوچکیں حسن و عشق کي باتیں　　گل و بلبل کا ترجماں نہ رہا
اہل ہند اب کرینگے کس پر ناز　　رشک شیراز و اصفہاں نہ رہا
زندہ کیونکر رہیگا نام ملوک　　بادشاہوں کا مدح خواں نہ رہا
کوئي ویسا نظر نہیں آتا　　وہ زمیں اور وہ آسماں نہ رہا

اُٹھہ گیا - تہا جو مایہ دار سخن
کسکو ٹھیرائیں اب مدار سخن

کیا ہے جس میں وہ مردکار نہ تہا　　اک زمانہ کہ سازگار نہ تہا
شاعري کا کیا حق اُس نے ادا　　پر کوئي اُس کا حقگزار نہ تہا
بے صلہ مدح و شعر بے تحسیں　　سخن اُس کا کسي پہ بار نہ تہا
نذر سائل تہي جان تک لیکن　　در خور همت اقتدار نہ تہا
ملک و دولت سے بہرہور نہوا　　جان دینے پہ اختیار نہ تہا
خاکساروں سے خاکساري تہي　　سر بلندوں سے انکسار نہ تہا
لب پہ احباب سے بہي تہا نہ گلا　　دل میں اعدا سے بہي غبار نہ تہا
بے ریائي تہي زهد کے بدلے　　زهد اُس کا اگر شعار نہ تہا
ایسے پیدا کہاں هیں مست و خراب　　همنے مانا کہ هوشیار نہ تہا

مظہر شان حسن فطرت تہا
معنئ لفظ آدمیت تہا

کچھہ نہیں فرق باغ و زنداں میں　　آج بلبل نہیں گلستاں میں
شہر سارا بنا ہے بیت حزن　　ایک یوسف نہیں جو کنعاں میں
ملک یکسر ہوا ہے بے آئیں　　اک فلاطوں نہیں جو یوناں میں

دل کو باتیں جب اسکی یاد آئیں ۔ کس کی باتوں سے دلکو بہلائیں
کس کو جاکر سنائیں شعر و غزل ۔ کس سے داد سخنوری پائیں
مرثیہ اس کا لکھتے ہیں احباب ۔ کس سے اصلاح لیں کدھر جائیں
پست مضموں ہے نوحۂ استاد ۔ کس طرح آسماں پہ پہنچائیں
لوگ کچھہ پوچھنے کو آئے ہیں ۔ اہل میت جنازہ ٹھیرائیں
لائیں گے پھر کہاں سے غالب کو ۔ سوئے مدفن ابھی نہ لیجائیں
اسکو اگلوں پہ کیوں نہ دیں ترجیح ۔ اہل انصاف غور فرمائیں
قدسی و صائب و اسیر و کلیم ۔ لوگ جو چاہیں انکو ٹھیرائیں
ہمنے سب کا کلام دیکھا ہے ۔ ہے ادب شرط منہ نہ کھلوائیں

غالب نکتہ داں سے کیا نسبت
خاک کو آسماں سے کیا نسبت

نثر حسن و جمال کی صورت ۔ نظم غنج و دلال کی صورت
تہنیت اک نشاط کی تصویر ۔ تعزیت اک ملال کی صورت
فال اس کا وہ آئنہ جسمیں ۔ نظر آتی تھی حال کی صورت
اس کی توجیہ سے پکڑتی تھی ۔ شکل امکاں محال کی صورت
اس کی تاویل سے بدلتی تھی ۔ رنگ ہجراں وصال کی صورت
لطف آغاز سے دکھاتا تھا ۔ سخن اس کا مآل کی صورت
چشم دوراں سے آج چھپتی ہے ۔ انوری و کمال کی صورت
لوح امکاں سے آج مٹتی ہے ۔ علم و فضل و کمال کی صورت
دیکھہ لو آج پھر نہ دیکھوگے ۔ غالب بے مثال کی صورت

اب نہ دنیا میں آئیں گے یہ لوگ
کہیں ڈھونڈے نہ پائیں گے یہ لوگ

شہر میں جو ہے سوگوار ہے آج ۔ اپنا بیگانہ اشکبار ہے آج
نازش خلق کا محل نہ رہا ۔ رحلت فخر روزگار ہے آج
تھا زمانے میں ایک رنگیں طبع ۔ رخصت موسم بہار ہے آج
بار احباب جو اٹھاتا تھا ۔ دوش احباب پر سوار ہے آج
تھی ہر اک بات نیشتر جس کی ۔ اسکی چپ سے جگر فگار ہے آج
دلمیں مدت سے تھی خلش جسکی ۔ وہی برچھی جگر کے پار ہے آج
دل مضطر کو کون دے تسکین ۔ ماتم یار غمگسار ہے آج

بے حقیقت ہے شکل موج سراب　　جام جمشید و راح ریحانی
لفظ مہمل ہے نطق سحبانی　　حرف باطل ہے عقل یونانی
ایک دھوکا ہے لحن داؤدی　　اک تماشا ہے حسن کنعانی
نہ کروں تشنگی میں تر لب خشک　　چشمۂ خضر و آب حیوانی
لوں نہ اک مشت خاک کے بدلے　　[illegible] حشمت سلیمانی

بحر ہستی بجز سراب نہیں
چشمۂ زندگی میں آب نہیں

جس سے دنیا نے آشنائی کی　　اُس نے آخر کو بے وفائی کی
تجھپہ بھولے کوئی عبث اے عمر　　[illegible] جس سے بیوفائی کی
ہے زمانہ وفا سے بیگانہ　　ہاں [illegible] مجکو آشنائی کی
یہ وہ بے مہر ہے کہ ہے اس کی　　صلح میں چاشنی لڑائی کی
ہے یہاں حظ وصل سے محروم　　جس کو طاقت نہ ہو جدائی کی
ہے یہاں حفظ وضع سے مایوس　　جس کو عادت نہ ہو گدائی کی
خندۂ گل سے بے بقا تر ہے　　شان ہو جس میں دلربائی کی
جنس کاسد سے ناروا تر ہے　　خوبیاں جس میں ہوں خدائی کی
بات بگڑی رہی سہی افسوس　　آج خاقانی و سنائی کی

رشک عرفی و فخر طالب مرد
اسداللہ خان غالب مرد

بلبل ہند مرگیا ہیہات　　جسکی تھی بات بات میں اک بات
نکتہ داں نکتہ سنج نکتہ شناس　　پاک دل پاک ذات پاک صفات
شیخ اور بذلہ سنج شوخ مزاج　　رند اور مرجع کرام و ثقات
لاکھہ مضموں اور اُسکا ایک ٹھٹھول　　سو تکلف اور اُسکی سیدھی بات
دل میں چبھتا تھا وہ اگر بمثل　　دن کو کہتا دن اور رات کو رات
ہوگیا نقش دل پہ جو لکھا　　قلم اُسکا تھا اور اُس کی دوات
تھیں تو دلی میں آسکی باتیں تھیں　　لے چلیں اب وطن کو کیا سوغات
اُسکے مرنے سے مرگئی دلی　　خواجہ نوشہ تھا اور شہر برات
یہاں اگر بزم تھی تو اُس کی بزم　　یہاں اگر ذات تھی تو اُسکی ذات

ایک روشن دماغ تھا - نہ رہا
شہر میں اک چراغ تھا - نہ رہا

غرور سب عیبوں سے بدتر ہے

ممکن نہیں یہ کہ ہو بشر عیب سے دور — پر عیب سے بچیئے تا بمقدور ضرور
عیب اپنے گھٹاؤ - پر خبردار رہو — گھٹنے سے کہیں آنکے نہ بڑھجائے غرور

گفتار و کردار میں اختلاف

جو کرتے ہیں کچھہ - زباں سے کہتے ہیں وہ کم — ہوتے نہیں ساتھہ جمع - دم اور قدم
بڑھتا گیا جسقدر کہ حسن گفتار — بس اتنے ہی گھٹتے گئے کردار میں ہم

شرط قبول

ممکن ہے کہ جوہر کی نہ ہو قدر کہیں — پر قدر کہیں بغیر جوہر کے نہیں
عنبر کو نہ لیں مفت یہ امکاں ہے - مگر — عنبر کی جگہ نہ لیگا کوئی سرگیں

طالب کو سوچ سمجھکر پیر بنانا چاہیئے

ہوں یا نہ ہوں پیر اہل عرفان و یقیں — پر ڈر ہے کہ طالب نہ ہوں نادان کہیں
گاہک کو ہے احتیاج چار آنکھوں کی — اور ایک کی بھی بیچنے والے کو نہیں

عالم و جاہل میں کیا فرق ہے

ہیں جہل میں سب عالم و جاہل ہمسر — آتا نہیں فرق اسکے سوا انمیں نظر
عالم کو ہے علم اپنی نادانی کا — جاہل کو نہیں جہل کی کچھہ اپنے خبر

موجودہ ترقی کا انجام

پوچھا جو دل نے انجام ترقی بشر — یاروں سے کہا پیر مغاں نے ہنسکر
باقی نہ رہیگا کوئی انساں میں عیب — ہو جائیں گے جہل جہلا کے سب عیب ہنر

ترکیب بند - مرتبہ سنہ ۱۲۸۵ ہجری

مرثیۂ جناب مرزا اسداللہ خاں مرحوم دہلوی متخلص بہ غالب

کیا کہوں حال درد پنہانی — وقت کوتاہ و قصہ طولانی
عیش دنیا سے ہوگیا دل سرد — دیکھکر رنگ عالم فانی
کچھہ نہیں جز طلسم خواب و خیال — گوشۂ فقر و بزم سلطانی
ہے سراسر فریب و وہم و گماں — تاج فغفور و تخت خاقانی

ترک شعر عاشقانہ

بلبل کی چمن میں ہمزبانی چھوڑی — بزم شعرا میں شعر خوانی چھوڑی
جب سے دل زندہ تو نے ہمکو چھوڑا — ہم نے بھی تری رام کہانی چھوڑی

پیران زندہ دل

خوش رہتے ہیں دکھ میں کامرانوں کی طرح — ہیں ضعف سے لڑتے پہلوانوں کی طرح
دل اُن کے ہیں - ظرف اُنکے - جو کرتے ہیں تیر — ہنس بول کے پیری کو جوانوں کی طرح

نیکی اور بدی پاس پاس ہیں

جو لوگ ہیں نیکیوں میں مشہور بہت — ہوں نیکیوں پر اپنی نہ مغرور بہت
نیکی ہی خود اک بدی ہے گر ہو نہ خلوص — نیکی سے بدی نہیں ہے کچھ دور بہت

امتحان کا وقت

زاہد کہتا تھا جاں ہے دیں پر قربان — پر آیا جب امتحان کی زد پر ایمان
کی عرض کسی نے کہیے اب کیا ہے صلاح — فرمایا کہ بھائی جان! جی ہے تو جہان

عشق

ہے عشق طبیب دل کے بیماروں کا — یا گھر ہے وہ خود ہزار آزاروں کا
ہم کچھ نہیں جانتے - پر اتنی ہے خبر — اک مشغلہ دلچسپ ہے بیکاروں کا

نیکوں کی جانچ

نیکوں کو نہ ٹھیرائیو بد اے فرزند — ایک آدھ ادا اُنکی اگر ہو نہ پسند
کچھ نقص انار کی لطافت میں نہیں — ہوں اُسمیں اگر گلے سڑے دانے چند

دوستوں سے بے جا توقع

تا زیست وہ محو نقش موہوم رہے — جو طالب دوستان معصوم رہے
اصحاب سے بات بات پر جو لڑتے — صحبت کی وہ لوگوں سے محروم رہے

شراب اور جوانی

ہو بادہ کشی پر نہ جوانو مفتون — گردن پہ نہ لو عقل خداداد کا خوں
خود عہد شباب اک جنوں ہے - اب تم — کرتے ہو فزوں جنوں پہ اک اور جنوں

کبک و قمري ميں هے جهگڑا که چمن کسکا هے
کل بتادےگي خزاں يه که وطن کسکا هے

دم سے يوسف کے جب آباد تها يعقوب کا گهر
چرخ کهتا تها که يه بيت حزن کسکا هے

مطمئن اس سے مسلماں نه مسيحي نه يهود
دوست کيا جانيے يه چرخ کهن کسکا هے

واعظ اک عيب سے تو پاک هے يا ذات خدا
ورنه بے عيب زمانے ميں چلن کسکا هے

آج کچهه اور دنوں سے هے سوا استغراق
عزم تسخير پهر اے شيخ زمن کسکا هے

آنکهه پڑتي هے هر اک اهل نظر کي تم پر
تم ميں روپ اے گل و نسرين و سمن کسکا هے

حسن ادهر عقل ادهر دهن ميں چلے هيں تيري
رسته اب ديکهيے دونو ميں کٹهن کسکا هے

شان ديکهي نهيں گر تونے چمن ميں اس کي
ولوله تجهميں يه اے مرغ چمن کسکا هے

هيں فصاحت ميں مثل واعظ و حالي دونو
ديکهنا يه هے که بے لاگ سخن کسکا هے

تم ميں وه سوز نه تم ميں هے وه ايماں باقي
ره گيا کيا هے اب اے گبر و مسلماں باقي

بزم دعوت ميں رسائي هوئي اپني اسوقت
ميزباں جب نه رها کوئي نه مهماں باقي

حق ادا اک نگه لطف کا هوگا کيونکر
دل و ديں لے چکے اور هے ابهي احساں باقي

ظاهراً درد هي الفت کا نهيں چاره پذير
ورنه چهوڑا نهيں همنے کوئي درماں باقي

توشه موجود هے حالي نه سواري نه رفيق
ابهي کرنے هيں بهت کوچ کے ساماں باقي

جب يه کهتا هوں که بس دنيا په اب تف کيجيئے
نفس کهتا هے ابهي چندے توقف کيجيئے

وهاں رسائي هے صبا کي اور نه قاصد کو هے بار
اس سے آخر کسطرح پيدا تعارف کيجيئے

ضبط کيجے درد دل تو ضبط کي طاقت نهيں
اور کهلا جاتا هے راز دل اگر اف کيجيئے

دوست کے تيور هيں هم هر رنگ ميں پهچانتے
بے تکلف مليے همسے يا تکلف کيجيئے

جب که عقبي مل گئي دنيا هے پهر سهل الوصول
شيخ لگتے هاتهه اسپر بهي تصرف کيجيئے

وقت تها جو کام کا حالي گنوا بيٹهے آپ
جائيے اب عمر بهر بيٹهے تاسف کيجيئے

توبه حضرت کي يونهيں اک دوده کا سا هے ابال
هم دکهادينگے ذرا دم بهر توقف کيجيئے

رباعيات

علمِ کُل

هندو سے لڑيں نه گبر سے بير کريں
شر سے بچيں اور شر کے عوض خير کريں
جو کهتے هيں يه که هے جهنم دنيا
وه آئيں اور اس بهشت کي سير کريں

ہے عید اہل اسلام یا موسم بہاراں — جنت سا تو نے سب [illegible] میں
منہ سے دھواں سا اُٹھا لیتے ہیں نام اسلام — [illegible]
پھر زخم پھوٹ نکلا - حالی نہ چھیڑنا تھا — فصل خزاں کا قصہ ذکر گل و سمن میں
گو روچکے ہیں دکھڑا - سوبار قوم کا ہم — پر تازگی وہی ہے اس قصۂ کہن میں
وہ قوم جو جہاں میں کل صدر انجمن تھی — تمغے سفا بھی اسپر کیا گذری انجمن میں
پائین بزم بھی اب ملتی نہیں اُسے جا — روندن میں ہے وہ گلبن پھولا تھا جو چمن میں
روبہ کی جون میں ہے مرعوب اب وہ ملت — تھی سہمناک کل تک جو شیر کے بن میں
وہ دن گئے کہ حکمت تھی مستند یمن کی — ہے اب بجائے حکمت خاک اُڑ رہی یمن میں
وہ دن گئے کہ موتی مشہور تھے عدن کے — ہے کال موتیوں کا اب سر بسر عدن میں
قبر اُویس پر ہے بس فخر اب قرن کو — زندہ اُویس کوئی باقی نہیں قرن میں
اس باغ کی خزاں نے کچھہ خاک سی اڑادی — فصل بہار گویا آئی نہ تھی چمن میں
ڈالی نہ ہو کہیں آگے اے دور چرخ شاید — جو ابکی تونے ہل چل ڈالی ہے انجمن میں
فوج اور بہیر دونوں پھرتی ہیں بے سری سے — گویا امیر لشکر مارا گیا ہے رن میں
خرد و بزرگ سارے ہیں بدحواس - گویا — لٹنے کی قافلہ کے پہنچی خبر وطن میں
بھولی ہوئی ہیں ڈاریں ہرنوں کی - چوکڑی سب — جائیں کدھر کہ ہرسو دَوں لگ رہی ہے بن میں
حالی بس اب نہیں یہاں سننے کی تاب باقی — مانا کہ ہے بہت کچھہ وسعت ترے سخن میں

نوک زباں نے تیری سینوں کو چھید ڈالا
ترکش میں ہے یہ پیکاں یا ہے زباں دہن میں

کچھہ ہنسی کھیل سنبھلنا غم ہجراں میں نہیں — چاک دل میں ہے مرے جو کہ گریباں میں نہیں
کھو دیا یاس نے ذوق خلش فکر وصال — اک مزا تھا سو وہ اب کاوش پنہاں میں نہیں
ہمنے کی سیر چمن غور سے اے بلبل زار — بات چبھتی ہوئی کوئی گل و ریحاں میں نہیں
عشق نے مصر میں سو بار زلیخا سے کہا — فتنۂ دہر ہے جو حسن وہ کنعاں میں نہیں
ٹھیرتے ٹھیرتے دل یوں ہی ٹھہر جائیگا — بات جو آج ہے وہ کل غم ہجراں میں نہیں
کس طرح اُسکی لگاوٹ کو بناوٹ سمجھوں — خط میں لکھا ہے وہ القاب جو عنواں میں نہیں
دی ہے واعظ نے کن آداب کی تکلیف نہ پوچھہ — بسے اُلجھاؤ ترے کاکل پیچاں میں نہیں
آدمی ہو تو کبھی پاس محبت کے نہ جائے — اب بھی کہتے ہیں کہ ہم غیر کے نقصاں میں نہیں
بے قراری تھی سب اُمید ملاقات کے ساتھہ — اب وہ اگلی سی درازی شب ہجراں میں نہیں

حالی زار کو کہتے ہیں کہ ہے شاہد باز
یہ تو آثار کچھہ اُس مرد مسلماں میں نہیں

یار خود روئیں گے کیا ؟ انپہ جہاں روتا ہے
ان کي ہنستي ہوئي شکلوں پہ نہ جانا ہرگز

آخري دور میں بھي تجھکو قسم ہے ساقي
بھر کے اک جام نہ پیاسوں کو پلانا ہرگز

بخت سوئے ہیں بہت جاگ کے اے دور زماں
نہ ابھي نیند کے ماتوں کو جگانا ہرگز

یہانسے رخصت ہو سویرے کہیں اے عیش و نشاط
نہیں اس دور میں یہاں تیرا ٹھکانا ہرگز

کبھي اے علم و ہنر گھر تہا تمہارا دلي
ہمکو بھولے ہو تو گھر بھول نہ جانا ہرگز

شاعري مر چکي اب زندہ نہو گي یارو
یاد کر کر کے اسے جي نہ کڑھانا ہرگز

غالب و شیفتہ و نیر و آزردہ و ذوق
اب دکھائےگا یہ شکلیں نہ زمانا ہرگز

مومن و علوی و صہبائي و ممنون کے بعد
شعر کا نام نہ لےگا کوئي دانا ہرگز

کر دیا مر کے یگانوں نے یگانہ ہم کو
ورنہ یہاں کوئي نہ تہا ہم میں یگانہ ہرگز

داغ و مجروح کو سن لو کہ پھر اس گلشن میں
نہ سنیگا کوئي بلبل کا ترانا ہرگز

رات آخر ہوئي اور بزم ہوئي زیر و زبر
اب نہ دیکھوگے کبھي لطف شبانا ہرگز

بزم ماتم تو نہیں بزم سخن ہے حالي
یہاں مناسب نہیں رو رو کے رلانا ہرگز

آگے بڑھے نہ قصۂ عشق بتاں سے ہم
سب کچھہ کہا مگر نہ کھلے راز داں سے ہم

اب بھاگتے ہیں سایۂ عشق بتاں سے ہم
کچھہ دلسے ہیں ڈرے ہوئے کچھہ آسماں سے ہم

خود رفتگي شب کا مزا بھولتا نہیں
آئے ہیں آج آپ میں یا رب کہاں سے ہم

درد فراق و رشک عدو تک گراں نہیں
تنگ آگئے ہیں اپنے دل شادماں سے ہم

جنت میں تو نہیں اگر اے زخم تیغ عشق
بدلینگے تجھکو زندگي جاوداں سے ہم

لینے دو چین کوئي دم اے منکر و نکیر
آئے ہیں آج چھوٹ کے قید گراں سے ہم

ہنستے ہیں اسے گریۂ بے اختیار پر
بھولے ہیں بات کہکے کوئي راز داں سے ہم

اب شوق سے بگاڑ کي باتیں کیا کرو
کچھہ پا گئے ہیں آپکي طرز بیاں سے ہم

دلکش ہر ایک قطعۂ صحرا ہے راہ میں
ملتے ہیں جا کے دیکھیئے کب کارواں سے ہم

لذت ترے کلام میں آئي کہاں سے یہ
پوچھینگے جاکے حالي جادو بیاں سے ہم

پھونکا ہے فصل گل نے صور آکے پھر چمن میں
اک حشر سا ہے برپا مرغان نغمہ زن میں

بلبل کے آگ سي کچھہ تن من میں لگ رہي ہے
بجلي گري فلک سے یا گل کھلا چمن میں

باد صبا گئي پھونک کیا جانے کان میں کیا
پھولے نہیں سماتے غنچے جو پیرہن میں

چپ ہے زبان سوسن حیراں ہے چشم نرگس
قدرت کا دیکھہ جلوہ نسرین و نسترن میں

ہیں اور تو ادائیں ساري سہي قدوں کي
بڑني ہے جان باقي بس سرو و نارون میں

اپنی جیبوں سے رہیں سارے نمازی ہشیار
اک بزرگ آتے ہیں مسجد میں خضر کی صورت

دیکھیئے شیخ مصور سے کھنچے یا نہ کھنچے
صورت اور آپ سے بے عیب بشر کی صورت

واعظو آتش دوزخ سے جہاں کو تم نے
یہ ڈرایا ہے کہ خود بنگئے ڈر کی صورت

کیا خبر زاہد قانع کو کہ کیا چیز ہے حرص
اس نے دیکھی ہی نہیں کیسۂ زر کی صورت

میں بچا تیر حوادث سے نشانہ بن کر
[illegible] سپر کی صورت

شوق میں اُس کے مزا - درد میں اُسکے لذت
ناصحو اس سے نہیں [illegible] کی صورت

حملہ اپنے پہ بھی اک بعد ہزیمت ہے ضرور
رہ گئی ہے یہی اک [illegible] ظفر کی صورت

رہنماؤں کے ہوئے جاتے ہیں اوسان خطا
راہ میں کچھ نظر آتی ہے خطر کی صورت

یوں تو آیا ہے تباہی میں یہہ بیڑا سو بار
پر ڈرانی ہے بہت آج بھنور کی صورت

ان کو حالی بھی بلاتے ہیں گھر اپنے مہماں
دیکھنا آپ کی اور آپ کے گھر کی صورت

جیتے جی موت کے تم منہ میں نہ جانا ہرگز
دوستو دل نہ لگانا نہ لگانا ہرگز

عشق بھی تاک میں بیٹھا ہے نظر بازوں کی
دیکھنا شیر سے آنکھیں نہ لڑانا ہرگز

زال کی پہلی ہی رستم کو نصیحت یہ تھی
[illegible] نہ جتانا ہرگز

چاہت اک طاعت مکروہ ہے برقع میں نہاں
کسی دلالہ کے دہوکے میں نہ آنا ہرگز

ہاتھ ملنے نہ ہوں پیری میں اگر حسرت سے
تو جوانی میں نہ [illegible] ہرگز

جتنے رہنے تھے ترے ہوگئے ویراں اے عشق
آکے ویرانوں میں اب گھر نہ بسانا ہرگز

کوچ سب کر گئے دلی سے ترے قدر شناس
قدر یاں رہ کے اب اپنی نہ گنوانا ہرگز

تذکرہ دہلی مرحوم کا اے دوست نہ چھیڑ
نہ سنا جائیگا ہم سے یہ فسانہ ہرگز

داستاں گل کی خزاں میں نہ سنا اے بلبل
ہنستے ہنستے ہمیں ظالم نہ رلانا ہرگز

ڈھونڈھتا ہے دل شوریدہ بہانے مطرب
درد انگیز غزل کوئی نہ گانا ہرگز

صحبتیں اگلی - مصور ہمیں ! یاد آئیں گی
کوئی دلچسپ مرقع نہ دکھانا ہرگز

موجزن دل میں ہیں یہاں خون کے دریا اے چشم
دیکھنا ابر سے آنکھیں نہ چرانا ہرگز

لیکے داغ آئے گا سینے پہ بہت اے سیاح
دیکھہ اس شہر کے کھنڈروں میں نہ جانا ہرگز

چپے چپے پہ ہیں یہاں گوہر یکتا تہ خاک
دفن ہوگا کہیں اتنا نہ خزانہ ہرگز

مٹ گئے تیرے مٹانیکے نشاں بھی ابتو
اے فلک اس سے زیادہ نہ مٹانا ہرگز

وہ تو بھولے تھے ہمیں - ہم بھی انہیں بھولگئے
ایسا بدلا ہے نہ بدلے گا زمانہ ہرگز

جسکو زخموں سے حوادث کے اچھوتا سمجھیں
نظر آتا نہیں ایک ایسا نشانہ ہرگز

ہمکو گر تونے رلایا تو رلایا اے چرخ
ہم پہ غیروں کو تو ظالم نہ ہنسانا ہرگز

دل نہ طاعت میں لگا جب تو لگایا غم عشق
کسی دھندے میں تو آخر یہ لگایا جاتا

اُس نے اچھا ہی کیا - حال نہ پوچھا دل کا
بھڑک اُٹھتا تو یہ شعلہ نہ دبایا جاتا

عشق سنتے تھے جسے ہم وہ یہی ہے شاید
خود بخود دل میں ہے اک شخص سمایا جاتا

اب تو تکفیر سے واعظ نہیں ہٹتا حالی
کہتے پہلے سے تو دے لیکے ہٹایا جاتا

دل سے خیال دوست بھلایا نہ جائیگا
سینے میں داغ ہے کہ مٹایا نہ جائیگا

تم کو ہزار شرم سہی مجکو لاکھہ ضبط
اُلفت وہ راز ہے کہ چھپایا نہ جائیگا

اے دل رضائے غیر ہے شرط رضائے دوست
زنہار بار عشق اُٹھایا نہ جائیگا

دیکھی ہیں ایسی اُن کی بہت مہربانیاں
اب ہم سے مُنہہ میں موت کے جایا نہ جائیگا

مے تند و ظرف حوصلۂ اہل بزم تنگ
ساقی سے جام بھرکے پلایا نہ جائیگا

راضی ہیں ہم کہ دوست سے ہو دشمنی - مگر
دشمن کو ہم سے دوست بنایا نہ جائیگا

کیوں چھیڑتے ہو ذکر نہ ملنے کا رات کے
پوچھینگے ہم سبب تو بتایا نہ جائیگا

بگڑیں نہ بات بات پہ کیوں ؟ جانتے ہیں وہ
ہم وہ نہیں کہ ہم کو منایا نہ جائیگا

ملنا ہے آپ سے - تو نہیں حصر غیر پر
کس کس سے اختلاط بڑھایا نہ جائیگا

مقصود اپنا کچھہ نہ کھلا - لیکن اس قدر
یعنی وہ ڈھونڈھتے ہیں جو پایا نہ جائیگا

جھگڑوں میں اہل دیں کے نہ حالی پڑیں بس آپ
قصہ حضور سے یہہ چکایا نہ جائیگا

مجھہ میں وہ تاب ضبط شکایت کہاں ہے اب
چھیڑو نہ تم کہ میرے بھی منہہ میں زباں ہے اب

وہ دن گئے کہ حوصلۂ ضبط راز تھا
چہرے سے اپنے شورش پنہاں عیاں ہے اب

جس دل کو قید ہستی دنیا سے ننگ تھا
وہ دل اسیر حلقۂ زلف بتاں ہے اب

آنے لگا جب اُس کی تمنا میں کچھہ مزا
کہتے ہیں لوگ جان کا اس میں زیاں ہے اب

لغزش نہ ہو - بلا ہے حسینوں کا التفات
اے دل سنبھل - وہ دشمن دیں مہرباں ہے اب

اک جرعۂ شراب نے سب کچھہ بھلا دیا
ہم ہیں اور آستانۂ پیر مُغاں ہے اب

ہے وقت نزع اور وہ آیا نہیں ہنوز
ہاں جذب دل مدد ! کہ دم امتحاں ہے اب

حالی تم اور ملازمت پیر مے فروش
وہ علم و دیں کدھر ہے وہ تقوی کہاں ہے اب

اُس کے جاتے ہی یہہ کیا ہوگئی گھر کی صورت
نہ وہ دیوار کی صورت ہے نہ در کی صورت

کس سے پیمان وفا باندھہ رہی ہے بلبل
کل نہ پہچان سکیگی گل تر کی صورت

ہے غم روز جدائی نہ نشاط شب وصل
ہوگئی اور ہی کچھہ شام و سحر کی صورت

لاگ اور لگاؤ دونوں ہیں دلگدار تیرے
پہلو سے دل کے حسن کے اُٹھا کے چھوڑا

عقل و خرد نے تجھسے کچھہ چپقلش جہاں کی
عشق و خرد کا تو نے خاکا اُڑا کے چھوڑا

علم و ادب رہے ہیں دلبے ترے ہمیشہ
ہر معرکے میں تو نے اُن کو دبا کے چھوڑا

افسانہ تیرا رنگیں - روداد تیری دلکش
شعر و سخن کو تو نے جادو بنا کے چھوڑا

اک دسترس سے تیری حالی بچا ہوا تھا
اُسکے بھی دل پہ آخر چرکا لگا کے چھوڑا

جہاں میں حالی کسی پہ اپنے سوا بھروسا نہ کیجئے گا
یہ بھید ہے اپنی زندگی کا بس اس کا چرچا نہ کیجئے گا

ہو لاکھہ غیروں کا غیر کوئی - نہ جاننا اُس کو غیر ہرگز
جو اپنا سایہ بھی ہو تو اُسکو تصور اپنا نہ کیجئے گا

سنا ہے صوفی کا قول ہے یہ - کہ ہے طریقت میں کفر دعوی
یہ کہدو - دعوی بہت بڑا ہے - پھر ایسا دعوی نہ کیجئے گا

اسی میں ہے خیر حضرت دل کہ یار بھولا ہوا ہے ہمکو
کرے وہ یاد - اس کی بھول کر بھی کبھی تمنا نہ کیجئے گا

کہے اگر کوئی تمکو واعظ ! کہ کہتے کچھہ اور کرتے کچھہ ہو
زمانہ کی خو ہے نکتہ چینی - کچھہ اِس کی پروا نہ کیجئے گا

کمال ہے ضد بے کمالی - نہیں ملاپ انمیں حرف گیرو !
جو ہم پہ کچھہ چوٹ کیجئے گا تو آپ بے جا نہ کیجئے گا

لگاؤ تم میں نہ لاگ زاہد - نہ درد الفت کی آگ زاہد
پھر اور کیا کیجئے گا آخر جو ترک دنیا نہ کیجئے گا

تمہارا تھا دوستدار حالی اور اپنے بیگانہ کا رضا جو
سلوک اُس سے کیئے یہ تمنے - تو ہمسے کیا کیا نہ کیجئے

کاش اک جام بھی سالک کو پلایا جاتا
اک چراغ اور سر راہ جلایا جاتا

چپ چپاتے اُسے دے آتے دل اک بات پہ ہم
مال مہنگا نظر آتا تو چکایا جاتا

شب کو زاہد سے نہ مٹ بھیڑ ہوئی خوب ہوا
نشہ زوروں پہ تھا - شاید نہ چھپایا جاتا

نامہ بر آج بھی خط لے کے نہ آیا یارو
تم تو کہتے تھے کہ وہ ہے ابھی آیا جاتا

لوگ کیوں شیخ کو کہتے ہیں کہ عیار ہے وہ
اُس کی صورت سے تو ایسا نہیں پایا جاتا

بارہا دیکھہ چکے تیرے فریب اے دنیا
ہمسے اب جانکے دھوکا نہیں کھایا جاتا

کرتے کیا پیتے اگر مے نہ عشا سے تا صبح
وقت فرصت کا یہ کس طرح گنوایا جاتا

نہ جي رُبائي سے تيري چھوتے - نہ بے نيازي سے آس توتے
رہے سدا نامراد جو يہاں - اُنہيں بھي اميدوار ديکھا

رخ جہاں سوز تيرا ديکھا نظارہ افروز جس چمن ميں
نہ بلبل و گل ميں وھاں تعلق نہ سرو و قمري ميں پيار ديکھا

سوار محمل کي جستجو ميں ھزاروں دشت طلب ميں دوڑے
نہ محمل آيا نظر نہ ناقہ - فقط کچھہ اُٹھتا غبار ديکھا

جو لاکھہ ميں ايک پر کہيں کچھہ کھلا بھي قسمت سے بھيد تيرا
ملا نہ کھوج اُس کا پھر کسيکو - ھزار ڈھونڈا ھزار ديکھا

لگن ميں تيري نکل گئے جو - نہ جھجکے درياے پر خطر سے
گئے وہ کود آنکھہ بند کر کے - نہ وار ديکھا نہ پار ديکھا

بچے ھوے کاھشوں سے يہاں کي وھي ھيں جو تيرے ھو رہے ھيں
وگرنہ زخموں سے حادثوں کے ھر ايک سينہ فگار ديکھا

چمن ميں بھولے سے جا بھي نکلے اگر کبھي داغدار تيرے
گل اُنکي نظروں ميں چبھتے ديکھا - کھٹکتے آنکھوں ميں خار ديکھا

خبر نہيں يہ کہ کيا ھے - کيسا ھے - کون ھے - اور تو کہاں ھے
پہ اپنے ميں اور تجھہ ميں ھمنے علاقہ اک استوار ديکھا

سلوک ھيں تيرے سب سے يکساں - وہ گبر و ترسا ھوں يا مسلماں
نہ اُنسے کچھہ تيرا بير پايا - نہ اِنسے کچھہ تيرا پيار ديکھا

سپہ بھي دي تونے تيغ بھي دي - مگر ديئے ھاتھہ باندہ سب کے
جنہيں تہا يہاں اختيار سب کچھہ اُنہيں بھي بے اختيار ديکھا

بشر سے کچھہ ھوسکے نہ حالي تو ايسے جينے سے فائدہ کيا
ھميشہ بيکار تجھکو پايا - کبھي نہ سرگرم کار ديکھا

اے عشق تونے اکثر قوموں کو کھا کے چھوڑا — جس گھر سے سر اُٹھايا اُسکو بٹھا کے چھوڑا
ابرار تجھسے ترساں احرار تجھسے لرزاں — جو زد پہ تيري آيا اُسکو گرا کے چھوڑا
رايوں کے راج چھينے شاھوں کے تاج چھينے — گردن کشوں کو اکثر نيچا دکھا کے چھوڑا
کيا منعموں کي دولت کيا زاھدوں کا تقوے — جو گنج تو نے تاکا اُسکو لٹا کے چھوڑا
جس رھگذر ميں بيٹھا تو غول راہ بنکر — صنعاں سے راست رو کو رستہ بھلا کے چھوڑا
فرھاد کوھکن کي لي تو نے جاں شيريں — اور قيس عامري کو مجنوں بنا کے چھوڑا
يعقوب سے بشر کو دي تونے ناصبوري — يوسف سے پارسا پر بہتاں لگا کے چھوڑا

حالي

الطاف حسين نام - حالي تخلص - اردو کے اساتذۂ عصر میں سے هیں - اور شاعري کي بزم آخر کے یادگار - اصلي وطن ان کا پاني پت هے مگر نشوونما اور تعلیم شاهجهان آباد (دهلي) میں پائي - اور اُن ارباب فن سے مستفیض هوئے جن میں سے هرایک فرد بزم فضل و کمال کا صدر نشیں تھا - غدر سنه ۵۷ ع سے پیشتر کي وہ بزم کمال جس میں غالب - ذوق - مؤمن - شیفته - آزردہ صهبائي - علوي - اور نیر و سالک جیسے پیغمبران سخن جلوہ افروز تھے - انهوں نے آنکهوں سے دیکهي - اور بالخصوص غالب اور شیفته سے مدتوں سرگرم استفاضه رهے - ادب عربي میں مولوي فیض الحسن سهارنپوري ان کے استاد هیں اور استاد کي باکمالي سے شاگرد کي اثرپذیري کا اندازہ کیا جاسکتا هے - غدر سنه ۵۷ ع کے بعد جب که وہ صحبت درهم برهم اور وہ شمع کمال همیشه کے لیئے بجهه چکي تهي - فکر معاش نے انهیں پنجاب پهنچایا - اور کرنیل هالرائد کي جوهر شناسي نے سررشتۂ تعلیم کے سلسله میں انهیں بهي منتخب کیا - مولوي محمد حسین صاحب آزاد مصنف آب حیات وهاں پیشتر سے موجود تھے - ان دونوں باکمالوں کے اجتماع سے اس شاعري کي تشکیل هوئي - جو موجودہ اردو شاعري کے لیئے طرۂ افتخار اور مستقبل کے لیئے ایک شاهراہ عظیم هے - اور جو کبهي نیچرل شاعري کبهي قومي شاعري اور کبهي نئي شاعري کے نام سے موسوم کي جاتي هے - یهه حالي هي کي طبع سحرکار تهي جس نے نئي شاعري کو بستي زمیں سے فراز فلک تک پهنچادیا - ان کا مسدس قومي در حقیقت ایک صحیفۂ اعجاز هے - اور اس رنگ میں متعدد مثنویاں اور متفرق نظمیں جن میں سے اکثر محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے اجلاس میں پڑهي گئیں ان کے جوهر کمال کے مستحکم ثبوت هیں - ان کي اردو نثر بهي نظم کي طرح کم مقبول نهیں - یهه انهیں کے متبرک قلم کا نتیجه هے که اردو لٹریچر میں مغربي طرز تصنیف کي متعدد سوانح عمریاں فراهم هوگئیں - اور حیات سعدي اور حیات جاوید جیسي کتابوں سے اردو کي الماري رونق پانے لگي - ان کا شاعري پر مقدمه سچ اردو میں ایک بالکل نئي قسم کي کتاب هے جس میں شاعري کے موضوع پر فلسفیانه انداز سے نظر ڈالي هے اور سچ یهه هے که جواهر فوائد سے پُر هے *

اردو شاعري کے اساتذۂ پیشیں کے تربیت یافته باکمالوں میں ان کا مبارک وجود اب تک باقي رہ گیا هے - خدا اِن کي حیات میں ترقي دے *

غزلیات

ربتر میں دشت جنوں کي تیرے عجب مزا خوشگوار دیکها
نه اس سفـــر میں تکان دیکهي - نه اِس نشے میں خمار دیکها

چارہ گر لاکہہ کا منہہ خاک سے بہرنا ہے محال
مشک زخموںمیں مرے بہرتے ہیں بہرنیوالے

آپ محشر میں بنیں قول کے سچے - کیا خوب
انگلیاں اُٹہیں گی - وہ آئے مکرنیوالے

نہ ملی روز قیامت بہی حیات جاوید
ہمنے دیکہے بہت اُس شوخ پہ مرنیوالے

گالیاں غیر کو دیتا ہوں - سنو تم خاموش
میں بہی دیکہوں تو بڑے بات نکرنیوالے

داغ کہتے ہیں جنہیں - دیکہیئے وہ بیٹہے ہیں
آپ کی جان سے دور آپ پہ مرنیوالے

نہ سمجہا - عمر گذری اُس بت خود سرکو سمجہاتے
پگہل کر موم ہوجاتا - اگر پتہر کو سمجہاتے

ہماری کون سنتا ہے - وگرنہ ہم دم رخصت
اِدہر کچہہ دلکو سمجہاتے - اُدہر دلبر کو سمجہاتے

چکہا دیتے مزہ منہہ پہیر کر رک رک کے چلنے کا
جو بس چلتا تو اپنے ہاتہہ سے خنجر کو سمجہاتے

تری رفتار کا انداز جس میں ہو دبے کیونکر
دبا کر کس طرح ہنگامۂ محشر کو سمجہاتے

ہوئے ملزم ہمیں سمجہا کے تم اے حضرت ناصح
سمجہہ کر بندہ پرور ایسے دانشور کو سمجہاتے

یہہ ظالم تو ہزاروں کوس ہم سے دور رہتا ہے
اگر ملتا تو کچہہ ہم چرخ بد اختر کو سمجہاتے

خدا جانے کہاں سے راہ الفت میں کہاں پہونچے
جو ہوتا ہوش کچہہ ہمکو تو ہم رہبر کو سمجہاتے

شب فرقت تڑپنا داغ کا دیکہا نہیں جاتا
گذرجاتی ہے ساری رات سارے گہر کو سمجہاتے

کعبے کی ہے ہوس - کبہی کوی بتاں کی ہے
مجکو خبر نہیں مری مٹی کہاں کی ہے

سن کر مرا فسانہ انہیں لطف آگیا
سنتاہوں اب کہ روز طلب قصہ خواں کی ہے

پیغامبر کی بات پر آپس میں رنج کیا
میری زباں کی ہے نہ تمہاری زباں کی ہے

کچہہ تازگی ہو لذت آزار کے لیئے
ہر دم مجہے تلاش نئے آسماں کی ہے

حسرت برس رہی ہے ہمارے مزار پر
کہتے ہیں سب یہہ قبر کسی نوجواں کی ہے

وقت خرام ناز دکہادو جدا جدا
یہہ چال حشر کی - یہہ روش آسماں کی ہے

فرصت کہاں کہ ہم سے کسی وقت تو ملے
دن غیر کا ہے - رات ترے پاسباں کی ہے

قاصد کی گفتگو سے تسلی ہو کس طرح
چہپتی نہیں وہ بات جو تیری زباں کی ہے

جور رقیب و ظلم فلک کا نہیں خیال
تشویش ایک خاطر نامہرباں کی ہے

سن کر مرا فسانۂ غم اُس نے یہہ کہا
ہوجائے جہوٹ سچ - یہی خوبی بیاں کی ہے

دامن سنبہال - باندہہ کمر - آستیں چڑہا
خنجر نکال - دل میں اگر امتحاں کی ہے

کیونکر نہ آتے خلد سے آدم زمین پر
موزوں وہیں وہ خوب ہے جو شے جہاں کی ہے

تقدیر سے یہہ پوچہہ رہا ہوں کہ عشق میں
تدبیر کوئی بہی ستم ناگہاں کی ہے

اُردو ہے جس کا نام - ہمیں جانتے ہیں داغ
ہندوستاں میں دہوم ہماری زباں کی ہے

بندے هیں هم تو عشق کے اے شیخ و برهمن — پروا نهیں تمهیں بہ خدا - کوئی کچهه کہ
کم بخت نامراد تو مدت سے هے خطاب — جي چاهتا هے اس سے رسوا کوئی کچهه کہ
ناصح کہ سنے پہ همارا نهیں عمل — جو جي میں آکیا وہ کیا - کوئي کچهه کہ
اے داغ اُسي بزم میں هم دل جلاہیں گے
اس کا هے انتظار - ذرا کوئي کچهه کہ

مرے کوچے میں وہ کن شوخیوں سے جا بجا ٹهہرے — بڑهے - بڑهکر تهمے - دم بهر چلے - چل کر ذرا ٹهہرے
تسلي دل کو جو دیتے هیں کیسے لوگ هیں یا رب — جگر هي جب نہ ٹهہرے تو جگر پر هاتهہ کیا ٹهہرے
مسیح و خضر گو یکتا هیں دونوں - هم تو جب جانیں — جو دل گرتا هوا سنبهلے جو دم جاتا هوا ٹهہرے
ڈرا جاتا هے - مطلب کیا لکهوں میں خط میں اے قاصد — پریشاني ٹهہرنے دے تو دل میں مدعا ٹهہرے
گلہ جور و ستم کا حشر میں - پهر عشق کا دعوی — مرا ذمہ ترے آگے جو کوئي بے خطا ٹهہرے
مري اُفتادگي نے آسماں پر مجهکو پهونچایا — زمیں پر وہ نہ ٹهہرے جو تمهاري خاک پا ٹهہرے
وهي انسان پورا هے - اُسي کے هم تو قائل هیں — بهلوں میں جو بهلا ٹهہرے - بروں میں جو برا ٹهہرے
مزا چکها نهیں دنیا کا زاهد تونے دنیا میں — کبهي تو بادہ نوشي کي بهي اے مرد خدا ٹهہرے
صبا تجهکو تو غنچے چٹکیوں هي میں اڑادیتے — جو نکہت خود هو آوارہ تو ٹهہرائے سے کیا ٹهہرے
ابهي سامان آہ و نالہ و فریاد پیچهے هے — قدم آگے نہ رکهے عرش اعلی پر دعا ٹهہرے
متاع شوق بهي هے - مایۂ الفت بهي رکهتے هیں — اگر لیجے تو کچهہ سودا همارا آپ کا ٹهہرے
شب وعدہ جب اُن سے شکوۂ تاخیر کرتا هوں — تو کهتے هیں کہ هم انسان کیا ٹهہرے هوا ٹهہرے
رها روز جزا کے بعد کا غم مجهکو محشر میں — کہ دن کو تو یهہ ٹهہرے - رات کو کیا جانے کیا ٹهہرے
قسم هے اُسکي یهہ مرضي نهیں اے داور محشر
کہ مجرم داغ ٹهہرے اور دشمن بے خطا ٹهہرے

پوچهتا جا مري مرقد پہ گذرنیوالے — کیا گذرتي هے تري جان پہ مرنیوالے
مرحبا اے دل و دیں لے کے مکرنیوالے — هاتهہ کانوں پہ مرے نام سے دهرنیوالے
منزل عیش نهیں هے یهہ سرائے فاني — رات کي رات ٹهہرجائیں ٹهہرنیوالے
کثرت داغ محبت سے بهلا هے گلزار — سیر کرتے هیں مرے دل میں گذرنیوالے
داغ دل - داغ جگر - نقش جفا - نقش وفا — نہ مٹائے سے مٹیں گے یهہ اُبهرنیوالے
غنچہ و گل میں دهرا کیا هے - بتا اے بلبل — جمع هیں چند ورق - وہ بهي بکهرنیوالے
رند میخوار هي پیتے هیں پلاکر - ورنہ — اپني دوزخ کو بهرا کرتے هیں بهرنیوالے
یهي اقرار - یهي قول - یهي وعدہ تها — او دغاباز - فسوں ساز - مکرنیوالے
مدفن اهل وفا پر یهہ دعا کي اُس نے — حشر کیدن بهي نہ زندہ هوں یهہ مرنیوالے
آہ و افغاں سے گئے صبر و تحمل پهلے — چلنے والوں سے بهي آگے هیں ٹهہرنیوالے

خدا کرے سر محشر وہ بت ہو بے پردہ
کہ ہم بھي ديکھتے ہيں سب کدھر کو ديکھتے ہيں

نکل نہ آئے کہيں داغ آرزو ڈر ہے
وہ چير کر مرے زخم جگر کو ديکھتے ہيں

کسي سے کچھہ نہيں مطلب - کہ ديکھنے والے
تمہاري آنکھہ تمہاري نظر کو ديکھتے ہيں

سکندر آئينہ اے داغ جام جم ديکھے
ہم اپنے خسرو والا گہر کو ديکھتے ہيں

فلک ديتا ہے جنکو عيش اُنکو غم بھي ہوتے ہيں
جہاں بجتے ہيں نقارے وہاں ماتم بھي ہوتے ہيں

يے شکوے کہانتک ہونگے آدھي رات تو گزري
پريشاں تم بھي ہوتے ہو پريشاں ہم بھي ہوتے ہيں

جو رکھے چارہ گر کافور دوني آگ لگجا ئے
کہيں پر زخم دل شرمندۂ مرہم بھي ہوتے ہيں

وہ آنکھيں سامري فن ہيں وہ لب عيسيٰ نفس ديکھو
مجھي پر سحر ہوتے ہيں مجھي پر دم بھي ہوتے ہيں

زمانہ دوستي پر ان حسينوں کي نہ اترائے
يہ عالم دوست اکثر دشمن عالم بھي ہوتے ہيں

بظاہر رہنما ہيں اور دل ميں بدگماني ہے
ترے کوچے ميں جو جاتا ہے آگے ہم بھي ہوتے ہيں

ہمارے آنسوؤنکي آبداري اور ہي کچھہ ہے
کہ يوں ہونيکو روشن گوہر شبنم بھي ہونے ہيں

ہمارے ساتھہ ہي پيدا ہوا ہے عشق اي ناصح
جدائي کسطرحسے ہو جدا توام بھي ہوتے ہيں

سي کا وعدۂ ديدار تو اے داغ برحق ہے
مگر يہ ديکھيئے دل شاد وصدن ہم بھي ہوتے ہيں

روح کو چين ہجوم غم دلبر ميں نہيں
صاحب خانہ کو آرام بھرے گھر ميں نہيں

مجکو اميد ہے مشکل مري آساں ہوگي
جو رکاوٹ ترے دامين ہے وہ خنجر ميں نہيں

اے غم عشق نجانا مرے دل سے باہر
ايسے مہمان کي توقير کسي گھر ميں نہيں

کس سے وعدہ ہے جو گبھرائے ہوئے پھرتے ہو
پھہ وہ گردش ہے جو ميرے بھي مقدر ميں نہيں

آپ کے لطف و عنايت کا بھروسا کيا ہو
کہ گھڑي بھر ميں اگر ہے - تو گھڑي بھر ميں نہيں

کہہ ليئے جاتے ہيں جو شيفتہ کہلاتے ہيں
کون سا نام ہے جو آپ کے دفتر ميں نہيں

سخت جانوں سے جو منہہ پھير ليا اے قاتل
عرق شرم تو آب دم خنجر ميں نہيں

شمہ تن درد ہو عاشق تو مزہ ہے يہہ کيا
سر ميں ہے دامن نہيں - دامين جو ہے سر ميں نہيں

ميں نے کيا جانيئے کيوں سجدہ کيا اُس بت کو
جانتا ہوں کہ خدا اور ہے - پتھر ميں نہيں

غير کے عيش سے جلتا ہے عبث تو اے داغ
اُسکي تقدير ميں ہے - تيرے مقدر ميں نہيں

مطلب کي تم سنو تو ذرا کوئي کچھہ کہے
جب بے سنے خفا ہو تو کيا کوئي کچھہ کہے

سوچا جواب کيا مرے حاضر جواب نے
تاکيد ہے کہ روز جزا کوئي کچھہ کہے

ہم آپ چھيڑ چھيڑ کے کہاتے ہيں گاليان
کانوں کو پڑگيا ہے مزا کوئي کچھہ کہے

داغ اس ضعف سے ہی اپني ہو منزل ايسي
هم رہے جاتے هيں سب يار چلے جاتے هيں

کيا کہا پهر تو کہو دل کي خبر کچهہ بهي نهيں
کيوں يہ کيا ہے خم گيسو ميں اثر کچهہ بهي نهيں

نہ بصارت نہ اشارت نہ خجالت نہ حيا
تجهميں تو ديکهنے کو ديدۂ تر کچهہ بهي نهيں

آنکهہ پڑتي ہے کهيں پاؤں کهيں پڑتا ہے
سبکي ہے تمکو خبر اپني خبر کچهہ بهي نهيں

دل ہے سينے ميں نہاں دلميں نہاں کيا کيا کچهہ
چهوڑنيکي تري دزديدہ نظر کچهہ بهي نهيں

رات کي رات کا مہمان ہے مريض هجراں
صبح تم آئے تو کيا آئے سحر کچهہ بهي نهيں

دهوم ہے حشر کي - سب کہتے هيں يوں ہے يوں ہے
فتنہ ہے اک تري ٹهوکر کا - مگر کچهہ بهي نهيں

انکو بيتاب کيا کچهہ نہ کيا نالۂ دل
يہ تو کچهہ بهي نہوا يہ تو اثر کچهہ بهي نهيں

نہ کروں نالہ تو کس شغل ميں کاٹوں اوقات
يہ تو مانا کہ يہ مانوس اثر کچهہ بهي نهيں

کعبے جانا بهي تو بتخانہ سے هوکر زاهد
دور اس راہ سے اللہ کا گهر کچهہ بهي نهيں

لامکاں ميں بهي تو کچهہ جلوہ نظر آتا ہے
بيکسي - ميں تو ادهر هوں کہ جدهر کچهہ بهي نهيں

خواب ميں ديکهہ ليا خلد کو همنے واعظ
اجي بس بيٹهو بهي وهاں لطف بشر کچهہ بهي نهيں

ميرے هي جوش طبيعت نے اٹهائے هيں فساد
خير سے آپکي طينت ميں تو شر کچهہ بهي نهيں

عيب بے عيب ہے جب حد سے گزر جاتا ہے
اب بجز بےهنري مجهہ ميں هنر کچهہ بهي نهيں

غير کے وصل کا انکار مزہ ديتا ہے
پهر اسي طرح کہو بار دگر کچهہ بهي نهيں

حشر ميں دست جنوں سے نہ خجل هوں اى داغ
کہ ميرے پاس بجز دامن تر کچهہ بهي نهيں

نظر چرا کے وہ يوں هر بشر کو ديکهتے هيں
کسيکو يہ نهيں ثابت کدهر کو ديکهتے هيں

بنے هوئے هيں وہ محفل ميں صورت تصوير
هر ايک کو يہ گماں ہے ادهر کو ديکهتے هيں

تمہارے پاس کهيں بهولکر نہ آيا هو
همیں تلاش ہے هم نامہ بر کو ديکهتے هيں

همين گمان يہ هوتا ہے همکو روتا ہے
کسي جگہ جو کسي نوحہ گر کو ديکهتے هيں

خيال بعد فنا بهي ہے دوست دشمن کا
هم آنکهہ بند کئے هر بشر کو ديکهتے هيں

الهى آج هي پورا هو وعدۂ ديدار
نهيں تو اور کسي جلوہ گر کو ديکهتے هيں

بني هوئي ہے لفافہ پہ خط کے آنکهہ اپني
قدم قدم روش نامہ بر کو ديکهتے هيں

مقام رشک هوا عرصۂ قيامت بهي
تجهي کو ديکهنا ہے جس بشر کو ديکهتے هيں

يہ رشک ہے تن لاغر سے ناتوانوں کے
وہ کهينچ کهينچ کے اپني کمر کو ديکهتے هيں

بتوں کے واسطے دنيا نهيں ہے جنت ہے
بهشت ديکهتے هيں جسکے گهر کو ديکهتے هيں

حيا تو ديکهئے آئينہ سے بهي پردہ ہے
وہ اپنے هاتهہ هي پہلے سحر کو ديکهتے هيں

زباں سے کر کیا بھي وعدہ تونے تو یقیں کس کو — نگاھیں صاف کہتي ھیں کہ دیکھو یوں مکرتے ھیں
کبھي جبکتاھوں شیشے پر کبھي گرتاھوں ساغر پر — مري بیہوشیوں سے ھوش ساقي کے بکھرتے ھیں
الٰہي دیدۂ دل تو نہ ٹہہرے رہ گذر ٹہہرے — کہیں حسرت نکلتي ھے کہیں صدمے گذرتے ھیں
کوئي کہدے کہ تم نے دل لیا پھر دیکھیئے کیا کیا — اَچٹتے ھیں اُکھڑتے ھیں پلٹتے ھیں مکرتے ھیں
ادا بیساختہ اُن گیسوؤں کي کچھہ نرالي ھے — بنانے سے بگڑتے ھیں سنُوارے سے بکھرتے ھیں
تمھاري بدمزاجي سے ھمیں کیوں کر نہ خوف آئے — مثل مشہور ھے صاحب بُریسے سب ھي ڈرتے ھیں
ستم دیکھو بیانِ رنج پر کہتا ھے وہ ظالم — یہہ صدمہ تو نہیں آخر کسي پر ھم بھي مرتے ھیں

نہ پوچھو داغ ھم سے انتظارِ یار کي صورت
یہہ آنکھیں جانتي ھیں خوب جو نقشے گذرتے ھیں

جب کہا اور بھي دنیا میں حسیں اچھے ھیں — کیا ھي جھنجھلا کے وہ بولے کہ ھمیں اچھے ھیں
نہ اُٹھا خوابِ عدم سے ھمیں ھنگامۂ حشر — کہ پڑے چین سے ھم زیرِ زمیں اچھے ھیں
کس بھروسے پہ کریں تجھہ سے وفا کي امید — کون سے ڈھنگ ترے جان حزیں اچھے ھیں
خاک میں آہ ملا کر ھمیں کیا پوچھتے ھو — خیر جس طور ھیں ھم خاک نشیں اچھے ھیں
ھم کو کوچہ سے تمھارے نہ اُٹھائے اللہ — صدقے بس خلد کے کچھہ ھم تو یہیں اچھے ھیں
نہ ملا خاک میں تو ورنہ پشیماں ھوگا — ظلم سہنے کو ھم اے چرخ بریں اچھے ھیں
دل میں کیا خاک جگہہ دوں ترے ارمانوں کو — کہ مکاں ھے یہہ خراب اور مکیں اچھے ھیں
مجھہ کو کہتے ھیں رقیبوں کي برائي سن کر — وہ نہیں تم سے بُرے بلکہ کہیں اچھے ھیں

بت وہ کافر ھیں کہ اے داغ خدا اُنسے بچائے
کون کہتا ھے یہہ غارت گرِ دیں اچھے ھیں

ھم تري بزم سے اے یار چلے جاتے ھیں — لے چلے جاتے ھیں ناچار چلے جاتے ھیں
اُس کا کوچہ ھے کہ ھے عرصۂ محشر یا رب — سیکڑوں طالبِ دیدار چلے جاتے ھیں
حضرتِ دل کي قضا آئي ھے اُس کوچے میں — کہ یہہ دوڑے ھوئے ھربار چلے جاتے ھیں
مرضِ عشق سے بگڑا ھوں کچھہ ایسا کہ مجھے — دور سے دیکھہ کے غمخوار چلے جاتے ھیں
منتظر دیر سے ھیں جلوہ دکھادے ظالم — ورنہ یہہ طالبِ دیدار چلے جاتے ھیں
اسطرح جاتے ھیں اُس بزم میں دل کے ھاتھوں — کہ بندے ھے جیسے گنہگار چلے جاتے ھیں
بل بے ضد آپکي اللہ رے ھٹ اُف رے مزاج — آج تک وصل کے انکار چلے جاتے ھیں
گرچہ سو سو ھیں تغافل کہ نہ جانے کوئي — اُن نگاھوں کے مگر وار چلے جاتے ھیں
ھم نہیں جانتے کچھہ دیر و حرم کا رستہ — ھم مئے عشق کے سرشار چلے جاتے ھیں
بھول کر راہ چلے آئے ھیں للہ بخشو — ھم خطاوار گنہگار چلے جاتے ھیں

وہ بدگماں نکتہ چیں ہے بیڈھب نہیں نہ قاعد ہو قتل یا رب
[illegible]
[illegible]
[illegible]
جو سوزِ الفت کے دل جلے هیں اُنہیں قیامت کے ولولے هیں
یہ تفتہ دل آپ لے چلے هیں بغل میں دوزخ دبا دباکر
نگاہِ دزدیدہ پُر شرارت اور اُسپہ دزدِ حنا ہے آفت
مگر وہ عیار ہے قیامت کہ چور دیں جسکو دل چراکر
یہاں نہو خیر جسم و جاں کي بچے کہیں جان ایک جہاں کي
ہوس رہیگي نہ امتحاں کي اُنہیں مرا عشق آزماکر
ملا نہ کوئي بهي ایسا همدم جو دل کا هو پاسباں شبِ غم
وہ بخت خفتہ نہیں کہ اکدم هم آپ سوئیں جسے جگاکر

نثار اس طرزِ گفتگو پر نہیں کہیں داغ سا سخنور
هنسا دیا ہے رولا رولا کر رولا دیا ہے هنسا هنسا کر

الہي کیا کریں ضبطِ محبت ہم تو مرتے ہیں
کہ نالے تیر بن بن کر کلیجے میں اُترتے ہیں

جفا پر جان دیتے ہیں ستم پر تیرے مرتے ہیں
یہہ ناکامِ محبت سچ تو یہہ ہے کام کرتے ہیں

کہیں کیا همپہ جو صدمے گذرتے ہیں گذرتے ہیں
لگایا جسگهڑي دل اُس گهڑي کو یاد کرتے ہیں

تماشا جب سے دیکها ہے مرے دل کے تڑپنے کا
تماشا ہے کہ وہ اپني نظر سے آپ ڈرتے ہیں

پۓ تعظیم اُٹهتي ہے قیامت کوۓ جاناں میں
اجل کہتي ہے بسم الله جہاں ہم پاؤں دهرتے ہیں

بڑهایا هم نے دل اُس کا یہہ کہہ کہکر دمِ بسمل
لا چمک تیغ اے قاتل نہیں قاتل بهي ڈرتے ہیں

مزہ ہے نامۂ دلبر میں کیا جس وقت پڑهتا ہوں
تو سن کر کاتبِ اعمال اُس کو حفظ کرتے ہیں

نہیں آتے نہ آئیں وہ گئے تاب و تواں جائیں
تجهي پر آج ہم اے بے قراري صبر کرتے ہیں

تسلي- دل دہي- دل جوئي اک حیلہ بہانہ ہے
مرا دل دیکهتے ہیں وہ جو دلپر ہاتهہ دهرتے ہیں

نہ پوچهو کچهہ مصیبت دردمندانِ محبت کي
خدا پر خوب روشن ہے گذر جس طرح کرتے ہیں

قیامت ہے نہ کیوں گذرے همیں واں سنگ رہ هونا
سنا جس رہ گذر کو یہہ اِدهر سے وہ گذرتے ہیں

یہاں تک بدگماں هیں میرے مرغِ نامہ بر سے وہ
کہ پہلے ذبح کرتے ہیں تو پیچهے پر کترتے ہیں

خدا ہي کوئي پوچهے حشر میں همسے ترے آگے
کہ واں تم کسپہ مرتے تهے کہیں ہم اسپہ مرتے ہیں

ہم اس غفلت کے صدقے کوئي دم چهُٹتے تو ہیں غمسے
کہ جس دم ہوش آتا ہے تو پهروں فکر کرتے ہیں

ابهي یہہ دل تماشا گاہ تها عیش و مسرت کا
اب اسمیں حسرت و شوق و تمنا سیر کرتے ہیں

میرے نالے نے سنائی ہے کہری کس اسکو — منہ فرشتوں پہ یہ گستاخ یہ آزاد ایا
غمِ جاوید نے دی مجھکو مبارکبادی — جب سنا یہ کہ اُنہیں شیوۂ بیداد آیا
میں تمنائے شہادت کا مزا بھول گیا — آج اس شوق سے ارمان سے جلاد آیا
جذبِ وحشت ترے قربان - ترا کیا کہنا — کہنچکے رگ رگ میں مرے نشترِ فصاد آیا
شادیانہ جو دیا نالۂ رشیوں نے دیا — جب ملاقات کو ناشاد کی ناشاد آیا
لیجئے سنیے اب افسانۂ فرقت مجھسے — آپ نے یاد دلایا تو مجھے یاد آیا

آپکی بزم میں سب کچھہ ہے مگر داغؔ نہیں
ہمکو وہ خانہ خراب آج بہت یاد آیا

رہے گی اک روز جان جاکر رہے نہیں ہوش دل لگا کر
عدو سے کہتا ہوں تنگ آکر کہ تو مرے حق میں کچھہ دعا کر
بچیگی یاروں میں کوئی آکر یہ توبہ زاہد خدا خدا کر
کہاں کی حجت ہے فیصلہ کر شتاب نادان پی پلا کر
طبیب کہتے ہیں کچھہ دوا کر حبیب کہتے ہیں بس دعا کر
رقیب کہتے ہیں التجا کر غضب میں آیا ہوں دل لگا کر
یہیں جب انصاف کچھہ ندیکھا تو روزِ محشر کو خاک ہوگا
پٹک کے اعمال‌نامہ اپنا پھرونگا مشعل جلا جلا کر
غضب سے چیں جو سرِ جبیں ہے یہ نقش دل کندۂ نگیں ہے
لکیر دنیا نے کی نہیں ہے جو صاف کرلو مٹا مٹا کر
جفا پھر ایجاد ہی نہوگی کسی کی فریاد ہی نہ ہوگی
فلک کی بنیاد ہی نہوگی کیا جب اک نالہ دل لگا کر
ہوئی ہے اب موت زندگانی کہاں سے لاؤں تجھے جوانی
کہ زور کرتی ہے ناتوانی نحیف و کمزور مجھکو پاکر
تلاش تھی مجھکو نامہ‌بر کی خبر نہ تھی ہائے اس خبر کی
نہ پاؤں کی سُدھ رہی نہ سر کی - گئی ہے ایسی صبا سنا کر
تمام ہو خاک اپنا مطلب کہ یار پُر قہر شوق بے ڈھب
لکھا ہے اک حرفِ آرزو اب سو وہ بھی ہم نے مٹا مٹا کر
یہ جی میں یاں ٹھن گئی ہے بالکل کہ حال دل کہیئے بے تامل
غضب کیا - کیوں کیا تغافل - گھٹادیا حوصلہ بڑھاکر

ابتدائے رمضاں میں ہے مہِ عید کی دھوم   کسی کافر نے دکھایا نہ ہو ابرو اپنا
بعد میرے نہ رہا دیکھنے والا کوئی   تم زمانے کو دکھاؤ رخِ نیکو اپنا
نہ بنا ہو یہہ کہیں غیر کے سر کا تکیہ   مسکراتے ہیں وہ کیوں دیکھہ کے زانو اپنا
آتشِ دل ہی غنیمت ہے شبِ فرقت میں   گرم رکھتا ہے اسی آگ سے پہلو اپنا
حق میں عاشق کے بھلا ہو کہ برا ہو کچھہ ہو   فائدہ دیکھہ لیا کرتے ہیں خوشرو اپنا
وہی ہم تھے کہ جو روتوں کو ہنسا دیتے تھے   اب یہہ ہے حال کہ تھمتا نہیں آنسو اپنا

لگ گئی چپ تجھے اے داغِ حزیں کیوں ایسی
مجھکو کچھہ حال تو کمبخت سنا تو اپنا

خاطر سے یا لحاظ سے میں مان تو گیا   جھوٹی قسم سے آپکا ایمان تو گیا
دل لیکے مفت کہتے ہیں کچھہ کام کا نہیں   اُلٹی شکایتیں ہوئیں احسان تو گیا
ڈرتا ہوں دیکھکر دلِ بے آرزو کو میں   سنسان گھر یہ کیوں نہو - مہمان تو گیا
دیکھا ہے بتکدے میں جو اے شیخ کچھہ نہ پوچھہ   ایمان کی تو یہ ہے کہ ایمان تو گیا
افشائے رازِ عشق میں گو ذلتیں ہوئیں   لیکن اُسے جتا تو دیا - جان تو گیا
گو نامہ بر سے خوش نہوا پر ہزار شکر   مجھکو وہ میرے نام سے پہچان تو گیا
بزمِ عدو میں صورتِ پروانہ دل مرا   گو رشک سے جلا - ترے قربان تو گیا

ہوش و حواس تاب و تواں داغ جاچکے
اب ہم بھی جانیوالے ہیں سامان تو گیا

کونسا طائرِ گم گشتہ اُسے یاد آیا   دیکھتا بھالتا ہر شاخ کو صیاد آیا
میرے قابو میں نہ پہروں دلِ ناشاد آیا   وہ مرا بھولنے والا جو مجھے یاد آیا
کوئی بھولا ہوا اندازِ ستم یاد آیا   کہ تبسم تجھے ظالم دمِ بیداد آیا
لائے ہیں لوگ جنازے کیطرح محشر میں   کس مصیبت سے تیرا کشتۂ بیداد آیا
اُسکے جلوے کو غرض کون و مکانسے کیا تھی   داد لینے کے لیئے حسنِ خدا داد آیا
بیستوں سے یہی آواز چلی آتی ہے   جو کیا تونے وہ آگے ترے فرہاد آیا
دلِ ویراں سے رقیبوں نے مرادیں پائیں   کام کس کس کے مرا خرمنِ برباد آیا
عشق کے آتے ہی مُنہ پر مرے پھولی ہے بسنت   ہوگیا زرد یہ شاگرد جب اُستاد آیا
ہوگیا فرض مجھے شوق کا دفتر لکھنا   جب مرے ہاتھہ کوئی خامۂ فولاد آیا
عید ہے قتل مرا اہلِ تماشا کے لیئے   سب گلے ملنے لگے جبکہ وہ جلاد آیا
چین کرتے ہیں وہاں رنج اُٹھانیوالے   کام عقبیٰ میں ہمارا دلِ ناشاد آیا
دی موذن نے شبِ وصل اذاں پچھلی رات   ہائے کمبخت کو کس وقت خدا یاد آیا

حشر میں سر سے گذر جائیگا طوفاں جس کا　　وہ ہماري هي خجالت کا پسینا ہوگا

خلد میں پھر کسي کافر هي کا دل بہلیگا　　گر نہ معشوق و مئ و ساغر و مینا ہوگا

خاک کردیگي تري برق تجلي اک دن　　طور سینا ترے مشتاق کا سینا ہوگا

امتحاں کرکے ترا صاف پشیمان ہوئے　　ہمنے جانا تھا رقیبوں سے بھي کینا ہوگا

ترا دو روز کا وعدہ بھي نہیں حشر سے کم　　ایک اکدن مجھے ایک ایک مہینا ہوگا

چین دیتے نہیں وہ داغ کسیطرح مجھے
میں جو مرتا ہوں تو کہتے هیں کہ جینا ہوگا

آئینہ تصویر کا تیرے نہ لیکر رکھدیا　　بوسے لینے کے لیئے کعبے میں پتھر رکھدیا

ہمنے اونکے سامنے اول تو خنجر رکھدیا　　پھر کلیجا رکھدیا دل رکھدیا سر رکھدیا

قطرہ خون جگر سے کي تواضع عشق کي　　سامنے مہمان کے جو تھا میسر رکھدیا

منصفي ہو تو غضب نا منصفي ہو تو ستم　　اسنے میرا فیصلہ موقوف محشر رکھدیا

نامہ بر کہتا ہے مجھسے کیا کرامت ہے تمہیں　　جو وہ لکھتے وہ بھي تمنے خط میں لکھکر رکھدیا

سن لیا ہے پاس حوروں کے پہونچتے هیں شہید　　اسلیئے لاشے پہ میرے اسنے پتھر رکھدیا

شوق بھي ہے وہم بھي ہے کیا کروں اے نامہ بر　　کل جو لکھا کاٹ کر وہ آج دفتر رکھدیا

کہتے هیں بوئے وفا آتي ہے ان پھولوں سے آج　　دل جو ہمنے لالۂ و گل میں ملا کر رکھدیا

قتل کو میرے مري حسرت ادا تیري نہ تھي　　نام اک لوہے کے ٹکڑے کا جو خنجر رکھدیا

لی چھڑالیں گے یہہ زاہد آج تو ساقي کے هاتھہ　　رہن اک چلو پہ ہمنے حوض کوثر رکھدیا

آتش دوزخ پہ ہوگا آتش تر کا گمان　　گر کسي میکش نے اپنا دامن تر رکھدیا

ذبح کرتے هي مجھے قاتل نے دھوئے اپنے هاتھہ　　اور خوں آلودہ خنجر غیر کے گھر رکھدیا

زندگي میں پاس سے دم بھر نہوتے تھے جدا　　قبر میں تنہا مجھے یاروں نے کیونکر رکھدیا

دیکھئے اب ٹھوکریں کھاتي ہے بس کسکي نگاہ　　روزن دیوار میں ظالم نے پتھر رکھدیا

شام هي سے ٹوٹتا ہے مجھکو انگاروں پر آج　　اسلیئے میں نے الگ تہ کرکے بستر رکھدیا

تیري مژگاں کے تصور نے دل بیتاب میں　　ایک ترکش رکھدیا اک گنج نشتر رکھدیا

کعبہ کیسا خلد میں لیجائیں تیرا سنگ در　　اتني محنت ہے کہ یاں سے واں اٹھا کر رکھدیا

زلف خالي هاتھہ خالي کسجگہ ڈھونڈھیں اسے　　تمنے دل لیکر کہاں اے بندہ پرور رکھدیا

داغ کي شامت جو آئے اضطراب شوق میں
حال دل کمبخت نے سب انکے منہ پر رکھدیا

سب ہوا ات دست بیگانہ منش تو اپنا　　دل جو اپنا ہے نہیں اس پہ بھي قابو اپنا

تم کو آشفتہ مزاجوں کي خبر سے کیا کام　　تم سنوارا کرو بیٹھے ہوئے گیسو اپنا

ستم هي كرنا جفا هي كرنا نگاهِ الفت كبهي نه كرنا
تمهيں قسم هے همارے سر كي همارے حق ميں كمي نه كرنا
هماري ميت په تم جو آنا تو چار آنسو بها كے جانا
ذرا رهے پاسِ آبرو بهي كهيں هماري هنسي نه كرنا
كهاں كا انا كهاں كا جانا وه جانتے هي نهيں يهه رسميں
وهاں هے وعدے كي بهي يهه صورت كبهي تو كرنا كبهي نه كرنا
ليئے تو چلتے هيں حضرتِ دل تمهيں بهي اُس انجمن ميں ليكن
همارے پهلو ميں بيٹهكر تم - هميں سے پهلوتهي نه كرنا
نهيں كچهه آساں هے قتل انكا يهه سخت جاں هيں بُري بلا كے
قضا كو پهلے شريك كرنا يهه كام اپني خوشي نه كرنا
هلاكِ اندازِ وصل كرنا كه پرده ره جائے كچهه همارا
غمِ جدائي ميں خاك كركے كهيں عدو كي خوشي نه كرنا
مري تو هے بات زهر اُنكو وه اُنكے مطلب هي كي نه كيوں هو
كه اُن سے جو التجا سے كهنا غضب هے اُن كو وهي نه كرنا
هوا هے گر شوق آئينے سے تو رخ رهے راستي كي جانب
مثالِ عارض صفائي ركهنا برنگِ كاكل كجي نه كرنا
وه اك همارا طريقِ الفت كه دشمنوں سے بهي مل كے چلنا
يهه ايك شيوه ترا ستمگر كه دوست سے دوستي نه كرنا
هم ايك رستہ گلي كا اُس كي دكها كے دل كو هوئے پشيماں
يهه حضرتِ خضر كو جتادو كسي كي تم رهبري نه كرنا
بيانِ دردِ فراق كيسا كه هے وهاں اپني يهه حقيقت
جو بات كرني تو نالہ كرنا نهيں تو وه بهي كبهي نه كرنا
مدار هے ناصحو تمهيں پر تمام اب اُس كي منصفي كا
ذرا تو كهنا خدا لگي بهي فقط سخن پروري نه كرنا

بُري هے اے داغ راهِ الفت خدا نه ليجائے ايسے رستے
جو اپني تم خير چاهتے هو تو بهول كر دل لگي نه كرنا

كيونكر اُس نگهِ ناز سے جينا هوگا — زهر دے اُس په يهه تاكيد كه پينا هوگا
تيري مژگاں كي نه تهي دست درازي مشهور — دل جهپٹ كر كسي رهگير كا چهينا هوگا
چاك دل تيغِ تغافل سے كيا هے تم نے — رشتهٔ تارِ نظر سے مهيں سينا هوگا

معاش نکلے - اور بالآخر ریاست رامپور میں آکر دم لیا - نواب یوسف علي خاں اور اُن کے بعد نواب کلب علي خاں نے جو در حقیقت مردم شناسي اور قدرداني میں جوهرِ فرد تھے - اُن کو داروغهٔ مطبخ سرکاري کا عهده دیا - اور مصاحبِ خاص بنایا - یہاں بهي امیر - جلال - منیر - تسلیم اور موجوده دور کے تمام ممتاز شعرا کا جمگهٹا تها اور یهه صاحب اُن کے شمشیرِ طبع کے لیئے ایک سنگِ صیقل کا کام دیتے تھے مگر سنه ۱۳۰۵ هجري میں جب که نواب کلب علي خاں کے انتقال سے رامپور کي صحبت درهم و برهم هوگئي تهي یهه بهي دل برداشته هوکر نکلے اور مختلف مقامات میں پهرتے هوئے حیدر آباد دکن پہنچے - یہاں قسمت نے ایسي یاوري کي که موجوده نظام دکن نے اِنہیں کو فن شاعري میں اپنا اُستاد منتخب کیا - اور انعامات و صله کے علاوه ایک معقول تنخواه بهي مقرر کي جو اخیر میں ۱۲۰۰ روپے تک ترقي کرتي هوئي پہنچي *

ان کے انتقال کي جهوٹي خبریں دشمنوں نے کئي مرتبه مشهور کیں - لیکن آخري خبر ۹ ذي الحجه سنه ۱۳۲۲ هجري مطابق سنه ۱۹۰۵ ع کو شایع هوئي جب که در حقیقت قضاؤ قدر نے اردو کے اِس آخري شاعر کي زندگي کو همیشه کے لیئے ختم کردیا تها - اگرچه اُس کي شاعري کي حیاتِ جاوید کبهي ختم هونے والي نہیں هے *

ان کي تصنیفات سے چار مکمل دیوان اور ایک مثنوي یادگار هیں - جن کي قبولیت کا یهه فخر صرف مرزا داغ هي کو حاصل هے که ان کے دو دیوانوں کے پچیس ایڈیشن اُن کي زندگي میں چهپے اور هاتهوں هاتهه فروخت هوئے *

غزلیات

گهر میرے بتِ هوش ربا کو نہیں دیکها
اُس دیکهنے والے نے خدا کو نہیں دیکها

رهبر سے غرض کیا هے جو منزل نظر آئے
کعبے میں کبهي قبله نما کو نہیں دیکها

سمجها هے شبِ هجرِ عدو کو وه قیامت
ظالم نے ابهي روزِ جزا کو نہیں دیکها

جنت هے مگر خانهٔ دشمن بهي الهي
آتے هوئے اس گهر میں قضا کو نہیں دیکها

جس شکل سے هنستے هیں مرے حال په احباب
روتے هوئے یوں اهلِ عزا کو نہیں دیکها

اتنا تو بتادے مجهے اے ناصحِ مشفق
دیکها هے که اُس ماه لقا کو نہیں دیکها

ایسي نظرِ شوخ میں تمکیں نہیں دیکهي
اس طرح تغافل میں حیا کو نہیں دیکها

اغیار کے نالے تو بہت تم نے سنے هیں
مظلوم کي تاثیرِ دعا کو نہیں دیکها

یهه اُس کو رهي خاک نشینوں سے کدورت
اپنے بهي تو نقشِ کفِ پا کو نہیں دیکها

افسوس که فرصت میں کبهي غور سے تم نے
افسانهٔ اربابِ وفا کو نہیں دیکها

جب داغ کو ڈهونڈها سبِ بتخانه میں پایا
گهر میں کبهي اُس مردِ خدا کو نہیں دیکها

داغ

نواب مرزا خاں نام - داغ تخلص - ۲۵ مئي سنہ ۱۸۳۱ ع مطابق ۱۲ ذي الحجہ سنہ ۱۲۴۶ ھجري کو دار الخلافہ شاھجہاں آباد دھلي میں پیدا ھوئے - ان کے والد کا نام نواب شمس الدین خاں بہادر فخر الدولہ نواب احمد بخش خاں بہادر رستم جنگ کے چھوٹے بیٹے تھے - جنہوں نے بھرت پور کے مشہور محاصرہ میں انگریزي فوج کے ساتھہ ھوکر ایسي داد شجاعت دي کہ مذکورۂ صدر خطابات اور ریاست فیروز پور کے عطیہ کے مستحق ٹھیرے *

نواب مرزا خاں کا شاعر ھونا موروثي نہیں مگر قدرتي طور پر ضرور تھا - ان کي کم عمري ھي میں نواب شمس الدین خاں کا انتقال ھوگیا تھا - اور ان کي والدہ نے مرزا صاحب عالم ولي عہد بہادر شاہ (آخري تاجدار دھلي) سے دوسرا عقد کرکے قلعۂ معلی میں ایک ممتاز جگہہ حاصل کرلي تھي - اس لیئے اُن کو حداثت سن ھي سے وہ صحبت ملي جو اُس زمانہ میں پایۂ تخت کي سوسائٹي میں منتہاے عروج تھي اور جس کي دوامي بے فکري اور فارغ البالي میں کوئي مصروفیت خارج تھي تو وہ صرف شعر و شاعري تھي - پس اِن کو ھوش سنبھالتے ھي شاعري کا شوق دامن گیر ھوا - اور صحبت کي یک رنگي نے اِس آتش شوق کو اور زیادہ بھڑکایا - خاقانِ ھند شیخ محمد[۳] ابراھیم ذوق پادشاہ کے علاوہ اکثر اُمرا و شاھزادگان قلعہ کے اُستاد تھے - اِن کا زانوے ادب بھي اِن ھي کے سامنے تہہ ھوا - اور فارسي زبان کي تکمیل کے بعد سے اِسي فن کي تحصیل شروع کردي *

وہ جس حیرت انگیز سرعت کے ساتھہ شعر اُردو کے انتہاے کمال کي طرف بڑھے اُس سے صاف طور پر پایا جاتا ھے کہ ان کو اپنے فن کے مشاھیر متقدمین سے بدرجۂ اتم مشابہت تھي - غدر سنہ ۵۷ ع سے پہلے جب کہ ان کي عمر نے دنیا کي پچیس گرمیاں بھي پورے طور پر نہیں دیکھي تھیں وہ بہ حیثیت ایک خوش گو اور معني یاب شاعر کے اچھي طرح پہچانے جاتے تھے اور قلعہ کے علاوہ شہر کے معزز مشاعروں میں اُن کي موجوگي کي خواھش کي جاتي تھي - اُس دور کے مشاعرے ھندوستان کے مستقبل میں ھمیشہ یاد رھنے والے واقعات ھیں کیونکہ یہہ اردو اور فارسي کے اُن اساتذہ کے مجامع تھے جن پر شاعري کا در حقیقت خاتمہ ھوگیا *

سنہ ۵۷ کے تاریخي سال میں ان پر دو مصیبتیں آئیں - پہلي یہہ کہ ولي عہد سلطنت کا انتقال ھوگیا جو ان کے مربي اور سرپرست تھے - دوسرے غدر کي عام تباھي جو ھندوستان کے لیئے ایک بلاے عظیم تھي - یہہ زمانہ اُن پر اور اُن کے متعلقین پر بہت سخت تھا - ھنگامۂ بغاوت کے فرو ھونے کے بعد بتلاش

لیلی کو پاسِ خفتِ مجنوں بھی کچھہ نہیں　　آنکھیں دکھا رہی ہے غزالوں کے سامنے

موسیٰ سے کہدو طور پہ جایا کرو نہ روز　　اچھی نہیں ہیں برق جمالوں کے سامنے

جادوں کو نہر- نہر کو بحرِ رواں کریں　　کتنی یہ بات ہے مرے چھالوں کے سامنے

مرقد سے بھاگ جائینگے خود منکر و نکیر　　ٹھہرینگے کیا وہ میرے سوالوں کے سامنے

ای دل بھرے تو بیٹھے ہی تھے سب اُبل پڑے　　کانٹوں نے لی جو نوک کی چھالوں کے سامنے

دنیا امیر کیا ہے جو ماتمکدہ نہیں
ہر دم یہاں ہیں تازہ ملالوں کے سامنے

لذت جو ملی مرے لہو کی　　خنجر نے بلائیں لیں گلو کی

آنکھیں دمِ قہر - جنگ جو کی　　تیغیں ہیں بھری ہوئی لہو کی

کی دل شکنی نہ تند خو کی　　سختی پہ بھی نرم گفتگو کی

موسیٰ سے کہو کہ چپ رہیں اب　　باری ہے ہماری گفتگو کی

روئے مری قبر پر وہ آکر　　ہم خاک ہوئے تو آبرو کی

مُنہہ اپنا نہ آرسی میں دیکھو　　سنبھلے گی نہ چوٹ روبرو کی

کی جس پہ نگاہ تجکو دیکھا　　اب تک تو نظر کہیں نہ چوکی

جز دیر و حرم کہاں میں جاؤں　　راہیں تو یہی ہیں جُستجو کی

جائیگا جنوں نہ سر سے بے ذبح　　ہو فصد مری رگِ گلو کی

ساقی نے سُنگھائی غش میں مٹی　　سوندھی سوندھی مجھے سبو کی

تن ہے غمِ زلف میں بہت لاغر　　ہر عضوِ بدن - گرہ ہے مو کی

تھا چار طرف اُسی کا جلوہ　　کیوں نعش ہماری قبلہ رو کی

بلتیں دمِ جوشِ خوں فشانی　　دھاریں نظر آتی ہیں لہو کی

اس رخ کو میں آئینہ کہوں کیا　　ہے یہ تو مثال روبرو کی

وہ مستِ ازل ہوں ساغر میں　　مٹی ہے خمیر میں سبو کی

دل ہی نہ رہا امید بھی　　جڑ کٹ گئی نخلِ آرزو کی

اب کیوں ہیں کلیم غش میں خاموش　　پہلے نہ سنبھل کے گفتگو کی

کلفت نہ مٹی امیر دل سے
اشکوں نے ہزار شست و شو کی

آساں نہیں ہے عشقِ بتِ سنگدل امیــر
یہ بوجھہ اوٹھـائیے تــو سمجھکر اوٹھائیے

قطـع هـو راهِ سفـر کـوچۂ قاتل آئے
تہک گیا ہوں میں الہی کہیں منزل آئے

چیں جبیں پر نہ تہِ خنجرِ قاتل آئے
وضع میں فرق خبـــردار نہ اے دل آئے

حاجیو تمکو مبـــارک هو سفـر کعبے کا
جاکے بتخـــانے میں اللہ سے هم مل آئے

مرتے دم بهي نهوئي لذت دیدار نصیب
غش پہ غش مجکو تہِ خنجرِ قاتل آئے

صدمۂ دردِ جگر سے نہیــں آگاہ هنـــوز
کہیں اللـــہ کرے آپ کا بهي دل آئے

حال هشیاري کا بیـدار دلوں سے پـوچهـو
هم تو غافل رہے غافل گئے غافل آئے

مجهہ سے صدمے نہ جدائي کے اٹهینگــے یا رب
جان بهي ساتهہ هي جائے جو کہیں دل آئے

هوں وہ واماندۂ غربت جو کروں قصدِ عدم
موت لینے کو مجهے سیکڑوں منزل آئے

مذهبِ عشق میں تمئیزِ بد و نیک هے کفر
توبہ کیجے جو خیالِ حق و باطل آئے

سر اوٹهانے کي نہیں کنجِ لحد میں طاقت
تهک گئے - بسکہ کڑي جهیل کے منزل آئے

وہ غریقِ یمِ محنت هوں کہ آنکهونمیں فلک
خاک جهونکے - جو نظر دور سے ساحل آئے

تیز قدموں نے جو پیچهے همیں چهوڑا چهوڑا
گرتے پڑتے هوئے هم بهي سرِ منزل آئے

کوئي مشتاقِ شہادت نہ تڑپ کر مر جاے
دیـــر اچهي نہیں آنا هو تو قاتل آئے

سادہ رویوں کو عبث دعوئِ یکتائي هے
حال کهل جاے جو آئینہ مقـــابل آئے

مجکو اور غیر کو یکساں تو نہ سمجهے وہ امیر
کاش کچهہ اُسکو تمیزِ حق و باطل آئے

خورشیـد چمکے کیا ترے گالوں کے سامنے
میلي خـطِ شعاع هے بالـوں کے سامنے

دعوي زباں کا لکهنـــؤ والـــوں کے سامنے
اظهـــارِ بوئے مُشک غزالـــوں کے سامنے

اى دل فغاں وہ کر کہ صدائے جرس هو بند
شرمنـدہ هوں نہ قافلے والـــوں کے سامنے

عاشق نے لاکهہ جمع کیـــا دفترِ حواس
شیرازہ کُهل گیا تیرے بالـــوں کے سامنے

چشمِ سیاہِ یار جب آنکهوں میں پهرگئي
آنسو مرے نمـر آئے غـزالـوں کے سامنے

آئے وہ باغ میں تو نکي چهـوڑنے نسیم
دستہ شگـوفے دستہ نہالـوں کے سامنے

هم هیں وہ اے کلیم کہ غش کا تو ذکر کیا
جهپکـي نہ آنکهہ برق جمـوں کے سامنے

حالِ کلیـم و طـور سُنـا هـوگا آپ نے
کیسـا حجـاب دیکهنے والـوں کے سامنے

پاني کي چهاگلیں جو سمجهتے هیں خارِ دشت
آتے هیں دوڑ کر مرے چهالوں کے سامنے

هم کیا کہ سرکشوں کي بهي پرخم هیں گردنیں
ان کج کـلاہ گیسوؤں والـــوں کے سامنے

طاؤس و کبک ٹهوکریں کهاتے هیں هر قدم
چلتي نہیں هے کچهہ تري چالوں کے سامنے

تیغ قاتل پہ ادا لوٹ گئی — رقصِ بسمل پہ قضا لوٹ گئی

ھنس پڑے آپ تو بجلی تڑپی — بال کھولے تو گھٹا لوٹ گئی

پس گیا چشمِ سیہ پر سرمہ — پاۓ رنگیں پہ حنا لوٹ گئی

اونچی چوٹی کے ادا گرد پھری — نیچی نظروں سے حیا لوٹ گئی

اس روش سے وہ چلے گلشن میں — بچھ گئے پھول صبا لوٹ گئی

تیرے بسمل سے ترے خنجر نے — وہ ادا کی کہ قضا لوٹ گئی

جانِ محزوں کی حقیقت کیا تھی — درد پہلو میں اوٹھا لوٹ گئی

سانپ کی طرح مری چھاتی پر — رات وہ زلفِ دوتا لوٹ گئی

یادِ گیسو نے تڑپ پیدا کی — برق بنکر یہ بلا لوٹ گئی

وار خالی نہ گیا قاتل کا — بچ رہا میں تو قضا لوٹ گئی

کیا مزے کی ہے طبیعت اپنی — ایک بوسہ جو ملا لوٹ گئی

خنجرِ ناز نے کشتوں سے امیر

چال وہ کی کہ قضا لوٹ گئی

عشقِ بتاں سے ہاتھ نہ مرکر اوٹھائیے — جبتک اوٹھے یہ داغ جگر پر اوٹھائیے

جورِ فلک کے ناز ستمگر اوٹھائیے — اک دل ہزار داغ ہیں کیونکر اوٹھائیے

کہتے ہیں مجھ گدا کو وہ کوچے میں دیکھکر — للہ جان چھوڑیے بستر اوٹھائیے

مردے پہ میرے آئے تو بولا یہ اونسے ناز — کسکا جنازہ ہے یہ سمجھکر اوٹھائیے

غیرت کا حکم ہے کہ گلا گھونٹ گھونٹ کر — مرجائیے نہ منتِ خنجر اوٹھائیے

مشتاقِ دید صورتِ موسیٰ پڑے ہیں غش — کس سے حجاب گوشۂ چادر اوٹھائیے

مرقد میں آکے مجھ سے کہا شورِ حشر نے — تکیے سے اب تو بہرِ خدا سر اوٹھائیے

رہیے خاموش قاصدِ جاناں جو کچھ کہے — حکمِ خدا سے نازِ پیمبر اوٹھائیے

میرا سلام - آپ کا وار ایک وقت ہو — اوٹھے مزہ جو ہاتھ برابر اوٹھائیے

آؤں میں پاس آپ کے گھر پھاند کر غرور — دیوار کیا جو سدِّ سکندر اوٹھائیے

منظور ہو جو عشق تواضع ضرور ہے — سر پر جو بوجھ اوٹھائیے جھک کر اوٹھائیے

یکتائی صنم پہ قسم رخ کی کھائیے — قرآن اوٹھائیے بھی تو حق پر اوٹھائیے

بے چشمِ مستِ یار نہیں لطفِ میکشی — اب انجمن سے شیشہ و ساغر اوٹھائیے

قاصد سزاے نامہ بری کو پہونچ گیا — اب اوسکی لاش بہرِ پیمبر اوٹھائیے

ہے عشق ہی نماز میں تکبیر کا یہ لطف — دونوں جہاں سے ہاتھ برابر اوٹھائیے

دل کی جلن کا ہاتھ میں اپنے ہے یہ اثر — بجلی نہیں شرار جو پتھر اوٹھائیے

ہم اگر وصل ہوئے خیر یہ تقدیر اپنی
آپ بدنام نہوں دھوئیے شمشیر اپنی

پھر بہار آئی جنوں - ہوتی ہے تدبیر اپنی
طوق بنتا ہے - کڑتی جاتی ہے زنجیر اپنی

بے نشانی یہ محبت دل کو پسند آئی ہے
کھینچ کر آپ مٹاتاهوں میں تصویر اپنی

قید ہوا تیرے گیسو میں یہ رتبہ پایا
نذر دی قیس نے لاکر ہمیں زنجیر اپنی

جاں نثاروں سے وہ کہتے هیں چڑھا کر تیوری
آج کل جھولتی ہے عرش پہ شمشیر اپنی

یادِ مژگاں میں شبِ هجر جو چلاتے هیں هم
چار سو جاتی ہے آواز پر تیر اپنی

مے کشی کون کرے چور ہے یاں شیشۂ دل
ساقیا پھوٹ گئی هجر میں تقدیر اپنی

حاجتِ تیر و کماں کیا ہے تجھے چل تو سہی
گردنیں کاٹ کے خود لائینگے نخچیر اپنی

تمکو پھولوں کی چھپرکھٹ ہمیں کانٹے هیں نصیب
خیر قسمت وہ تمھاری ہے یہ تقدیر اپنی

حضرتِ قیس جو ملجائیں تو اتنا پوچھیں
ہے گراں آپ کی زنجیر کہ زنجیر اپنی

یوسفِ مصر کا نقشہ جو طلب کرتاهوں
بھیج دیتا ہے وہ یوسف مجھے تصویر اپنی

ای امیر اوٹھ نہ سکے ضعف سے هم تا دمِ مرگ
جس جگہ بیٹھ گئے ہو گئی جاگیر اپنی

نمودِ خط ابھی اے حسنِ یار باقی ہے
اس آئینے کے جگر میں غبار باقی ہے

وہ صیدگاہ سے جاتے هیں اے اجل کہدے
ادھر بھی بے پر و بال اک شکار باقی ہے

یہ میکدے میں ہے شیشوں کا قحط اے ساقی
ابھی تو شیخ کا سنگِ مزار باقی ہے

زمینِ گور کو سیرِ فلک مبارک ہو
کہ میرے ساس دلِ بیقرار باقی ہے

وہ منتظر هیں کہ مر لوں تو لاش پر آئیں
اجل کو آنے میں کیا انتظار باقی ہے

پھر اوسکے دانتوں کا تجکو ہے قصدِ نظارہ
گرہ میں کچھ گہرِ آبدار باقی ہے

نہ جائیگی کبھی تازیست اپنی سوزشِ دل
کہ شیر زندہ ہے جب تک بخار باقی ہے

چلے برنگِ نفس عمر بھر تو کیا حاصل
کہ منزلوں ہی ابھی کوئے یار باقی ہے

وہ ذبح کرکے لہو پر چھڑک رہے هیں جو خاک
اشارہ ہے کہ ابھی تک غبار باقی ہے

موئے تو خاک موئے - ہم مٹے تو خاک مٹے
ابھی تلک تو نشانِ مزار باقی ہے

نہ توڑو آئینہ جانے بھی دو کہ ایک یہی
تمھارے دیکھنے والوں میں یار باقی ہے

نہ دل میں تاب نہ آنکھونمیں نور ہے لیکن
وہی تڑپ ہے وہی انتظار باقی ہے

قضا پکارتی پھرتی ہے اونکے مقتل میں
چلے اگر کوئی امیدوار باقی ہے

بہار میں ہو نہ کیوں روئے یار پرجوبن
چمن عروس ہے جب تک بہار باقی ہے

امیر فاتحہ پڑھنے کو لے کہاں آئے
مزار ہے نہ نشانِ مزار باقی ہے

بہار آئي عجب حالت ہے ان روزوں مرے دلکي
جگر ميں چٹکياں ليتي ہيں منقارين عنادل کي

جہاں سے اوٹھہ گئے تو اوٹھہ گئے ہم کچہہ نہيں پروا
غضب يہ ہے کہ گردن اوٹہہ نہيں سکتي ہے قاتل کي

نئے بانکے بنے ہو تم نئي شمشير باندھي ہے
نگاہِ حسرت آلودہ نہيں ديکھي ہے بسمل کي

بھلا ديکھوں تو وہ کيونکر نہيں آتے ہيں گھر ميرے
اگر ہے عشقِ کامل کھينچ لائيگي کشش دل کي

گھريباں پھاڑ کر سيرِ چمن کو مثلِ گل چلئے
جنوں انگيز پھر آتي ہيں آوازيں عنادل کي

غرورِ حسن تمکو ہے کمالِ عشق مجکو ہے
کہو تم ميرے دل کي يا ميں کہدوں آپ کے دل کي

تمہارے حسن سے آيا تھا ناداں ادعّا کرنے
سپيدي چھاگئي صورت تو ديکھو ماہ کامل کي

خدا کيواسطے لا کشتي مے جلد اے ساقي
ترشح ہورہا ہے کچھہ ہوا ہے سرد ساحل کي

چھپايا سب سے منہہ ملکر ہمارے خونکي مہدي
عروسانہ حيا کرنے لگي شمشير قاتل کي

خوشا ديوانگانِ راہِ الفت خوب سوچے ہو
يہاں کيسي مصيبت ميں پڑي ہے جان عاقل کي

يہ تيري زلف کا عقدہ نہيں وا ہو جو شانے سے
ارے ناداں بہت مشکل سے کُہلتي ہے گرہ دلکي

تامل سے جو ديکھا بوکہاۓ غنچۂ گل کو
نظر ميں پھر گئيں سب ہيئتيں يارانِ يکدل کي

کليجا منہہ کو آجاتا ہے دل پہروں تڑپتا ہے
مرے دردِ جگر ميں بھي چمک ہے تيغ قاتل کي

جہاں بدلا مزاج اُس ترک کا چڑھنے لگي تيوري
ذرا قاتل کھنچا - کھنچنے لگي شمشير قاتل کي

نہ سمجھو کھيل اميرؔ الفت کي بازي جان ليتي ہے
کہ رکھتے ہيں ہم - اچھي نہيں ہے دل لگي دل کي

مجھہ مست کو مے کي بو بہت ہے
ديوانے کو ايک ہو بہت ہے

موتي کي طرح جو ہو خدا داد
تھوڑي سي بھي آبرو بہت ہے

جاتے ہيں جو صبر و ہوش جائيں
مجکو اے درد تو بہت ہے

مانندِ کليم بڑھہ نہ اے دل
يہ دور کي گفتگو بہت ہے

بے کيف ہو مئے تو خُم کے خُم کم
اچھي ہو تو اک سبو بہت ہے

کيا وصل کي شب ميں مشکليں ہيں
فرصت کم - آرزو بہت ہے

منظور ہے خونِ دل جو اي ياس
انکے ليے آرزو بہت ہے

اي نشترِ غم ہو لاکھہ تن خشک
تيرے دم کو لہو بہت ہے

چھيڑے وہ مژہ تو کيوں نہ روؤں
آنکھوںميں خلش کو مُو بہت ہے

غنچے کي طرح چمن ميں ساقي
اپنا ہي مجھے سبو بہت ہے

کيا غم ہے اميرؔ اگر نہيں مال
اس وقت ميں آبرو بہت ہے

خوں ہوا کرکے بہت ہاتہہ ملے قاتل نے　　نہ جما پر نہ جما رنگِ حنا میرے بعد
تہي مرے دم سے فقط اُسکے ستم کي تيزي　　نرہے جوہرِ شمشيرِ جفا میرے بعد
میرے مرتے ہي ملا خاک میں یہہ اوجِ جنوں　　دشت میں کوئي بگولا نہ اُٹھا میرے بعد
نگہہ ناز سے مارا نہ کسي کو اُس نے　　یار سے کہنچ نہ سکي تيغِ ادا میرے بعد
خوش خطوں نے نہ کسي کو بہي کیا زیر و زبر　　یک قلم چہوٹ گئي مشقِ جفا میرے بعد

زینتِ محفلِ اربابِ سخن تہا میں امیر
نرہي رونقِ بزمِ شعرا میرے بعد

وہ تو سُنتاہي نہیں میں داد خواہي کیا کروں　　کسکے آگے جا کے سر پہوڑوں الٰہي کیا کروں
مجہہ گدا کو دے نہ تکلیفِ حکومت اے ہوس　　چار دنکي زندگي میں بادشاہي کیا کروں
رشک دیکہو غیر میرا محضرِ خوں دیکہکر　　سوچتا ہے اسپہ میں اپني گواہي کیا کروں
دہوتے دہوتے آنسؤوں سے ہوگئیں آنکہیں سفید　　بخت بد جاتي نہیں تیري سیاہي کیا کروں
مجکو ساحل تک خدا پہونچائیگا اے ناخدا　　اپني کشتي کي بیاں تجہسے تباہي کیا کروں
نزع میں آنکہیں ملاکر یار نے مجہسے کہا　　اب تري آنکہوں میں دم ہے کم نگاہي کیا کروں
ترکِ لذت سے جدائي میں زباں ہے آشنا　　بادۂ صاف و کبابِ مرغ و ماہي کیا کروں
شوق کہتاہے پہونچ جاؤں میں اب کعبے میں جلد　　راہ میں بتخانہ پڑتا ہے الٰہي کیا کروں
کل گیا تہا پیشِ زاہد سوچتا ہوں دل میں آج　　خدمتِ پیرِ مغاں میں عذر خواہي کیا کروں
فرض کردم آہ رک سکتي ہے تہم سکتے ہیں اشک　　چہپ نہیں سکتا ہے لیکن رنگ کاہي کیا کروں

وہ مرے اعمالِ روزو شب سے واقف ہے امیر
پیشِ خالق ادعاۓ بیگناہي کیا کروں

شمشیر ہے سناں ہے کسے دوں کسے ندوں　　اک جانِ ناتواں ہے کسے دوں کسے ندوں
مہماں ادہر ہما ہے اودہر ہے سگِ حبیب　　اک مُشتِ استخواں ہے کسے دوں کسے ندوں
درباں ہزار اوسکے یہاں ایک نقدِ جاں　　مالِ اسقدر کہاں ہے کسے دوں کسے ندوں
بلبل کو بہي ہے پہولونکي گلچین کو بہي طلب　　حیران باغباں ہے کسے دوں کسے ندوں
سب چاہتے ہیں اوس سے جو وعدہ وصال کا　　کہتا ہے اک زباں ہے کسے دوں کسے ندوں
شہزادي دخت رز کے ہزاروں ہیں خواستگار　　چپ مرشدِ مغاں ہے کسے دوں کسے ندوں
یارونکو بہي ہے بوسے کي غیرونکو بہي طلب　　ششدر وہ جانِ جاں ہے کسے دوں کسے ندوں

دل مجسے مانگتے ہیں ہزاروں حسین امیر
کتنا یہ ارمغاں ہے کسے دوں کسے ندوں

همت هے شرط راهِ خدا هے کهلي هوئي — پهونچا وه جس نے قصد کیا راهِ دور کا
محروم اُسکے خوانِ تجلي سے کون هے — حصه هر ایک آنکهه نے پایا هے نور کا
کهتے هي یا کریم ادهر سے اُدهر گئے — لطف و غضب میں فاصله تها کتني دور کا
میں خاک بهي هوا تو هوا اُسکي خاکِ در — چهوٹا نه دستِ عجز سے دامن غرور کا
وه صاف دل هوں مردمکِ چشم کي طرح — میرے سیاه خانے میں عالم هے نور کا
مي اعتقاد صاف کي اس میں رهے مدام — مینائے دل کو سنگ نه توڑے فتور کا
زاهد لحاظ رکهه که نه گل هو چراغِ زهد — جهوکا نه آنے پائے هوائے غرور کا
دیکهیں که کیا دکهائے قیامت میں شوقِ دید — درپیش مرحله هے شهود و ظهور کا
حاضر مرے جنازے په هوں سب ملائکه — سایه هو سر په مثلِ سلیماں طیور کا
کیا ڈر جو قصرِ عفو مقامِ بلند هے — زینه لگا کے پهونچونگا عذرِ قصور کا
دیدار کا تو وعده وفا هوگا حشر کو — ارشاد هو علاج دلِ ناصبور کا
عاشق کیا هے شوق نے تیرے حبیب پر — یارب امیدوار هوں عفوِ قصور کا
دیکها نهیں هے تجکو مگر شوقِ دید هے — مشتاق غائبانه هوں تیرے حضور کا
مرکر ملے نجات لحد کے فشار سے — صدقه اکابر و شهدا کے قبور کا
پهیلا کے پانوں چین سے سوؤں مزار میں — تکیه نصیب سر کو هو زانوئے حور کا
یارب اکیلے رهنے کي عادت نهیں مجهے — جمگهٹ رهے مزار میں غلمان و حور کا
محشر کے روز ساقي کوثر کا واسطه — اک جام تشنگي میں شرابِ طهور کا
عریاں اُٹهوں تو دامنِ رحمت میں دے جگهه — ڈهکجائے اس طرح سے بدن تیرے عور کا

اُلفت امیر آلِ محمد سے فرض هے
مشکل هے بے سفینه اراده عبور کا

کون اٹهائیگا تمهاري یهه جفا میرے بعد — یاد آئیگي بهت میري وفا میرے بعد
هوں وه نالاں که هے اتنے لیئے مرنیکي خوشي — چین سے سوئیگي سب خلقِ خدا میرے بعد
جتنا جي چاهے بلاؤں میں پهنسالو مجکو — کوئي پاؤگے نه مُشتاقِ بلا میرے بعد
هے وصیت مري مرقد په یهه لکهدیں احباب — که کرے کوئي کسي سے نه وفا میرے بعد
شکر هے کچهه تو محبت میں هوا رنگِ اثر — تین دن اُس نے لگائي نه حنا میرے بعد
کون ماتم میں هے یوں دل کا جلانے والا — گل هوئي شمعِ مزارِ شهدا میرے بعد
ضعف میں هے تنِ مجنوں بهي مه نو لیکن — هے وه عالم میں تو انگشت نما میرے بعد
مرگیا هوں میں صنم تیري فراموشي پر — یاد کیجیٔو نه مجهے بهرِ خدا میرے بعد
تها وه بلبل که جگر میں مرے کانٹا کهٹکا — چمنِ حسن میں جو پهول کهلا میرے بعد

امیر

منشی امیر احمد مینائی نام - امیر تخلص تھا - شاہ نصیر الدین شاہ اودھ کے عہد حکومت میں بتاریخ ۱۶ شعبان سنہ ۱۲۴۴ ھجری مطابق سنہ ۱۸۲۹ ع لکھنؤ میں پیدا ہوئے - ان کے والد کا نام مولوی محمد عرف محمد صاحب تھا - لکھنؤ کے مشہور و معروف بزرگ شاہ مینا صاحب ان کے اجداد میں سے تھے - اس وجہ سے یہہ اپنے نام کے اخیر میں "مینائی" کا لفظ ضم کرتے تھے - عربی و فارسی کے علم ادب میں فارغ التحصیل تھے - اور ان زبانوں کی تعلیم دار العلومِ فرنگی محل لکھنؤ میں حاصل کی تھی - نجوم - جفر - اور طب وغیرہ میں بھی دخل رکھتے تھے - اور شاعری کے لیئے تو ایسی طبیعت پائی تھی کہ اُن کی نازک خیالی اور مضمون آفرینی کو اهل دهلی اور اهل لکھنؤ سب تسلیم کرتے هیں - اِس فن میں منشی صاحب تدبیر الدوله مظفر الملک منشی سید مظفر علی خاں متخلص به اسیر کے شاگرد تھے - مصحفی کے خاندان سے تھے - اور اپنی شاعرانہ قابلیت کے اعتبار سے فخرِ خاندان تھے - انھوں نے ناسخ اور آتش کو دیکھا - اور صبا - وزیر - انیس - دبیر وغیرہ نامی شاعروں کی صحبتوں سے فیض یاب ہوئے - سنہ ۱۲۷۵ ھجری میں نواب محمد یوسف علی خاں والی رامپور کی سرکار میں ملازم ہوئے - اور نواب نے انھیں نهایت اعزاز و احترام سے رکھا - سنہ ۱۲۸۱ ھجری میں جب نواب یوسف علی خاں نے انتقال کیا - اور نواب کلب علی خاں کے هاتهہ میں عنانِ حکومت آئی تو نوابِ آخر الذکر نے نہ صرف منشی صاحب کو اُن کی جگہہ پر برقرار رکھا بلکہ اُن کی شاگردی کا فخر بھی حاصل کیا - ان کے دو دیوان مرآۃ الغیب اور صنم خانۂ عشق مشہور اور هر دلعزیز هیں - اُردو کا ایک مبسوط لغت بنام امیر اللغات تصنیف کیا - جسکی صرف دو جلدیں جو صرف باب الف میں هیں اور ساڑھے چھہ هزار الفاظ پر حاوی هیں اُن کی حیات میں شائع هوسکیں اور وہ اُردو لٹریچر کے اِس بے بہا خزانے کے بڑے حصے سے اهل ملک کو مستفیض کرنے کے قبل اِس جہان سے چل بسے - اِن کے علاوہ منشی صاحب کی چند اور قابل قدر تصنیفیں بھی هیں - امیر اللغات کی باقی جلدوں کی اشاعت میں حضورِ نظام سے امداد طلب کرنے کی غرض سے حیدر آباد گئے تھے کہ صرف ایک ماہ کے قیام کے اندر هی شب یکشنبہ ۱۹ جمادی الاخری سنہ ۱۳۱۸ ھجری مطابق سنہ ۱۹۰۱ ع کو بعمر ۷۴ سال راهیِ ملکِ بقا هوئے - اور حضرت یوسف و شریف صاحب کی درگاہ واقع حیدر آباد میں مدفون هوئے •

غزلیات

کچھہ غم نہیں جو پیش ہے دفتر قصور کا — عنوانِ نامہ نام ہے ربِّ غفور کا
کیسی نظر حجاب جو مانع هو نور کا — دریا سے قطرہ قصد کرے کیا عبور کا

رباعي

بندوں پہ کرم حضرتِ باري کا ہے — مقدور کسے شکر گذاري کا ہے
دي ہے جو خدا نے سرفرازي مجکو — ثمرہ یہ نہالِ خاکساري کا ہے

رباعي

آدم کو عجب خدا نے رتبا بخشا — ادني کیلیے مقام اعلي بخشا
عقل و هنر و تمیز و جان و ایمان — اِس ایک کفِ خاک کو کیا کیا بخشا

رباعي

یہ اوج یہ مرتبے هما کو نہ ملے — یہ دلقِ مرقع اُمرا کو نہ ملے
بخشي ہے خدا نے همکو یہ دولتِ فقر — برسوں ڈھونڈے تو بادشا کو نہ ملے

رباعي

دولت کي نہ خواهش ہے نہ زر چاهتے هیں — نے مال نہ اسباب نہ گھر چاهتے هیں
جو مزرعۂ آخرت ہے وہ خشک نہو — هاں اک تري رحمت کي نظر چاهتے هیں

رباعي

عزت رہے یار و آشنا کے آگے — محجوب نہوں شاہ و گدا کے آگے
یہ پانوں چلیں تو راہِ مولا میں چلیں — یہ هاتھہ اُٹھیں جب تو خدا کے آگے

رباعي

گلشن میں صبا کو جستجو تیري ہے　　بلبل کي زباں پہ گفتگو تیري ہے
ہر رنگ میں جلوہ ہے تري قدرت کا　　جس پھول کو سونگھتا ہوں بو تیري ہے

رباعي

دل بت سے اٹھا کے حق پرستي کیجے　　بے تیغ انیس قطع ہستي کیجے
آخر اک دن یہ پاؤں ہونگے بیکار　　بہتر ہے ابھي سے پیشدستي کیجے

رباعي

بندے کو خیال دمبدم تیرا ہے　　یہ جسم ترا ہے اور یہ دم تیرا ہے
کرتا ہے جو مجھسے زردرو کو سرسبز　　اے ابر کرم یہ سب کرم تیرا ہے

رباعي

اے خالق ذو الفضل و کرم رحمت کر　　اے دافع شر رنج و الم رحمت کر
سبقت ہے سدا غضب پہ رحمت کو تري　　اپني تجھے رحمت کي قسم رحمت کر

رباعي

راہي طرف عالم بالا ہونمیں　　دنیا سے عدم کو جانیوالا ہونمیں
یا رب ترا نام پاک جپنے کے لیے　　گویا اک ہڈیوں کا مالا ہوں میں

رباعي

گلشن میں پھروں کہ سیر صحرا دیکھوں　　یا معدن و کوہ و دشت و دریا دیکھوں
ہر جا تري قدرت کے ہیں لاکھوں جلوے　　حیراں ہوں کہ دو آنکھونسے کیا کیا دیکھوں

رباعي

گذرے ہر دم مرا ارادت میں تري　　گردن یہ جھکي رہے عبادت میں تري
یا رب مجھے طول عمر دے تو لیکن　　وہ عمر جو کام آئے طاعت میں تري

رباعي

توقیر تري ہي آستانے سے ملي　　عزت ترے در پہ سر جھکانے سے ملي
مال و زر و آبرو و دین و ایمان　　کیا کیا دولت ترے خزانے سے ملي

رباعي

گو لاکهه برس جیے تو پهر مرنا هے ۔ پیمانهٔ عمر ایک دن بهرنا هے
شاں توشهٔ آخرت مهیا کر لے ۔ غافل تجهے دنیا سے سفر کرنا هے

رباعي

هر برگ سے قدرت احد پیدا هے ۔ هر پهول سے صنعت صمد پیدا هے
سینه هے بشر کا وہ محیط زخار ۔ هر ایک نفس سے جزر و مد پیدا هے

رباعي

پتلي کي طرح نظر سے مستور هے تو ۔ آنکهیں جسے ڈهونڈهتي هیں وہ نور هے تو
نزدیک رگ گلو سے اس پریه بعد ۔ الله الله کس قدر دور هے تو

رباعي

ممکن نهیں عبد سے عبادت تیري ۔ خلق و کرم و عطا هے عادت تیري
صحرا صحرا هیں گو که عصیاں میرے ۔ دریا دریا مگر هے رحمت تیري

رباعي

گوهر کو صدف میں آبرو دیتا هے ۔ بندے کو بغیر جستجو دیتا هے
انساں کو رزق گل کو بو سنگ کو لعل ۔ جو کچهه دیتا هے جس کو تو دیتا هے

رباعي

مڑکر کب تک اِدهر اُدهر دیکهونمیں ۔ حیراں هے نظر کدهر کدهر دیکهونمیں
دنیا هو که عقبیٰ هو فلک هو که زمیں ۔ تو هي تو هے جدهر جدهر دیکهونمیں

رباعي

نه لعل میں هے نه گهر و سنگ میں تو ۔ پر صاف چمکتا هے هر اِک رنگ میں تو
باهر عالم سے هے بزرگي تیري ۔ کس طرح سمایا هے دل تنگ میں تو

رباعي

عالم بهی ترا هے زشت بهی تیرا هے ۔ کعبه بهی ترا کنشت بهي تیرا هے
حاضر هے گنهگار جدهر بهیجدے تو ۔ دوزخ بهي ترا بهشت بهي تیرا هے

بنت علي تو بيٹھي هوتي تهي ننگے سر — مقتل نه تها دور جسم تها سي ه كا دهر
زينب كو منع كرتے تهے هر چند اهل شر — ليكن وه دوڑي جاتي تهي بهائي كي لاش پر
پهونچي جو قتلگاه ميں اُس روك ٹوك پر
ديكها سرِ حسين كو نيزے كي نوك پر

نيزے كے نيچے جاكے پكاري وه سوگوار — سيد تري لهو بهري صورت كے ميں نثار
هے هے گلے په چلگئي بهيا چهري كي دهار — بهولے بهن كو اسے اسد حق ني يادگار
صدقے گئي لٹا گئے گهر وعدهگاه ميں
جنبش لبوں كو هے ابهي ياد اله ميں

بهيا سلام كرتي هے خواهر جواب دو — چلا رهي هے دختر حيدر جواب دو
سوكهي زباں سے بهر پيمبر جواب دو — كيونكر جيئيگي زينب مضطر جواب دو
جز مرگ درد هجر كا چارا نهيں كوئي
ميرا تو اب جهاں ميں سهارا نهيں كوئي

بهيا ميں اب كهاں سے تمهيں لاؤں كيا كروں — كيا كهكے اپنے دل كو ميں سمجهاؤں كيا كروں
كسكي دُهائي دوں كسے چلاؤں كيا كروں — بستي پرائي هے ميں كدهر جاؤں كيا كروں
دنيا تمام اجڑ گئي ويرانه هوگيا
بيٹهوں كهاں كه گهر تو عزا خانه هوگيا

هے هے تمهارے آگے نه خواهر گذر گئي — بهيا بتاؤ كيا نه خنجر گذر گئي
آئي صدا نه پوچهو جو هم پر گذر گئي — صد شكر جو گذر گئي بهتر گذر گئي
سر كٹ گيا همين تو الم سے فراغ هے
گر هے تو بس تمهاري جدائي كا داغ هے

پهر لوٹنے كو آئيگي اب فوج نابكار — كهيو نه كچهه زباں سے بجز شكر كردگار
خيمه ميں جبكے آگ لگاويں ستم شعار — رهيو مري يتيم سكينه سے هوشيار
بيزار هے وه خسته جگر اپني جان سے
باندهے نه كوئي اُسكا گلا ريسمان سے

بس اے انيس ضعف سے لرزاں هے بند بند — عالم كو يادگار رهينگے يه چند بند
نكلے قلم سے ضعف ميں كيا كيا بلند بند — عالم پسند لفظ هيں سلطاں پسند بند
يه فصل اور يه بزم عزا يادگار هے
پيري كے ولولے هيں خزاں كي بهار هے

دشمن تها شه کا اعور سلمی عدوے دیں   سر پر لگائي تیغ که شق هو گئي جبیں
ماري جگر پہ ابن انس نے سنان دیں   بهاگا گہوڑے کوکهه میں برچهي کو اک لعیں
گهوڑے پہ ڈگمگا کے جو حضرت نے آہ کي
تهرا گئي ضریح رسالت پناه کي

گرتے هیں اب حسین فرس پر سے هے غضب   نکلي رکاب پاے مطہر سے هے غضب
پہلو شگافته هوا خنجر سے هے غضب   غش میں جهکے عمامه گرا سر سے هے غضب
قرآن رحل زیں سے سر فرش گر پڑا
دیوار کعبه بیٹهه گئي عرش گر پڑا

گو پر کبهي اُٹهے کبهي رکها زمیں په سر   اُبلا لہو کبهي تو سنبهالا کبهي جگر
حسرت سے کي خیام کي جانب کبهي نظر   کروٹ کبهي تڑپ کے اِدهر لي کبهي اُدهر
اُٹهه بیٹهے جب تو زخموں سے برچهي کے پهل گرے
تیر اور تن میں گڑ گئے جب منه کے بهل گرے

جنگل سے آئي فاطمه زهرا کي یه صدا   امت نے مجهکو لوٹ لیا وا محمدا
اسوقت کون حق محبت کرے ادا   هے هے یه ظلم اور وه دو عالم کا مقتدا
انیس سو هیں زخم تن چاک چاک پر
زینب نکل حسین تڑپتا هے خاک پر

بیوه الت کے بنت علي نکلي ننگے سر   لرزاں قدم خمیده کمر غرق خوں جگر
چاروں طرف پکارتي تهي سر کو پیٹ کر   اے کربلا بتا ترا مہماں هے کدهر
اماں قدم اب اٹهتے نہیں تشنه کام کے
پہونچا دو لاش پر مرے بازو کو تهام کے

اسوقت سب جہاں مري آنکهونمیں هے سیاه   لوگو خدا کیواسطے مجهکو بتاؤ راه
سید کدهر تڑپتا هے اماں کدهر هیں آه   کس سمت هے نبي کے نواسے کي قتل گاه
شعلے دل و جگر سے نکلتے هیں آه کے
یه کون نام لیتا هے میرا کراه کے

کسنے صدا یه دي که بهن اسطرف نه آؤ   بس اب سفر قریب هے لله گهر میں جاؤ
اب ڈوبتي هے آل رسول خدا کي ناؤ   یا مُرتضیٰ غریبوں کے بیڑے کو تم بچاؤ
اب چهوڑیو نه دشت بلا میں حسین کو
یا فاطمه چهپا لو ردا میں حسین کو

بس اب نہ کروغا کي هوس اے حسینؑ بس　　دم لے هوا میں چند نفس اے حسینؑ بس
گرمي سے هانپتا هے فرس اے حسینؑ بس　　وقت نماز عصر هے بس اے حسینؑ بس

پیاسا لڑا نہیں کوئي یوں اژدهام میں
اب اهتمام چاهیئے اُمت کے کام میں

لبیک کہکے تیغ رکھي شہ نے میان میں　　پلٹي [illegible] قیامت جہان میں
پھر سرکشوں نے تیر ملائے کمان میں　　پھر [illegible] نشان میں

بیکس حسینؑ ظلم شعاروں میں گھر گئے
مولا تمھارے لاکھہ سواروں میں گھر گئے

سینے پہ سامنے سے چلے دس هزار تیر　　چھاتي پہ لگ گئے کئي سو ایک بار تیر
پہلو کے پار برچھیاں سینے کے پار تیر　　پڑتے تھے دس جو کھینچتے تھے تن سے چار تیر

یوں تھے خدنگ ظل الهي کے جسم پر
جسطرح خار هوتے هیں ساهي کے جسم پر

چلتے تھے چار سمت سے بھالے حسینؑ پر　　ٹوٹے هوئے تھے برچھیوں والے حسینؑ پر
یہہ دکھہ نبيؐ کي گود کے پالے حسینؑ پر　　قاتل تھے خنجروں کو نکالے حسینؑ پر

تیر ستم نکالنے والا کوئي نہ تھا
گرتے تھے اور سنبھالنے والا کوئي نہ تھا

لاکھوں میں ایک بیکس و دلگیر هائے هائے　　فرزند فاطمہ کي یہ توقیر هائے هائے
بھالے وہ اور وہ پہلوے شبیر هائے هائے　　وہ زهر میں بجھائے هوئے تیر هائے هائے

غصے میں تھے جو فوج کے سرکش بھرے هوے
خالي کیے حسین پہ ترکش بھرے هوے

وہ گرد تھے جو بھاگتے پھرتے تھے وقت جنگ　　اک سنگدل نے پاس سے مارا جبیں پہ سنگ
صدمے سے زرد هوگیا سبط نبي کا رنگ　　ماتھے پہ هاتھہ تھا کہ گلے پر لگا خدنگ

تھاما گلا جناب نے ماتھے کو چھوڑ کے
نکلا وہ تیر حلق مبارک کو توڑ کے

لکھا هے تین بھال کا تھا ناوک ستم　　منہ کھل گیا الٹ گئي گردن رکا جو دم
کھینچي سري گلے کي طرف سے بہ چشم نم　　بھالیں نکالیں پشت کي جانب سے هوکے خم

اُبلا جو خوں نکلتا هوا دم ٹھہر گیا
چلو رکھا جو زخم کے نیچے تو بھر گیا

نیزہ ہلاکے شاہ پہ آیا وہ خود پسند — مشکل‌کشا کے لال نے بھولے تمام بند
تیر و کماں سے بھی نہوا جب وہ بہرہ مند — چلہ ادھر کھنچا کہ چلی تیغ سربلند

وہ تیر کٹ گئے جو در آتے تھے سنگ میں
گوشے نہ تھے کماں میں نہ پیکاں خدنگ میں

ظالم اٹھاکے گرز کو آیا جناب پر — طاری ہوا غضب خلف بوتراب پر
مارا جو ہاتھہ پانؤں جماکر رکاب پر — بجلی گری شقی کے سر پر عتاب پر

بد ہاتھہ میں شکست ظفر نیک ہاتھہ میں
ہاتھہ اڑ کے جا پڑا کئی ہاتھہ ایک ہاتھہ میں

کچھہ دست پاچہ ہوکے چلا تھا وہ نابکار — پنجے سے پر اجل کے کہاں جاسکے شکار
واں اسفلے بائیں ہاتھہ میں لی تیغ آبدار — یاں سر سے آئی پشت کے مُہروں پہ ذوالفقار

قربان تیغ تیز شہ نامدار کے
دو ٹکڑے تھے سوار کے دو راہوار کے

پھر دوسرے پہ گرز اٹھا کر پکارے شاہ — کیوں ضرب ذوالفقار پہ تو نے بھی کی نگاہ
سرشار تھا شراب تکبر سے روسیاہ — جاتا کہاں کہ موت تو روکے ہوئے تھی راہ

غافل تھا اسے اجل نے بڑھایا جو گھیر کے
لو دوسرا شکار چلا مُنہہ میں شیر کے

آتا تھا وہ کہ اسپ شہ دیں پلٹ پڑا — ثابت ہوا کہ شیر گرسنہ جھپٹ پڑا
تیغہ شقی نے ڈھال پہ مارا تو پٹ پڑا — ضربت پڑی کہ گنبد دوار پھٹ پڑا

پیوند صدر زیں جسد و فرق ہوگیا
گھوڑا زمیں میں سینہ تلک غرق ہوگیا

پریوں سے قاف چھوٹ گیا اور جنوں سے گھر — شیروں سے دشت گرگ سے بن اژدروں سے در
شاہین و کبک چھپ گئے اک جا ملا کے سر — اڑ کر گرے جزیروں میں جنگل کے جانور

سمٹے پہاڑ مُنہہ کو جو دامن سے ڈھانپ کے
سیمرغ نے گرادیے پر کانپ کانپ کے

آئی صداے غیب کہ شبیرؑ مرحبا — اس ہاتھہ کے لیئے تھی یہہ شمشیر مرحبا
یہہ آبرو یہہ جنگ یہہ توقیر مرحبا — دکھلادی ماں کے دودھہ کی تاثیر مرحبا

غالب کیا خدا نے تجھے کائنات پر
بس خاتمہ جہاد کا ہے تیری ذات پر

چلایا ہاتھ مار کے زانو پہ ابن سعد — اے وا فضیحتا یہ ہزیمت ظفر کے بعد
زیبا دلاوروں کو نہیں ہے خلاف وعد — اک پہلواں یہ سنتے ہی گرجا مثل رعد
نعرہ کیا کہ کرتا ہوں حملہ امام پر
اے ابن سعد لکھ لے ظفر میرے نام پر

بالا قد و کلفت و تنومند و خیرہ سر — روئیں تن و سیاہ دروں آہنی کمر
ناوک پیام مرگ کے ترکش اجل کا گھر — تیغیں ہزار ٹوٹ گئیں جسپہ وہ سپر
دل میں بدی طبیعت بد میں بگاڑ تھا
گھوڑے پہ تھا شقی کہ ہوا پر پہاڑ تھا

ساتھ اسکے اور اسی قد و قامت کا ایک یل — آنکھیں کبود رنگ سیہ ابروؤں پہ بل
بدکار و بدشعار و ستمگار و پر دغل — جنگ آزما بھگائے ہوئے لشکروں کے دل
بھالے لیئے کسے ہوئے کمریں ستیز پر
نازاں وہ حرب گرز پہ یہ تیغ تیز پر

کھنچ جائے شکل حرب وہ تدبیر چاہیئے — دشمن بھی سب مقر ہوں وہ تقریر چاہیئے
تیزی زباں میں صورت شمشیر چاہیئے — فولاد کا قلم دم تحریر چاہیئے
نقشہ کھنچیگا صاف صف کارزار کا
پانی دوات چاہتی ہے ذوالفقار کا

لشکر میں اضطراب تھا فوجوں میں کھلبلی — سارنت بیحواس ہراساں دھنی بلی
ڈر تھا کہ لو حسین بڑھے تیغ اب چلی — غل تھا ادھر ہیں مرحب و عنتر ادھر علی
کون آج سربلند ہو اور کون پست ہو
کسکی ظفر ہو دیکھیئے کسکی شکست ہو

آواز دی یہ ہاتف غیبی نے تب کہ ہاں — بسم اللہ اے امیر عرب کے سرور جاں
اٹھی علی[۴] کی تیغ دو دم چاٹ کر زباں — بیٹھے درست ہوکے فرس پر شہ زماں
واں سے وہ شوربخت بڑھا نعرہ مار کے
پانی بھر آیا مُنھ میں اِدھر ذوالفقار کے

لشکر کے سب جواں تھے لڑائی میں جی لڑاے — وہ بد نظر تھا آنکھوں میں آنکھیں اُدھر گڑاے
ڈھالیں لڑیں سپاہ کی یا ابر گڑگڑاے — غصے میں آکے گھوڑے نے بھی دانت کڑکڑاے
ماری جو ٹاپ ڈر کے ہٹے سب لعیں کے پاؤں
ماہی پہ ڈگمگا گئے گاو زمیں کے پاؤں

گرمی میں پیاس تھی کہ پھنکا جاتا تھا جگر — اُف اُف کبھی کہا کبھی چہرے پہ لی سپر
آنکھوں میں تیس آتی جو پڑتی دھوپ پر نظر — جھپٹے کبھی ادھر کبھی حملہ کیا اُدھر
کثرت عرق کے قطروں کی تھی روے پاک پر
موتی برستے جاتے تھے مقتل کی خاک پر

سیراب چھپتے پھرتے تھے پیاسے کی جنگ سے — چلتی تھی ایک تیغ علی لاکھ رنگ سے
چمکی جو برق پر تو نکل آئی تنگ سے — رکتی تھی نے سپر سے نہ آہن نہ سنگ سے
خالق نے منہہ دیا تھا عجب آب و تاب کا
خود آسکے سامنے تھا پھپھولا حباب کا

سہمے ہوئے تھے یوں کہ کسی کو نہ تھی خبر — پیکاں کدھر ہے تیر کا سوفار ہے کدھر
مردم کی کشمکش سے کمانوں کو تھا یہ ڈر — گوشوں کو ڈھونڈھتی تھیں زمیں پر جھکا کے سر
ترکش سے کھینچے تیر کوئی یہ جگر نہ تھا
جسنے کہ سر پہ ہاتھہ رکھا تن پہ سر نہ تھا

گھوڑوں کی وہ تڑپ وہ چمک تیغ تیز کی — سو سو صفیں کچل گئیں جب جست خیز کی
لاکھوں میں تھی نہ ایک کو طاقت ستیز کی — تھی چار سمت دھوم گریزا گریز کی
آری جو ہو گئی تھیں وہ سب ذو الفقار سے
تیغوں نے منہہ پھرا لیے تھے کارزار سے

اللہ رے لڑائی میں شوکت جناب کی — سونلائے رنگ میں تھی ضیا آفتاب کی
سوکھے تھے لب کہ پنکھڑیاں تھیں گلاب کی — تصویر ذو الجناح پہ تھی بو تراب کی
ہوتا تھا غل جو کرتے تھے نعرے لڑائی میں
بھاگو کہ شیر گونج رہا ہے ترائی میں

بس تو یہ غل ہوا کہ دُہائی حسین کی — اللہ کا غضب ہے لڑائی حسین کی
دریا حسین کا ہے ترائی حسین کی — دنیا حسین کی ہے خدائی حسین کی
بیڑا بچایا آپ نے طوفاں سے نوح کا
اب رحم واسطہ علی اکبر کی روح کا

اکبر کا نام سنکے جگر پر لگی سناں — آنسو بھر آئے روک لی رہوار کی عناں
مڑکر پکارے لاش پسر کو شہ زماں — تمنے نہ دیکھی جنگ مری اے پدر کی جاں
قسمیں تمہاری روح کی یہ لوگ دیتے ہیں
لو اب تو ذوالفقار کو ہم روک لیتے ہیں

پس پس کے کشمکش سے کماندار مر گئے   چلے تو سب چڑھے رہے بازو اُتر گئے
گوشے کٹے کمانوں کے تیروں کے پر کٹے   مقتل میں ہو سکا نہ گذارا گذر گئے
دہشت سے ہوش اُڑ گئے تھے مکر و وہم کے
سوفار کھول دیتے تھے منہ سہم سہم کے

تیر افگنی کا جنگی ہر اک شہر میں تھا شور   گوشہ کہیں نہ ملتا تھا اُنکو سوا ئے گور
تاریک شب میں جسکا نشانہ تھا پائے مور   لشکر میں خوف جاں نے اُنہیں کردیا تھا کور
ہوش اُڑ گئے تھے فوج ضلالت نشان کے
پیکاں میں زہ کو رکھتے تھے سوفار جان کے

صف پر صفیں پروں پہ پرے پیش و پس گرے   اسوار پر سوار فرس پر فرس گرے
اُٹھکر زمیں سے پانچ جو بھاگے تو دس گرے   مخبر پہ پیک پیک پہ مر کر عسس گرے
ٹوٹے پرے شکست وہ فوج ستم ہوئی
دنیا میں اسطرح کی بھی اُفتاد کم ہوئی

غصے تھا شیر شرزۂ صحرائے کربلا   چھوڑے تھا گرگ منزل و ماوائے کربلا
تیغ علی تھی معرکہ آرائے کربلا   خالی نہ تھی سروں سے کہیں جائے کربلا
بستی بسی تھی مردوں کی قریے اُجاڑ تھے
لاشوں کی تھی زمین سروں کے پہاڑ تھے

غازی نے رکھ لیا تھا جو شمشیر کے تلے   تھی طرفہ کشمکش فلک پیر کے تلے
چلے سمٹ کے جاتے تھے زہ گیر کے تلے   چھپتی تھی سر جھکائے کماں تیر کے تلے
اُس تیغ بیدریغ کا جلوہ کہاں نہ تھا
سہمے تھے سب پہ گوشۂ امن و اماں نہ تھا

چاروں طرف کمان کیانی کی وہ ترنگ   رہ رہ کے ابر شام سے تھی بارش خدنگ
وہ شور و صیحۂ فرس ابلق و سرنگ   وہ لوں وہ آفتاب کی تابندگی وہ جنگ
پھنکتا تھا دشت کیں کوئی دل تھا نہ چین سے
اُس دن کی تاب و تب کوئی پوچھے حسین سے

سقے پکارتے تھے یہ مشکیں لیے اُدھر   بازار جنگ گرم ہے ڈھلتی ہے دوپہر
پیاسا جو ہو وہ پانی سے ٹھنڈا کرے جگر   مشکوں پہ دوڑ دوڑ کے گرتے تھے اہل شر
کیا آگ لگ گئی تھی جہان خراب کو
پیتے تھے سب حسین ترپتے تھے آب کو

تیغ خزاں تھي گلشن ھستي سے کیا اُسے گھر جسکا خود اُجڑ گیا بستي سے کیا اُسے
وہ خم دکھا دے کفر بستي سے کیا اُسے جو آپ سر بلند ہو پستي سے کیا اُسے
کہتے ھیں راستي جسے وہ خم کے ساتھہ ھے
تیزي زباں کے ساتھہ برش دم کے ساتھہ ھے

سینے پہ چلگئي تو کلیجا لہو ہوا گویا جگر میں موت کا ناخن فرو ہوا
چمکي تو الاماں کا غل چار سو ھوا جو اُسکے منہہ پہ آگیا بے آبرو ھوا
رکتا تھا ایک وار نہ دس سے نہ پانچ سے
چہرے سیاہ ھوگئے تھے اُسکي آنچ سے

بچھہ بچھہ گئیں صفونپہ صفیں وہ جہاں چلي چمکي تو اُسطرف ادھر آئي وھاں چلي
دونوں طرف کي فوج پکاري کہاں چلي اسنے کہا یہاں وہ پکارا وھاں چلي
منہہ کسطرف ھے تیغزنوں کو خبر نہ تھي
سر گر رھے تھے اور تنوں کو خبر نہ تھي

دشمن جو گھات پر تھے وہ دھوئے تھے جاں سے ھاتھہ گردن سے سر الگ تھا جدا تھے نشاں سے ھاتھہ
توڑا کبھي جگر کبھي چھیدا سناں سے ھاتھہ جب کٹ کے گر پڑیں تو پھر آئیں کہاں سے ھاتھہ
اب ھاتھہ دستیاب نہ تھے منہہ چھپانے کو
ھاں پانوں رھگئے تھے فقط بھاگ جانے کو

اللہ رے خوف تیغ شہ کائنات کا زھرہ تھا آب خوف کے مارے فرات کا
دریا میں حال تھا یہ ھر اک بد صفات کا چارہ فرار کا تھا نہ یارا ثبات کا
غل تھا کہ برق گرتي ھے ھر درع پوش پر
بھاگو خدا کے قہر کا دریا ھے جوش پر

ھر چند مچھلیاں تھیں زرہ پوش سر بسر منہہ کھولے چھپتي پھرتي تھیں لیکن ادھر ادھر
بھاگي تھي موج چھوڑ کے گرداب کي سپر تھے تہ نشیں نہنگ مگر آب تھے جگر
دریا نہ تھمتا خوف سے اُس برق تاب کے
لیکن پڑے تھے پانوں میں چھالے حباب کے

آیا خدا کا قہر جدھر سن سے آگئي کانوں میں الاماں کي صدا رن سے آگئي
دو کرکے خود زیں پہ جوشن سے آگئي کھنچتي ھوئي زمین پہ توسن سے آگئي
بجلي گري جو خاک پہ تیغ جناب کي
آئي صدا زمین سے یا بوتراب کي

آئے حسین یوں کہ عقاب آئے جسطرح ‏ ‏ ‏ کافر پہ کبریا کا عتاب آئے جسطرح
تابندہ برق سوے سحاب آئے جسطرح ‏ ‏ ‏ دوڑا فرس نشیب میں آب آئے جسطرح

یوں تیغ تیز کوند گئی اُس گروہ پر
بجلی تڑپ کے گرتی ہے جسطرح کوہ پر

گرمی میں تیغ برق جو چمکی شرر اُڑے ‏ ‏ ‏ جھونکا چلا ہوا کا جو سن سے تو سر اُڑے
پرکالۂ سپر جو ادھر اور اُدھر اُڑے ‏ ‏ ‏ روح الامیں نے صاف یہہ جانا کہ پر اُڑے

ظاہر نشان اسم عزیمت اثر ہوے
جنپر علی لکھا تھا وہی پر سپر ہوے

جس پر چلی وہ تیغ دو پارا کیا اُسے ‏ ‏ ‏ کھنچتے ہی چار ٹکڑے دوبارا کیا اُسے
واں تھی جدھر اجل نے اشارا کیا اُسے ‏ ‏ ‏ سختی بھی کچھہ پڑی تو گوارا کیا اُسے

نے زین تھا فرس پہ نہ اسوار زین پر
کڑیاں زرہ کی بکھری ہوئی تھیں زمین پر

آئی چمک کے غول پہ جب سر گرا گئی ‏ ‏ ‏ دم میں جمی صفوں کو برابر گرا گئی
ایک ایک قصر تن کو زمیں پر گرا گئی ‏ ‏ ‏ سیل آئی زور شور سے جب گھر گرا گئی

آ پہونچا اُسکے گھاٹ پہ جو مر کے رہ گیا
دریا لہو کا تیغ کے پانی سے بہہ گیا

یہہ آبرو یہہ شعلہ فشانی خدا کی شان ‏ ‏ ‏ پانی میں آگ آگ میں پانی خدا کی شان
خاموش اور تیز زبانی خدا کی شان ‏ ‏ ‏ استادہ آب میں یہہ روانی خدا کی شان

لہرائی جب اُتر گیا دریا چڑھا ہوا
نیزوں تھا ذوالفقار کا پانی بڑھا ہوا

قلب و جناح و میمنہ و میسرا تباہ ‏ ‏ ‏ گردن کشان امت خیر الوریٰ تباہ
جنباں زمیں صفیں تہ و بالا پرا تباہ ‏ ‏ ‏ بیجان جسم و روح مسافر سرا تباہ

بازار بند ہوگیا جھنڈے اُکھڑ گئے
فوجیں ہوئیں تباہ محلے اُجڑ گئے

اللہ رے تیزی و برش اُس شعلہ رنگ کی ‏ ‏ ‏ چمکی سوار پر تو خبر لائی تنگ کی
پیاسی فقط لہو کی طلبگار جنگ کی ‏ ‏ ‏ حاجت نہ سان کی تھی اُسے اور نہ سنگ کی

خوں سے فلک کو لاشوں سے مقتل کو بھرتی تھی
سو بار دم میں چرخ پہ چڑھتی اُترتی تھی

کہتا تھا ابن سعد کہ اے آسماں جناب　　بیعت جو کیجے اب بھي تو حاضر ہے جام آب
فرماتے تھے حسین کہ او خانماں خراب　　دریا کو خاک جانتے ھیں ابن بوتراب
فاسق ہے پاس کچھہ تجھے اسلام کا نہیں
آب بقا ھو یہہ تو مرے کام کا نہیں

کہدوں تو خوان لیکے خود آئیں ابھي خلیل　　چاھوں تو سلسبیل کو دم میں کروں سبیل
کیا جام آب کا مجھے تو دیگا او ذلیل　　بے آبرو خسیس ستمگر دني بخیل
جس پھول پر پڑے ترا سایہ وہ بو نہ دے
کھلوائے فصد تو تو کبھي رگ لہو نہ دے

گر جم کا نام لوں تو ابھي جام لیکے آئے　　کوثر ابھي رسول کا احکام لیکے آئے
روح الامیں زمیں پہ مرا نام لیکے آئے　　لشکر ملک کا فتح کا پیغام لیکے آئے
چاھوں جو انقلاب تو دنیا تمام ھو
اُلٹے زمین یوں کہ نہ کوفہ نہ شام ھو

فرما کے یہہ نگاہ جو کي سوے ذوالفقار　　تھرا کے پچھلے پاؤں ھٹا وہ ستم شعار
مظلوم پر صفوں سے چلے تیر بے شمار　　آواز کوس حرب ھوئي آسماں کے پار
نیزے اُٹھا کے جنگ پہ اسوار تل گئے
کالے نشان فوج سیہ رو کے کھل گئے

وہ دھوم طبل جنگ کي وہ بوق کا خروش　　کر ھوگئے تھے شور سے کروبیوں کے گوش
تھرائي یوں زمیں کہ اڑے آسماں کے ھوش　　نیزے ھلا کے نکلے سواران درع پوش
ڈھالیں تھیں یوں سروں پہ سواران شوم کے
صحرا میں جیسے آئے گھٹا جھوم جھوم کے

جب رن میں تیغ تول کے سلطان دیں بڑھے　　گیتي کے تھام لینے کو روح الامیں بڑھے
مانند شیر نر کہیں ٹھہرے کہیں بڑھے　　گویا علي اُلٹتے ھوے آستیں بڑھے
جلوہ دیا جري نے عروس مصاف کو
مشکل کشا کي تیغ نے چھوڑا غلاف کو

کاٹھي سے اسطرح ھوئي وہ شعلہ خو جدا　　جیسے کنار شوق سے ھو خوبرو جدا
مہتاب سے شعاع جدا گل سے بو جدا　　سینے سے دم جدا رگ جاں سے لہو جدا
گرجا جو رعد ابر سے بجلي نکل پڑي
محمل میں دم جو گھٹ گیا لیلي نکل پڑي

کوسوں کسی شجر میں نہ گل تھے نہ برگ و بار　　ایک ایک نخل جل رہا تھا صورت چنار

ھنستا تھا کوئی گل نہ لہکتا تھا سبزہ زار　　کانٹا ھوئی تھی پھول کی ھر شاخ باردار

گرمی یہ تھی کہ زیست سے دل سب کے سرد تھے

پتے بھی مثل چہرۂ مدقوق زرد تھے

شیر اُٹھتے تھے نہ دھوپ کے مارے کچھار سے　　آھو نہ منہ نکالتے تھے سبزہ زار سے

آئینہ مہر کا تھا مکدر غبار سے　　گردوں کو تپ چڑھی تھی زمیں کے بخار سے

گرمی سے مضطرب تھا زمانہ زمین پر

بھن جاتا تھا جو گرتا تھا دانہ زمین پر

گرداب پر تھا شعلۂ جوالہ کا گماں　　انگارہ تھے حباب تو پانی شرر فشاں

مُنھہ سے نکل پڑی تھی ھراک موج کی زباں　　تہ پر تھے سب نہنگ مگر تھی لبوں پہ جاں

پانی تھا آگ گرمیٔ روز حساب تھی

ماھی جو سیخ موج تک آئی کباب تھی

آئینۂ فلک کو نہ تھی تاب و تب کی تاب　　چھپنے کو برق چاھتی تھی دامن سحاب

سب سے سوا تھا گرم مزاجوں کو اضطراب　　کافور صبح ڈھونڈھتا پھرتا تھا آفتاب

بھڑکی تھی آگ گنبد چرخ اثیر میں

بادل چھپے تھے سب کرۂ زمہریر میں

اُس دھوپ میں کھڑے تھے اکیلے شہ امم　　نے دامن رسول تھا نے سایۂ علم

شعلے جگر سے آہ کے اُٹھتے تھے دمبدم　　اودے تھے لب زبان میں کانٹے کمر میں خم

بے آب تیسرا تھا جو دن میہمان کو

ھوتی تھی بات بات میں لکنت زبان کو

گھوڑوں کو اپنے کرتے تھے سیراب سب سوار　　آتے تھے اونٹ گھاٹ پہ باندھے ھوئے قطار

پیتے تھے آب نہر پرند آکے بے شمار　　سقے زمیں پہ کرتے تھے چھڑکاو بار بار

پانی کا دام و دد کو پلانا ثواب تھا

اک ابن فاطمہ کے لیئے قحط آب تھا

سر پر لگائے تھا پسر سعد چتر زر　　خادم کئی تھے مروحہ جنباں ادھر اُدھر

کرتے تھے آب پاش مکرر زمیں کو تر　　فرزند فاطمہ پہ نہ تھا سایۂ شجر

وہ دھوپ دشت کی وہ جلال آفتاب کا

سونلا گیا تھا رنگ مبارک جناب کا

پہلے پہل چهٹا ہے یه ماں کے کنار سے   واقف نہیں ہے قبر کي شبہات تار سے
اے قبر هوشیار مرے گلعذار سے   گردن چهدي هوئي ہے بچانا فشار سے
سید ہے لال حضرت خیرالنسا کا ہے
معصوم ہے شہید ہے بندہ خدا کا ہے

یه کہکے آئے فوج په تولے هوئے حسام   آنکهیں لہو نہیں رونے سے چهره تها سرخ فام
زیب بدن کیے تهے بصد عز و احتشام   پیراهن مطہر پیغمبر انام
حمزہ کي ڈهال تیغ شه لا فتا کي تهي
بر میں زره جناب رسول خدا کي تهي

رستم تها درع پوش که پاکهر میں راهوار   جرار بردبار سبکرو وفا شعار
تها خوشنما تها زین طلا کار و نقره کار   اکسیر تها وه دم کا جسے ملگیا غبار
خوشخو تها خانه‌زاد تها دلدل نژاد تها
شبیر بهي سخي تهے وه بهي جواد تها

گرمي کا روز جنگ کي کیونکر کروں بیاں   ڈر ہے که مثل شمع نه جلنے لگے زباں
وه لوں که الحذر وه حرارت که الاماں   رن کي زمیں تو سرخ تهي اور زرد آسماں
آب خنک کو خلق ترستي تهي خاک پر
گویا هوا سے آگ برستي تهي خاک پر

وه لوں وه آفتاب کي حدت وه تاب و تب   کالا تها رنگ دهوپ سے دن کا مثال شب
خود نہر علقمه کے بهي سوکهے هوئے تهے لب   خیمے جو تهے حبابوں کے تپتے تهے سب کے سب
اُڑتي تهي خاک خشک تها چشمه حیات کا
کهولا هوا تها دهوپ سے پاني فرات کا

جهیلوں سے چارپائے نه اُٹهتے تهے تا به شام   مسکن میں مچهلیوں کے سمندر کا تها مقام
آهو جو کاہلي تهے تو چیتے سیاه فام   پتهر پگهل کے رهگئے تهے مثل موم خام
سرخي اُڑي تهي پهولوں سے سبزي گیاه سے
پاني کنوؤں میں اُترا تها سائے کي چاه سے

آب رواں سے منهه کو اُٹهائے تهے جانور   جنگل میں چهپتے پهرتے تهے طائر ادهر اُدهر
مردم تهے سات پردوں کے اندر عرق میں تر   خسخانۂ مژه سے نکلتي نه تهي نظر
گر چشم سے نکل کے ٹهہر جائے راه میں
پڑ جائیں لاکهه آبلے پائے نگاه میں

لاشے سبھوں کے سبط نبي خود اُٹھا لائے — قاتل کسي شہيد کا سر کاٹنے نہ پائے
دشمن کو بھي نہ دوست کي فرقت خدا دکھائے — فرماتے تھے بچھڑ گئے سب ہمسے ہائے ہائے
اتنے پہاڑ گر پڑيں جسپر وہ خم نہو
گر سو برس جيوں تو يہ مجمع بہم نہو

لاشے تو سب کے گرد تھے اور بيچ ميں امام — ڈوبي ہوئي تھي خوں ميں نبي کي قبا تمام
افسردہ و حزين و پريشان و تشنہ کام — برچھي تھي دل کو فتح کے باجوں کي دھوم دھام
اعدا کسي شہيد کا جب نام ليتے تھے
تھرا کے دونوں ہاتھوں سے دل تھام ليتے تھے

پوچھو اُسي سے جسکے جگر پر ہوں اتنے داغ — اک عمر کا رياض تھا جسپر لٹا وہ باغ
فرصت نہ اب بکا سے نہ ماتم سے انفراغ — جو گھر کي روشني تھے وہ گل ہوگئے چراغ
پڑتي تھي دھوپ سب کے تن پاش پاش پر
چادر بھي اک نہ تھي علي اکبر کي لاش پر

مقتل سے آئے خيمے کے در پر شہ زمن — پر شدت عطش سے نہ تھي طاقت سخن
پردے پہ ہاتھ رکھ کے پکارے بصد محن — اصغر کو گہوارے سے لے آؤ اے بہن
پھر ايک بار اُس مہ انور کو ديکھ ليں
اکبر کے شير خوار برادر کو ديکھ ليں

خيمے سے دوڑي آل پيمبر برہنہ سر — اصغر کو لائيں ہاتھوں پہ بانوے نوحہ گر
بچے کو ليکے بيٹھ گئے آپ خاک پر — منھ سے ملے جو ہونٹھ تو چونکا وہ سيمبر
غم کي چھري چلي جگر چاک چاک پر
بٹھلا ليا حسين نے زانوے پاک پر

بچے سے ملتفت تھے شہ آسماں سرير — تھا اُسطرف کميں ميں بن کاہل شرير
مارا جو تين بھال کا اُس بيحيا نے تير — بس دفعتا نشانہ ہوئي گردن صغير
تڑپا جو شيرخوار تو حضرت نے آہ کي
معصوم ذبح ہوگيا گودي ميں شاہ کي

جسدم تڑپ کے مرگيا وہ طفل شيرخوار — چھوٹي سي قبر تيغ سے کھودي بحال زار
بچے کو دفن کرکے پکارا وہ ذيوقار — اے خاک پاک حرمت مہماں نگاہدار
دامن ميں رکھ اسے جو محبت علي کي ہے
دولت ہے فاطمہ کي امانت علي کي ہے

اللہ رے علی کے نواسوں کی کار زار — دونوں کے نیمچے تھے کہ چلتی تھی ذوالفقار
شانہ کٹا کسی نے جو روکا سپر پہ وار — گنتی تھی زخمیوں کی نہ کشتوں کا تھا شمار
اتنے سوار قتل کیے تھوڑی دیر میں
دونوں کے گھوڑے چھپ گئے لاشوں کے ڈھیر میں

وہ چھوٹے چھوٹے ہاتھ وہ گوری کلائیاں — آفت کی پھرتیاں تھیں غضب کی صفائیاں
ڈر ڈر کے کاٹتے تھے کماں کش کنائیاں — فوجوں میں تھیں نبی و علی کی دہائیاں
شوکت ہو تو جناب امیر کی
طاقت دکھادی شیروں نے زینب کے شیر کی

کس حسن سے حسن کا جواں گھر کے لڑا — گھر گھر کے صورت اسد خشمگیں لڑا
دو دن کی بھوک پیاس میں وہ مہ جبیں لڑا — سہرا الٹ کے یوں کوئی دولہا نہیں لڑا
حملے دکھا دیے اسد کردگار کے
مقتل میں سوئے ارزق شامی کو مار کے

چمکی جو تیغ حضرت عباس عرش جاہ — روح الامیں پکارے کہ اللہ کی پناہ
ڈھالوں میں چھپ گیا پسر سعد روسیاہ — کشتوں سے بند ہوگئی امن و اماں کی راہ
جھپٹا جو شیر شوق میں دریا کی سیر کے
لے لی ترائی تیغوں کی موجوں میں پیر کے

بے سر ہوئے موکل سر چشمۂ فرات — ہل چل میں مثل موج صفوں کو نہ تھا ثبات
دریا میں گر کے ڈوب گئے کتنے بد صفات — گویا حباب ہوگئے تھے نقطۂ حیات
عباس بھر کے مشک کو یوں تشنہ لب لڑے
جسطرح نہرواں میں امیر عرب لڑے

آفت تھی حرب و ضرب علی اکبر دلیر — غصے میں جھپٹے صید پہ جیسے گرسنہ شیر
سب سر بلند پست زبردست سب تھے زیر — جنگل میں چار سمت ہوئے زخمیوں کے ڈھیر
سر انکے اترے تن سے جو تھے رن چڑھے ہوے
عباس سے بھی جنگ میں تھے کچھ بڑھے ہوے

تلواریں برسیں صبح سے نصف النہار تک — ہلتی رہی زمین لرزتے رہے فلک
کانپا کیے پروں کو سمیٹے ہوے ملک — نعرے نہ پھر وہ تھے نہ وہ تیغوں کی تھی چمک
ڈھالوں کا دور برچھیوں کا اوج ہوگیا
ہنگام ظہر خاتمۂ فوج ہوگیا

پنجہ ادھر چمکتا تھا اور آفتاب اُدھر   اُسکی ضیا تھی خاک پہ ضو اسکی عرش پر
زرریزی علم پہ ٹھہرتی نہ تھی نظر   دولھا کا رخ تھا سونے کے سہرے میں جلوہ گر

تھے دو طرف جو دو علم اس ارتفاع کے
اُلجھے ہوئے تھے تار خطوط شعاع کے

اللہ رے سپاہ خدا کی شکوہ و شان   جھکنے لگے جنود ضلالت کے بھی نشان
کمریں کسے علم کے تلے ہاشمی جوان   دنیا کی زیب دین کی عزت جہاں کی جان

ایک ایک دودمان علی کا چراغ تھا
جسکو بہشت پر تھا تفوق وہ باغ تھا

لڑکے وہ سات آٹھ سہی قد سمن عذار   گیسو کسی کے چہرے پہ دو اور کسی کے چار
حیدر کا رعب نرگسی آنکھوں سے آشکار   کھیلیں جو نیمچوں سے کریں شیر کا شکار

نیزوں کی سمت چاند سے سینے تنے ہوے
آئے تھے عید گاہ میں دولھا بنے ہوے

غرفوں سے حوریں دیکھ کے کرتی تھیں یہ کلام   دنیا کا باغ بھی ہے عجب پر فضا مقام
دیکھو درود پڑھ کے سوے لشکر امام   ہمشکل مصطفی ہے یہی عرش احتشام

رایت لیے وہ لال خدا کے ولی کا ہے
ابتک جہاں میں ساتھ نبی و علی کا ہے

دنیا سے اُٹھ گئے تھے جو پیغمبر زماں   ہم جانتے تھے حسن سے خالی ہے سب جہاں
کیونکر سوے زمیں نہ جھکے پیر آسماں   پیدا کیا ہے حق نے عجب حسن کا جواں

سب خوبیوں کا خاتمہ بس اس حسیں پہ ہے
محبوب حق ہیں عرش پہ سایہ زمیں پر ہے

ناگاہ تیر اُدھر سے چلے جانب امام   گھوڑا بڑھا کے آپ نے حجت بھی کی تمام
نکلے ادھر سے شہ کے رفیقان تشنہ کام   بے سر ہوے پروں میں سران سپاہ شام

بالا کبھی تھی تیغ کبھی زیر تنگ تھی
اک اک کی جنگ مالک اشتر کی جنگ تھی

نکلے بڑے جہاد عزیزان شاہ دیں   نعرے کیے کہ خوف سے ہلنے لگی زمیں
روباہ کی صفوں پہ چلے شیر خشمگیں   کھینچی جو تیغ بھول گئے صف کشی لعیں

بجلی گری پرونیہ شمال و جنوب کے
کیا کیا لڑے ہیں شام کے بادل میں ڈوب کے

ڈیوڑھی پہ خادمان محل کی ہوئی پکار　　آتے ہیں اب حضور خبردار ہوشیار
خلعت پہن رہے ہیں علمدار نامدار　　نذریں خوشی کی دینے کو حاضر ہوں جاں نثار
بھائی بڑا ہے سر پہ تو سایا ہے باپ کا
عہدہ جوان بیٹے نے پایا ہے باپ کا

ناگہ بڑھے علم لیے عباس با وفا　　دوڑے سب اہلبیت کھلے سر برہنہ پا
حضرت نے ہاتھ اٹھا کے یہہ اک ایک سے کہا　　لو الوداع اے حرم پاک مصطفے
صبح شب فراق ہے پیاروں کو دیکھ لو
سب ملکے ڈوبتے ہوے تاروں کو دیکھ لو

شہ کے قدم پہ زینب زار و حزیں گری　　بانو پچھاڑیں کھا کے پسر کے قریں گری
کلثوم تھرتھرا کے بروے زمیں گری　　باقر کہیں گرا تو سکینہ کہیں گری
اُجڑا چمن ہر اک گل تازہ نکل گیا
نکلا علم کہ گھر سے جنازہ نکل گیا

دیکھی جو شان حضرت عباس عرش جاہ　　آگے بڑھی علم کے پس از تہنیت سپاہ
نکلا حرم سرا سے دو عالم کا بادشاہ　　نشتر بدل تھی بنت علی کی فغان و آہ
رہ رہ کے اشک بہتے تھے روے جناب سے
شبنم ٹپک رہی تھی گل آفتاب سے

مولا چڑھے فرس پہ محمد کی شان سے　　ترکش لگایا ہرنے پہ کس آن بان سے
نکلا یہہ جن و انس و ملک کی زبان سے　　اُترا ہے پھر زمیں پہ براق آسمان سے
سارا چلن خرام میں کبک دری کا ہے
گھونگھٹ نئی دلہن کا ہے چہرہ پری کا ہے

غصے میں انکھڑیوں کے ابلنے کو دیکھئے　　جوبن میں جھوم جھوم کے چلنے کو دیکھئے
سانچے میں جوڑ بند کے ڈھلنے کو دیکھئے　　تھم کر کنوتیوں کے بدلنے کو دیکھئے
گردن میں ڈالیں ہاتھ یہ پریوں کو شوق ہے
بالا دوی میں اسکو ہما پر بھی فوق ہے

تھم کر ہوا چلی فرس خوش قدم بڑھا　　جوں جوں وہ سوے دشت بڑھا اور دم بڑھا
گھوڑوں کی لیں سواروں نے باگیں علم بڑھا　　رایت بڑھا کہ سرو ریاض ارم بڑھا
پھولوں کو لیکے باد بہاری پہونچ گئی
بستان کربلا میں سواری پہونچ گئی

منهه [illegible] خطاب ذرے [illegible] کے آفتاب
یهه عرض خاکسار هے بس یا ابوتراب آقا کے آگے میں هوں شہادت سے کامیاب

سر تن سے ابن فاطمہؑ کے [illegible]
شبیرؑ کے [illegible]

یهه سنکے آئي زوجۂ عباس نامور شوهر کي سمت پہلے کنکهیوں سے کي نظر
لیں سبط مصطفی کي بلائیں بچشم تر زینب کے گرد پهر کے یهه بولي وه نوحہ گر

فیض آپکا هے اور تصدق حسین کا
عزت بڑهي کنیز کي رتبہ غلام کا

سر کو لگا کے چهاتي سے زینب نے یهه کہا تو اپني مانگ کوکهہ سے ٹهنڈي رهے سدا
کي عرض مجهه سي لاکهه کنیزیں هوں گر فدا بانوے نامور کو سہاگن رکهے خدا

بچے جییں ترقيِ اقبال و جاه هو
سایه میں آپکے علي اکبر کا بیاه هو

قسمت وطن میں خیر سے پهر شه کو لیکے جائے یثرب میں شور هو که سفر سے حسین آئے
اُم البنین جاه و حشم سے پسر کو پائے جلدي شب عروسيِ اکبر خدا دکهائے

منهدي تمهارا لال ملے هاتهه پانوں میں
لاؤ دلهن بیاه کے تاروں کے چهانوں میں

ناگاه آکے بالي سکینہ نے یهه کہا کیسا هے یهه هجوم کدهر هیں مرے چچا
عہدہ علم کا آنکو مبارک کرے خدا لوگو مجهے بلائیں تو لینے دو اک ذرا

شوکت خدا بڑهائے مرے عمو جان کي
میں بهي تو دیکهوں شان علي کے نشان کي

عباس مُسکرا کے پکارے کہ آؤ آؤ عمو نثار پیاس سے کیا حال هے بتاؤ
بولي لپٹکے وه کہ مري مشک لیتے جاؤ اب تو علم ملا تمهیں پاني مجهے پلاؤ

تحفہ کوئي نه دیجے نہ انعام دیجیے
قربان جاؤں پاني کا اک جام دیجیے

زیر علم تهے خاک بسر شاه خاص و عام باقونیه اسکي روتي تهیں سیدانیاں تمام
کي عرض آکے ابن حسن نے کہ یا امام انبوه هے بڑهي چلي آتي هے فوج شام

شہ بولے یهه علم لیے باهر نکلتے هیں
تُبهرو بہن سے ملکے گلے هم بهي چلتے هیں

بس جسکو تم کہو آے دیں فوج کا علم   کي عرض جو صلاح شہ آسماں حشم
فرمایا جب سے اٹہہ گئیں زہراے باکرم   اُس دن سے تمکو ماں کي جگہہ جانتے ہیں ہم
مالک ہو تم بزرگ کوئي ہو کہ خرد ہو
جسکو کہو اُسي کو یہ عہدہ سپرد ہو

بولیں بہن کہ آپ بہي تو لیں کسیکا نام   ہے کسطرف توجہ سردار خاص و عام
گر مجہسے پوچھتے ہیں شہ آسماں مقام   قرآں کے بعد ہے تو علي[۴] کا ہے کچھہ کلام
شوکت خدم میں شان میں همسر کوئي نہیں
عباس نامدار سے بہتر کوئي نہیں

عاشق غلام خادم دیرینہ جاں نثار   فرزند بہائي زینت پہلو وفا شعار
جرار یادگار پدر فخر روزگار   راحت رساں مطیع نمودار نامدار
صفدر ہے شیر دل ہے بہادر ہے نیک ہے
بیمثل سیکڑوں میں ہزاروںمیں ایک ہے

انکہوں میں اشک بھر کے یہہ بولے شہ زمن   ہاں تھي یہي علي کي وصیت بہي اے بہن
چہا بلائیں آپ کدھر ہیں وہ صف شکن   اکبر چچا کے پاس گئے سنکے یہہ سخن
کي عرض انتظار ہے شاہ غیور کو
چلیے پہوپہي نے یاد کیا ہے حضور کو

عباس آئے ہاتہوں کو جوڑے حضور شاہ   جاؤ بہن کے پاس یہہ بولا وہ دیں پناہ
زینب وہیں علم لئے آئیں بہ عز و جاہ   بولے نشاں کو لیکے شہ عرش بارگاہ
انکي خوشي وہ ہے جو رضا پنجتن کي ہے
لو بھائي لو علم یہہ عنایت بہن کي ہے

رکہکر علم پہ ہاتہہ جہکا وہ فلک وقار   همشیر کے قدم پہ ملا مُنہہ بہ افتخار
زینب[۴] بلائیں لیکے یہہ بولیں کہ میں نثار   عباس[۴] فاطمہ[۴] کي کمائي سے هوشیار
هوجائے آج علم کي صورت توکل چلو
ان آفتوں سے بھائي کو لیکر نکل چلو

کي عرض میرے جسم پہ جسوقت تک ہے سر   ممکن نہیں ہے یہہ کہ بڑھے فوج بد گہر
تیغیں کھچیں جو لاکہہ تو سینہ کروں سپر   دیکہیں اُٹھا کے آنکہہ یہہ کیا تاب کیا جگر
سادات ہیں پسر اسد ذوالجلال کے
سر شیر ہو تو پھینکدیں آنکھیں نکال کے

کیا کچھ علم سے جعفرؑ طیار کا تھا نام یہ بھی تھی اک عطائے رسول فلک مقام
بگڑی لڑائیوں میں بن آئے انہیں سے کام جب کھینچتی تھی تیغ تو ہلتا تھا روم و شام
بیجاں ہوئے تو نخل وغا نے ثمر دیے
ہاتھوں کے بدلے حق نے جواہر کے پر دیے

لشکر نے تین روز ہزیمت اٹھائی جب بخشا علم رسول خدا نے علیؑ کو تب
مرحب کو قتل کرکے بڑھا جب وہ شیر رب در بند کرکے قلعہ کا بھاگی سپاہ سب
اکھڑا وہ یوں گراں تھا جو در سنگ سخت سے
جسطرح توڑ لے کوئی پتا درخت سے

نرغے میں تین دن سے ہے مشکلکشا کا لال اماں کا باغ ہوتا ہے جنگل میں پائمال
پوچھا نہ یہ کہ کھولے ہیں کیوں تمنے سر کے بال میں لٹ رہی ہوں اور تمہیں منصب کا ہے خیال
غمخوار تم مرے ہو نہ عاشق امام کے
معلوم ہوگیا مجھے طالب ہو نام کے

ہاتھوں کو جوڑ جوڑ کے بولے وہ لالہ فام غصے کو آپ تھام لیں اے خواہر امام
واللہ کیا مجال جو اب لیں علم کا نام کھلجائیگا لڑینگے جو یہ با وفا غلام
فوجیں بھگا کے گنج شہیداں میں سوئینگے
تب قدر ہوگی آپکو جب ہم نہ ہوئینگے

بس کہکے یہ ہٹے جو سعادت نشاں پسر چھاتی بھر آئی ماں نے کہا تھام کر جگر
دیتے ہو اپنے مرنے کی پیارو مجھے خبر ٹھہرو ذرا بلائیں تو لیلے یہ نوحہ گر
کیا صدقے جاؤں ماں کی نصیحت بری لگی
بچو یہ کیا کہا کہ جگر پر چھری لگی

زینب کے پاس آکے یہ بولے شہ زمن کیوں تمنے دونوں بیٹوں کی باتیں سنیں بہن
شیروں کے شیر عاقل و جرار و صف شکن زینبؑ وحید عصر ہیں دونوں یہ گلبدن
یوں دیکھنے کو سب میں بزرگوں کے طور ہیں
تیور ہی انکے اور ارادے ہی اور ہیں

نو دس برسکے سن میں یہ جرأت یہ ولولے بچے کسی نے دیکھے ہیں ایسے بھی من چلے
اقبال کیونکر انکے نہ قدموں سے منہہ ملے کس گود میں بڑے ہوئے کس دودھ سے پلے
بیشک یہ ورثہ دار جناب امیر ہیں
پر کیا کہوں کہ دونوں کی عمریں صغیر ہیں

کچھہ مشورہ کریں جو شہنشاہ خوشخصال | ہم بھي محق ہیں آپکو اسکا رہے خیال
پاس ادب سے عرض کي ہمکو نہیں مجال | اسکا بھي خوف ہے کہ نہو آپ کو ملال

آقا کے ہم غلام ہیں اور جاں نثار ہیں
عزت طلب ہیں نام کے امیدوار ہیں

بیمثـــل تھے رسول کے لشکر کے سب جواں | لیکن ہمارے جد کو نبي نے دیا نشاں
خیبر میں دیکھتا رہا منھہ لشکر گراں | پایا علم علي[۴] نے مگر وقت امتحاں

طاقت میں کچھہ کمي نہیں گو بھوکے پیاسے ہیں
پوتے اُنہیں کے ہم ہیں اُنہیں کے نواسے ہیں

زینب نے تب کہا کہ تمہیں اس سے کیا ہے کام | کیا دخل مجھکو مالک و مختار ہیں امام
دیکھو نہ کیجو بے ادبانہ کوئي کلام | بگڑونگي میں جو لوگے علم کا زباں سے نام

لو جاؤ بس کھڑے ہو الگ ہاتھہ جوڑ کے
کیوں آئے ہو یہاں علي[۴] اکبر[۴] کو چھوڑ کے

سرکو ہٹو بڑھو نہ کھڑے ہو علم کے پاس | ایسا نہو کہ دیکھہ لیں شاہ فلک اساس
کھوتے ہو اور آئے ہوے تم مرے حواس | بس قابل قبول نہیں ہے یہ التماس

رونے لگوگے تم جو برا یا بھلا کہوں
اس ضد کو بچپنے کے سوا اور کیا کہوں

عمریں قلیل اور ہوس منصب جلیل | اچھا نکالو قد کے بھي بڑھنے کي کچھہ سبیل
ماں صدقے جاے گرچہ یہ ہمت کي ہے دلیل | ہاں اپنے ہم سنوں میں تمہارا نہیں عدیل

لازم ہے سوچے غور کرے پیش و پس کرے
جو ہوسکے نہ کیوں بشر اُسکي ہوس کرے

ان ننھے ننھے ہاتھوں سے اُٹھیگا یہ علم | چھوٹے قدوں میں سب سے سنوں میں سبھوں سے کم
نکلیں تنوں سے سبط نبي کے قدم پہ دم | عہدہ یہي ہے بس یہي منصب یہي حشم

رخصت طلب اگر ہو تو یہ میرا کام ہے
ماں صدقے جاے آج تو مرنے میں نام ہے

پھر تمکو کیا بزرگ تھے گر فخر روزگار | زیبا نہیں ہے وصف اضافي پہ افتخار
جوہر وہ ہیں جو تیغ کرے آپ آشکار | دکھلادو آج حیدر[۴] و جعفر[۴] کي کارزار

تم کیوں کہو کہ لال خدا کے ولي کے ہیں
فوجیں پکاریں خود کہ نواسے علي[۴] کے ہیں

پوشاک سب پہن چکے جسدم شہ زمن — لینے بلائیں بھائی کی ہونے لگی بہن
چلائی ہاے آج نہیں حیدر[۲] و حسن[۴] — اماں یہاں سے لائے تمہیں اب یہ بیوطن
رخصت ہے اب رسول[۳] کے یوسف جمال کی
صدقے گئی بلائیں تو لو اپنے لال کی

صندوق اسلحہ کے جو کھلوائے شاہ نے — پیٹا منہہ اپنا زینب عصمت پناہ نے
پہنی زرہ امام فلک بارگاہ نے — بازو پہ جوشنیں پڑھے عز و جاہ نے
جوہر بدن کے حسن سے سارے چمک گئے
حلقے تھے جتنے اتنے ستارے چمک گئے

یاد آگئے علی نظر آئی جو ذوالفقار — قبضے کو چوم سر شہ دیں روئے زار زار
تولی جو لیکے ہاتھہ میں شمشیر آبدار — شوکت نے دی صدا کہ تری شان کے نثار
فتح و ظفر قریب ہو نصرت قریب ہو
زیب اسکی تجھکو ضرب عدو کو نصیب ہو

باندھی کمر سے تیغ جو زہرا کے لال نے — پھاڑا فلک پہ اپنا گریباں ہلال نے
دستانے پہنے سرور قدسی خصال نے — معراج پائی دوش پہ حمزہ کی ڈھال نے
رتبہ بلند تھا کہ سعادت نشان تھی
ساری سپر میں مہر نبوت کی شان تھی

ہتھیار ادھر لگاچکے آقاے خاص و عام — تیار ادھر ہوا علم سید انام
کھولے سروں کو گرد تھیں سیدانیاں تمام — روتی تھیں تھامے چوب علم خواہر امام
تیغیں کمر میں دوش پہ شملے پڑے ہوے
زینب کے لال زیر علم آ کھڑے ہوے

گردانے دامنوں کو قبا کے وہ گلعذار — مرفق تک آستینوں کو اُلٹے بصد وقار
جعفر کا رعب دبدبۂ شیر کردگار — بوٹے سے انکے قد پہ نمودار و نامدار
آنکھیں ملیں علم کے پھریرے کو چومکے
رایت کے گرد پھرنے لگے جھوم جھوم کے

گہ ماں کو دیکھتے تھے گہے جانب علم — نعرہ کبھی یہ تھا کہ نثار شہ امم
کرتے تھے دونوں بھائی کبھی مشورے بہم — آہستہ پوچھنے لگے ماں سے وہ ذیحشم
کیا قصد ہے علی ولی کے نشان کا
اماں کسے ملیگا علم نانا جان کا

خیمے میں جاکے شہ نے یہ دیکھا حرم کا حال   چہرے تو فق ہیں اور کھلے ہیں سروں کے بال
زینبؑ کی یہ دعا ہے کہ اے رب ذوالجلال   بچ جائے اس فساد سے خیرالنسا کا لال
بانوے نیک‌نام کی کھیتی ہری رہے
صندل سے مانگ بچوں سے گودی بھری رہے

آفت میں ہے مسافر صحرائے کربلا   بیکس پہ یہ چڑھائی ہے سید پہ یہ جفا
غربت میں تھنگئی جو لڑائی تو ہوگا کیا   ان ننھے ننھے بچوں پہ کر رحم اے خدا
فاقوں سے جاں بلب ہیں عطش سے ہلاک ہیں
یا رب ترے رسول کی ہم آل پاک ہیں

سرور نہ اب علی ہے نہ رسول فلک وقار   گھر لٹ گیا گذر گئیں خاتون روزگار
اماں کے بعد روئی حسن کو میں سوگوار   دنیا میں اب حسین ہے اُن سبکا یادگار
تو داد دے مری کہ عدالت پناہ ہے
کچھہ اسکے بن گئی تو یہ مجمع تباہ ہے

بولے قریب جاکے شہ آسماں جناب   مضطر نہو دعائیں ہیں تم سب کی مستجاب
مغرور ہیں خطا پہ ہیں یہ خانماں خراب   خود جاکے میں دکھاتا ہوں انکو رہ صواب
موقع نہیں نہیں ابھی فریاد و آہ کا
لو تبرکات رسالت پناہ کا

معراج میں رسول نے پہنا تھا جو لباس   کشتی میں لائیں زینب اسے شاہ دیں کے پاس
سر پر رکھا عمامۂ سردار حق شناس   پہنی قبائے پاک رسول فلک اساس
بر میں درست و چست تھا جامہ رسولؐ کا
رومال فاطمہؑ کا عمامہ رسولؐ کا

شملے کے دو سرے جو پڑے تھے بصد وقار   ثابت یہ تھا کہ دوش پہ گیسو پڑے ہیں چار
بل کھا رہا تھا زلف سمن بو کا تار تار   جسکے ہر ایک مو پہ خطا و ختن نثار
مشک و عبیر و عود اگر ہیں تو ہیچ ہیں
سنبل کی اصل کیا ہے یہ گیسو کے پیچ ہیں

کپڑوں سے آرہی تھی رسول زمن کی بو   دولہا نے سونگھی ہوگی نہ ایسی دُلھن کی بو
حیدرؑ کی فاطمہؑ کی حسینؑ و حسنؑ کی بو   پھیلی ہوئی تھی چار طرف پنجتن کی بو
لٹتا تھا عطر وادی عنبر سرشت میں
گل جھومتے تھے باغ میں رضواں بہشت میں

بیٹھے تھے جانماز پہ شاہ فلک سریر   ناگہ قریب آکے گرے تین چار تیر
دیکھا ہر اک نے مڑکے سوئے لشکر شریر   عباس اُٹھے تول کے شمشیر بےنظیر

پروانے تھے سراج امامت کے نور پر
روکی سپر حضور کرامت ظہور پر

اکبر سے مڑکے کہنے لگے سرور زماں   تم جاکے کہدو خیمے میں یہ اے پدر بیجاں
باندھے ہے سرکشی پہ کمر لشکر گراں   بچوں کو لیکے صحن سے ہٹجائیں بیبیاں

غفلت میں تیر سے کوئی بچہ تلف نہو
ڈر ہے مجھے کہ گردن اصغر ہدف نہو

کہتے تھے یہ پسر سے شہ آسمان سریر   فضہ پکاری ڈر سے یہ اے خلق کے امیر
ہے ہے علی کی بیٹیاں کسجا ہوں گوشہ گیر   اصغر کے گاہوارے تک آکر گرے ہیں تیر

گرمی میں ساری رات تو گہٹ گہٹ کے روئے ہیں
بچے ابھی تو سرد ہوا پاکے سوئے ہیں

باقر کہیں پڑا ہے سکینہ کہیں ہے غش   گرمی کی فصل یہ تب و تاب اور یہ عطش
رو رو کے سوگئے ہیں صغیران ماہوش   بچوں کو لیکے یاں سے کہاں جائیں فاقہ کش

یہ کس خطا پہ تیر پیاپے برستے ہیں
ٹھنڈی ہوا کے واسطے بچے ترستے ہیں

اُٹھے یہ شور سنکے امام فلک وقار   ڈیوڑھی تک آئے دشمنوں کو روکنے [illegible]
فرمایا مڑکے چلتے ہیں اب بہر کارزار   کہ دیں کسو جہاد کو نکلیں رہوار

دیکھیں فضا بہشت کی دل باغ باغ ہو
امت کے کام سے کہیں جلدی فراغ ہو

فرماکے یہ حرم میں گئے شاہ بحر و بر   ہونے لگیں صفونمیں کمر بندیاں ادہر
جوشن پہن کے حضرت عباس نامور   دروازے پر ٹہلنے لگے مثل شیر نر

پرتو سے رخ کے برق چمکتی تھی خاک پر
تلوار ہاتھہ میں تھی سپر دوش پاک پر

شوکت میں رشک تاج سلیماں تھا خود سر   کلغی پہ لاکھہ بار تصدق ہما کے پر
دستانے دونوں فتح کا مسکن ظفر کا گھر   وہ رعب الامان ! وہ تہور کہ الحذر !

جب ایسا بھائی ظلم کی تیغونمیں آڑ ہو
پھر کسطرح نہ بھائی کی چھاتی پہاڑ ہو

باهم مکبروںکي صدائيں وہ دلپسند　　کروبیان عرش تھے سب جس سے بہرہ مند
ایماں کا نور چہروں پہ تھا چاند سے دو چند　　خوف خدا سے کانپتے تھے سب کے بند بند

خم گردنیں تھیں سبکي خضوع اور خشوع میں
سجدونمیں چاند تھے مہ نو تھے رکوع میں

اک صف میں سب محمد و حیدر کے رشتہ دار　　اٹھارہ نوجواں هیں اگر کیجیے شمار
سب جگر فگار حق آگاہ خاکسار　　پیرو امام پاک کے دانائے روزگار

تسبیح هر طرف تہ افلاک انہیں کي ہے
جسپر درود پڑھتے هیں یہہ خاک انہیں کي ہے

دنیا سے اٹھہ گیا وہ قیام اور وہ قعود　　انکے لیے تھي بندگيِ واجب الوجود
وہ عجز وہ طویل رکوع اور وہ سجود　　طاعت میں نیست جانتے تھے اپني هست و بود

طاقت نہ چلنے پھرنے کي تھي هاتہہ پانوٴنمیں
گرگر کے سجدے کرگئے تیغونکي چھاؤنمیں

هاتہہ انکے جب قنوت میں اٹھے سوے خدا　　خود هوگئے فلک پہ اجابت کے باب وا
تھرائے آسمان هلا عرش کبریا　　شہپر تھے دونوں هاتھہ پئے طائر دعا

وہ خاکسار محو تضرع تھے فرش پر
روح القدس کي طرح دعائیں تھیں عرش پر

فارغ هوے نماز سے جب قبلۂ انام　　آئے مصافحے کو جوانان تشنہ کام
چومے کسي نے دست شہنشاہ خاص و عام　　آنکھیں ملیں قدم پہ کسي نے باحترام

کیا دل تھے کیا سپاہ رشید و سعید تھي
باهم معانقے تھے کہ مرنے کي عید تھي

سجدے میں شکر کے تھا کوئي مرد با خدا　　پڑھتا تھا کوئي حزن سے قرآن کوئي دعا
نعت نبي کہیں تھي کہیں حمد کبریا　　مولا اٹھا کے هاتھہ یہہ کرتے تھے التجا

فاقوں پہ تشنہ کامي و غربت پہ رحم کر
یارب مسافروں کي جماعت پہ رحم کر

زاري تھي التجا تھي مناجات تھي ادھر　　واں صف کشي و ظلم و تعدي و شور و شر
کہتا تھا ابن سعد یہہ جا جا کے نہر پر　　گھاٹوں سے هوشیار ترائي سے با خبر

دو روز سے ہے تشنہ دهاني حسین کو
هاں مرتے دم بھي دیجو نہ پاني حسین کو

چپ تھے طیـور جھومتے تھے وجد میں شجـر　　تسبیـح خواں تھے برگ و بـل و غنچہ و ثمـ
محو ثنـا کلـوخ و نبـاتات و دشت و در　　پانی سے منہ نـکالے تھے دریا کے جـانو

اعجـاز تھا کہ دلبـر شبیـرؑ کی صدا
هر خشک و تر سے آتي تهي تکبیر کي صدا

نـامـوس شـاه روتے تھے خیمے میـں زار زار　　چپکي کھڑي تھي صحن میں بانوے نامدا
زینبؑ بـلائیں لیکے یهه کهتي تهي بـار بـار　　صـدقے نمـازیوں کے مـوذن کے میـں نثـا

کرتے هیں یوں ثنا و صفت ذو الجلال کي
لوگوں اذاں سنو صـرت یوسف جمـال کي

یهه حسن صوت اور یهه قرات یهه شـد و مـد　　حقـا کہ افصـح الفصحـا هے انهیں کا جـد
گـویـا هے لحـن حضـرت داؤد بـا خـرد　　یا رب رکهـه اس صدا کو زمـانے میں تا ابـد

شعبے صدا میں پنکھڑیاں جیسے پھول میں
بلبـل چهک رهـا هے ریـاض رسـول میں

میـري طرف سے کوئي بلائیں تو لیئے جـائے　　عیـن الکمـال سے تجهے بچے خـدا بچـائے
وه لونڈي کہ جسکي طلاقت دلوں کو بهاے　　دو دو دن ایک بوند بهي پاني کي وه نپاے

غربت میں پڑگئي هے مصیبت حسینؑ پر
فـاقـہ یهـه تیسـرا هے صـرت نور عیـن پر

صف میں هوا جو نعـرهٔ قد قامت الصلـوة　　قـائـم هـوئي نمـاز اُٹهے شـاه کائنـات
وه نور کي صفیـں وه مصلي ملک صفـات　　سـردار کے قـدم کے تلے تهي ره نجـات

مـولا تهے جـانمـاز هـدایت منـاط پـر
یـا قبلـہ رو کهـڑے تهے سلیمـاں بسـاط پـر

قرآں کهـلا هـوا کہ جمـاعت کي تهي نماز　　بسـم اللـه جیسے آگے هو یوں تهے شـہ حجـاز
سطـریں تهیں یا صفیں عقب شـاه سـرفـراز　　کرتي تهي خود نمـاز بهي آنکي ادا پہ نـاز

صـدقے سحـر بیـاض پـہ بین السطور کي
سب آیتیں تهیں مصحف ناطق کے نور کي

میـد مغـفـرت هے عـلي علیـم سے　　غیـر از کـرم کچهـہ اور نہـوگا کـریـم سے
لیکـن ڈگیں نـہ پـاؤں ره مستقیـم سے　　پہلے اشـاره هے یهـہ الـف لام میـم سے

حبل المتیں یهي هے نجات آنکے هاتهه هے
قـرآں کا اور آل محـمـد کا سـاتهـہ هے

وہ قمریوں کا چار طرف سرو کے ہجوم کوکو کا شور نالۂ حق سرہ کی دھوم
سبحان ربنا کی صدا تھی علی العموم جاری تھے وہ جو اُنکی عبادت کے تھے رسوم
کچھہ گل فقط نہ کرتے تھے رب علا کی مدح
ہر خار کو بھی نوک زباں تھی خدا کی مدح

چونٹی بھی ہاتھہ اُٹھا کے یہہ کہتی تھی باربار اے دانہ کش ضعیفوں کے رازق ترے نثار
یا حی یا قدیر کی تھی ہر طرف پُکار تسبیح تھی کہیں کہیں تہلیل کردگار
طائر ہوا میں مست ہرن سبزہ زار میں
جنگل کے شیر گونج رہے تھے کچھار میں

کانٹوں میں اکطرف تھے ریاض نبی کے پھول خوشبو سے جنکی خلد تھا جنگل کا عرض و طول
دنیا کی زیب زینت کاشانۂ بتول وہ باغ تھا لگا گئے تھے خود جسے رسول
ماہ عزا کے عشرۂ اول میں لٹ گیا
وہ باغ یوں کے ہاتھہ سے جنگل میں لٹ گیا

اللہ رے خزاں کے دن اُس باغ کی بہار پھولے سماتے تھے نہ محمد کے گلعذار
دولہا بنے ہوے تھے اجل تھی گلوں کا ہار جاگے وہ ساری رات کے وہ نیند کا خمار
راہیں تمام جسم کی خوشبو سے بس گئیں
جب مسکرائے پھولوں کی کلیاں بکس گئیں

وہ دشت اور وہ خیمۂ زنگار گوں کی شاں گویا زمیں پہ نصب تھا اک تازہ آسماں
بیچوبۂ سپہر بنے جسکا سائباں بیت العتیق دیں کا مدینہ جہاں کی جاں
اللہ کے حبیب کے پیارے اُسی میں تھے
سب عرش کبریا کے ستارے اسی میں تھے

گردوں پہ ناز کرتی تھی اُس دشت کی زمیں کہتا تھا آسمان دہم چرخ ہفتمیں
پردے تھے رشک پردۂ چشمان حور عیں تاروں سے تھا فلک اسی خرمن کا خوشہ چیں
دیکھا جو نور شمسۂ کیواں جناب پر
کیا کیا ہنسی ہے صبح دل آفتاب پر

ناگاہ چرخ پر خط ابیض ہوا عیاں تشریف جانماز پہ لائے شہ زماں
سجادے بچھہ گئے عقب شاہ انس و جاں صوت حسن سے اکبر مہرو نے دی اذاں
ہر اک کی چشم آنسوؤں سے ڈبڈبا گئی
گویا صدا رسول کی کانوں میں آگئی

پاني نه تها وضو جو كريں وه فلک مآب　　پر تهي رخوں په خاک تيمم سے طرفه آب
باريک ابر ميں نظر آتے تهے آفتاب　　هوتے هيں خاكسار غلام ابوتراب
مهتاب سے رخوں كي صفا اور هو گئي
مٹي سے آئينونميں جلا اور هو گئي

خيمے سے نكلے شه كے عزيزان خوش خصال　　جنميں كئي تهے حضرت خير النسا كے لال
قاسم سا گلبدن علي اكبر سا خوش جمال　　اک جا عقيل و مسلم و جعفر كے نونهال
سب كے رخونكا نور سپهر برين په تها
اٹهاره آفتابونكا غنچه زميں په تها

وه صبح اور وه چهاؤں ستارونكي اور وه نور　　ديكهے تو غش كرے ارني گوے اوج طور
پيدا گلونسے قدرت الله كا ظهور　　وه جا بجا درختوں په تسبيح خوان طيور
گلشن خجل تهے وادي مينو اساس سے
جنگل تها سب بسا هوا پهولونكي باس سے

ٹهنڈي هوا ميں سبزۂ صحرا كي وه لهک　　شرمائے جس سے اطلس زنگاري فلک
وه جهومنا درختونكا پهولونكي وه مهک　　هر برگ گل په قطرۂ شبنم كي وه جهلک
هيرے خجل تهے گوهر يكتا نثار تهے
پتے بهي هر شجر كے جواهر نگار تهے

قربان صنعت قلم آفريدگار　　تهي هر ورق په صنعت ترصيع آشكار
عاجز هے فكرت شعراے هنر شعار　　ان صنعتونكو پائے كهاں عقل ساده كار
عالم تها محو قدرت رب عباد پر
مينا كيا تها وادي مينو سواد پر

وه نور اور وه دشت سهانا سا وه فضا　　دراج و كبک و تيهو و طاؤس كي صدا
وه جوش گل وه نالۂ مرغان خوشنوا　　سردي جگر كو بخشتي تهي صبح كي هوا
پهولونكے سبز سبز شجر سرخ پوش تهے
تهالے بهي نخل كے سبد گل فروش تهے

وه دشت وه نسيم كے جهونكے وه سبزه زار　　پهولوں په جا بجا وه گهرهاے آبدار
اٹهنا وه جهوم جهوم كے شاخونكا باربار　　بالاے نخل ايک جو بلبل تو گل هزار
خواهاں تهے زير گلشن زهرا جو آب كے
شبنم نے بهر ديے تهے كٹورے گلاب كے

ہاں غازیو یہہ دن ہے جدال و قتال کا　　یاں خوں بہیگا آج محمد کي آل کا
چہرہ خوشي سے سرخ ہے زہرا کے لال کا　　گذري شب فراق دن آیا وصال کا

ہم وہ ہیں غم کرینگے ملک جنکے واسطے
راتیں تڑپ کے کاٹي ہیں اسدن کے واسطے

یہہ صبح ہے وہ صبح مبارک ہے جسکي شام　　یاں سے ہوا جو کوچ تو ہے خلد میں مقام
کوثر پہ آبرو سے پہونچ جائیں تشنہ کام　　لکہے خدا نماز گزاروںمیں سب کا نام

سب ہیں وحید عصر یہہ غل چار سو اُٹھے
دنیا سے جو شہید اُٹھے سرخرو اُٹھے

یہہ سنکے بستروں سے اُٹھے وہ خدا شناس　　اک اک نے زیب جسم کیا فاخرہ لباس
شانے محاسنوںمیں کئے سب نے بے ہراس　　باندھے عمامہ آئے امام زماں کے پاس

رنگیں عبائیں دوش پہ کمریں کسے ہوئے
مشک و زباد و عطر میں کپڑے بسے ہوئے

سوکہے لبوں پہ حمد الہي رخوں پہ نور　　خوف و ہراس و رنج و کدورت دلوں سے دور
فیاض حق شناس اولو العزم ذي شعور　　خوش فکر و بذلہ سنج و ہنرپرور و غیور

کانوںکو حسن صوت سے حظ برملا ملے
باتوںمیں وہ نمک کہ دلوںکو مزا ملے

ساونت بردبار فلک مرتبت دلیر　　عالي منش سبا میں سلیماں وغا میں شیر
گردان دہر انکي زبردستیوںسے زیر　　فاقے سے تین دن کے مگر زندگي سے سیر

دنیا کو ہیچ و پوچ سراپا سمجھتے ہیں
دریا دلي سے بحر کو قطرہ سمجھتے ہیں

تقریر میں وہ رمز کنائے کہ لاجواب　　نکتہ بہي مُنہہ سے گر کوئي نکلا تو انتخاب
گویا دہن کتاب بلاغت کا ایک باب　　سوکہي زبانیں شہد فصاحت سے کامیاب

لہجوں پہ شاعران عرب تہے مرے ہوئے
پستے لبوںکے وہ کہ نمک سے بہرے ہوئے

لب پر ہنسي گلوں سے زیادہ شگفتہ رو　　پیدا تنوں سے پیرہن یوسفي کي بو
غلماں کے دل میں جنکي غلامي کي آرزو　　پرہیزگار و زاہد و ابرار نیکخو

بحر میں ایسے لعل صدف میں گہر نہیں
حوروں کا قول تہا یہہ ملک ہیں بشر نہیں

انیس

میر ببر علي نام - انیس تخلص - سنه ۱۲۱۶ هجري مطابق سنه ۱۸۰۱ ع کو فیض آباد میں پیدا هوئے - خانداني وطن دهلي تها مگر تعلیم و تربیت لکهنؤ میں پائي - اول تو شاعري نئي پشتوں سے وراثت میں ملي تهي اُس پر طره یهه که مرثیه گوئي گهر کا فن تها - اس لئے ابتدا سے شاعري کے اِس صنف خاص هي پر متوجه هوئے اور مرثیه گوئي کو گمنامي سے نکال کر اس درجه پر پهنچادیا که وه شاعري کا اعلی ترین حصه بن گیا ۰

میر حسن ان کے دادا اور میر ضاحک پردادا تهے - یهه وهي میر ضاحک هیں جن کي هجو مرزا رفیع سودا نے لکهي تهي - میر حسن کا نام ان کي بے مثل مثنوي بدر منیر نے ایسا چمکایا که کبهي ظلمت گمنامي میں چهپ نهیں سکتا - ان کے والد میر خلیق مصحفي کے شاگرد رشید اور مرثیه گوئي میں جوهر فرد تهے - پس میر انیس کا شاعر هونا ایک قدرتي امر تها - طبیعت بهي مبدء فیاض سے ایسي ملي تهي جس نے انهیں از سرتا پا قدرتي شاعر بنادیا تها - انکا موضوع گو مرثیه تها مگر اس محدود دائرے میں رهکر انهوں نے اردو کي تنگ ناے شاعري کو جس درجه وسیع کیا اور حقیقي شاعري کو جو عدیم النظیر نمونے دکهلائے اس کے لحاظ سے جائز طور پر کها جاسکتا هے که اردو کے اول درجه کے شاعر صرف وهي تهے - اور اُن لوگوں میں سے ایک تهے جن کو دنیا صدیوں کے بعد پیدا کرتي هے - مرزا دبیر ان کے هم عصر - هم فن اور ساتهه هي حریف مقابل بهي تهے - اور ایک بڑي جماعت اپنے ساتهه رکهتے تهے - مگر حق یهه هے که دبیر کو انیس کا مد مقابل بنانا نیس کي شاعري پر سب سے بڑا ظلم هے - اِس قدرتي شاعر سے کسي کو نسبت نهیں - وه سب پر فائق هے *

میر انیس کا کلیات کئي جلدوں میں چهپ چکا هے اور اردو شاعري کا اعلی ترین ٹکڑا هے - انهوں نے جس منظر کو لکها هے دکهلادیا هے اور جس کیفیت کو نظم کیا هے اُس میں پڑهنے والوں کو رنگ دیا هے - درد و غم - خوشي و مسرت - یاس و نا اُمیدي - خوف و هراس اور اِسي قسم کے سینکڑوں واردات اور جذبات هیں جن کو ان سے بهتر مغرب اور مشرق کے شعرا نے بهت کم لکها هوگا *

مرثیه

جب قطع کي مسافت شب آفتاب نے　　جلوه کیا سحر کے رخ بے حجاب نے
دیکها سوے فلک شه گردوں رکاب نے　　مُڑکر صدا رفیقونکو دي اُس جناب نے

آخر هے رات حمد و ثناے خدا کرو
اُٹهو فریضهٔ سحري کو ادا کرو

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

نہ شعلہ میں یہ کرشمہ نہ برق میں یہ ادا
کوئي بتاؤ کہ وہ شوخ تند خو کیا ہے

یہ رشک ہے کہ وہ ہوتا ہے ہم سخن تمسے
وگرنہ خوف بد آموزي عدو کیا ہے

چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیراہن
ہماري جیب کو اب حاجت رفو کیا ہے

جلا ہے جسم جہاں دل بھي جلگیا ہوگا
کریدتے ہو جو اب راکھہ جستجو کیا ہے

رگونمیں دوڑتے پھرنے کے ہم نہیں قائل
جب آنکھہ سے ہي نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

وہ چیز جسکے لیے ہمکو ہو بہشت عزیز
سواے بادۂ گلفام مشکبو کیا ہے

پیوں شراب اگر خم بھي دیکھہ لوں دو چار
یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے

رہي نہ طاقت گفتار اور اگر ہو بھي
تو کس امید پہ کہیے کہ آرزو کیا ہے

ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا
وگرنہ شہر میں غالب کي آبرو کیا ہے

ہزاروں خواہشیں ایسي کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھي کم نکلے

ڈرے کیوں میرا قاتل کیا رہیگا اسکي گردنپر
وہ خوں جو چشم تر سے عمر بھر یوں دمبدم نکلے

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن
بہت بے آبرو ہوکر ترے کوچے سے ہم نکلے

ہوئي اس دور میں منسوب مجھسے بادہ آشامي
پھر آیا وہ زمانہ جو جہانمیں جام جم نکلے

ہوئي جنسے توقع خستگي کي داد پانے کي
وہ ہمسے بھي زیادہ خستۂ تیغ ستم نکلے

محبت میں نہیں ہے فرق جینے اور مرنے کا
اسیکو دیکھکر جیتے ہیں جس کافر پہ دم نکلے

کہاں میخانہ کا دروازہ غالب اور کہاں واعظ
پر اتنا جانتے ہیں کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

منظور تھي یہ شکل تجلي کو نور کي
قسمت کھلي ترے قد و رخ کے ظہور کي

اک خونچکاں کفن میں کروڑوں بناؤ ہیں
پڑتي ہے آنکھہ تیرے شہیدونپہ حور کي

واعظ نہ تم پیو نہ کسیکو پلا سکو
کیا بات ہے تمہارے شراب طہور کي

لڑتا ہے مجھسے حشر میں قاتل کہ کیوں اٹھا
گویا ابھي سني نہیں آواز صور کي

آمد بہار کي ہے جو بلبل ہے نغمہ سنج
اڑتي سي اک خبر ہے زباني طیور کي

گو واں نہیں پہ وانکے نکالے ہوے تو ہیں
کعبہ سے ان بتونکو بھي نسبت ہے دور کي

کیا فرض ہے کہ سب کو ملے ایک سا جواب
آؤ نہ ہم بھي سیر کریں کوہ طور کي

گرمي سہي کلام میں لیکن نہ اسقدر
کي جس سے بات اسنے شکایت ضرور کي

غالب گر اس سفر میں مجھے ساتھہ لیچلو
حج کا ثواب نذر کرونگا حضور کي

کیوں نہ چیخوں کہ یاد کرتے ہیں
میری آواز گر نہیں آتی

داغ دل گر نظر نہیں آتا
بو بھی اے چارہ گر نہیں آتی

ہم وہاں ہیں جہاں سے ہمکو بھی
کچھہ ہماری خبر نہیں آتی

مرتے ہیں آرزو میں مرنے کي
موت آتي ہے پر نہیں آتي

کعبہ کس منہہ سے جاوگے غالب
شرم تمکو مگر نہیں آتي

دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کي دوا کیا ہے

ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار
یا الٰہي یہ ماجرا کیا ہے

میں بھي منہہ میں زبان رکھتا ہوں
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے

جبکہ تجھہ بن نہیں کوئي موجود
پھر یہ ہنگامہ ایخدا کیا ہے

یہ پري چہرہ لوگ کیسے ہیں
غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے

شکن زلف عنبریں کیوں ہے
نگہ چشم سرمہ سا کیا ہے

سبزہ و گل کہاں سے آئے ہیں
ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے

ہمکو اُنسے وفا کي ہے امید
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

ہاں بھلا کر ترا بھلا ہوگا
اور درویش کي صدا کیا ہے

جان تمپر نثار کرتا ہوں
میں نہیں جانتا دعا کیا ہے

میں نے مانا کہ کچھہ نہیں غالب
مفت ہاتھہ آئے تو برا کیا ہے

حسن مہ گرچہ بہنگام کمال اچھا ہے
اُس سے میرا مہ خورشید جمال اچھا ہے

بوسہ دیتے نہیں اور دلپہ ہے ہر لحظہ نگاہ
جي میں کہتے ہیں کہ مفت آئے تو مال اچھا ہے

اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا
ساغر جم سے مرا جام سفال اچھا ہے

بے طلب دیں تو مزا اُسمیں سوا ملتا ہے
وہ گدا جسکو نہو خوے سوال اچھا ہے

اُنکے دیکھے سے جو آجاتي ہے منہہ پر رونق
وہ سمجھتے ہیں کہ بیمار کا حال اچھا ہے

دیکھیے پاتے ہیں عشاق بتونسے کیا فیض
اک برہمن نے کہا ہے کہ یہ سال اچھا ہے

ہم سخن تیشہ نے فرہاد کو شیریں سے کیا
جسطرحکا کہ کسي میں ہو کمال اچھا ہے

قطرہ دریا میں جو ملجائے تو دریا ہو جائے
کام اچھا ہے وہ جسکا کہ مآل اچھا ہے

ہمکو معلوم ہے جنت کي حقیقت لیکن
دل کے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

ان پریزادوں سے لینگے خلد میں هم انتقام — قدرت حق سے یہي حوریں اگر واں هوگئیں

نیند اسکي ہے دماغ اسکا ہے راتیں اسکي هیں — تیري زلفیں جسکے بازو پر پریشاں هوگئیں

میں چمن میں کیا گیا گویا دبستاں کهلگیا — بلبلیں سنکر مرے نالے غزلخواں هوگئیں

واں گیا بهي میں تو انکے گالیونکا کیا جواب — یاد تهیں جتني دعائیں صرف درباں هوگئیں

جانفزا ہے بادہ جسکے هاتهہ میں جام آگیا — سب لکیریں هاتهہ کي گویا رگ جاں هوگئیں

رنج سے خوگر هوا انساں تو متجاتا ہے رنج — مشکلیں مجهپر پڑیں اتني کہ آساں هوگئیں

یوں هي گر روتا رہا غالب تو اے اهل جہاں
دیکهنا ان بستیوں کو تم کہ ویراں هوگئیں

کسیکو دیکے دل کوئي نوا سنج فغاں کیوں هو
نهو جب دل هي سینے میں تو پهر منهہ میں زباں کیوں هو

وہ اپني خو نچهوڑینگے هم اپني وضع کیوں چهوڑیں
سبک سر بنکے کیا پوچهیں کہ همسے سر گراں کیوں هو

کیا غمخوار نے رسوا لگے آگ اس محبت کو
نہ لاوے تاب جو غم کي وہ میرا رازداں کیوں هو

وفا کیسي کہانکا عشق جب سر پهوڑنا ٹهہرا
تو پهر اے سنگدل تیرا هي سنگ آستاں کیوں هو

یہ فتنہ آدمي کي خانہ ویراني کو کیا کم ہے
هوے تم دوست جسکے دشمن اسکا آسماں کیوں هو

یهي ہے آزمانا تو ستانا کسکو کہتے هیں
عدو کے هو لیے جب تم تو میرا امتحاں کیوں هو

کہا تمنے کہ کیوں هو غیر کے ملنے میں رسوائي
بجا کہتے هو سچ کہتے هو پهر کہیو کہ هاں کیوں هو

نکالا چاهتا ہے کام کیا طعنوں سے تو غالب
ترے بیمہر کہنے سے وہ تجهپر مہرباں کیوں هو

کوئي امید بر نہیں آتي — کوئي صورت نظر نہیں آتي

موت کا ایک دن معین ہے — نیند کیوں رات بهر نہیں آتي

آگے آتي تهي حال دل پہ هنسي — اب کسي بات پر نہیں آتي

جانتا هوں ثواب طاعت و زهد — پر طبیعت ادهر نہیں آتي

ہے کچهہ ایسي هي بات جو چپ هوں — ورنہ کیا بات کر نہیں آتي

ہم کہاں قسمت آزمانے جائیں — تو ہی جب خنجر آزما نہ ہوا

کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب — گالیاں کھا کے بے مزا نہ ہوا

ہے خبر گرم انکے آنے کی — آج ہی گھر میں بوریا نہ ہوا

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی — بندگی میں مرا بھلا نہ ہوا

جان دی - دی ہوئی اسیکی تھی — حق تو یوں ہے کہ حق ادا نہ ہوا

زخم گر دب گیا لہو نہ تھما — کام گر رک گیا روا نہ ہوا

رہزنی ہے کہ دلستانی ہے — لیکے دل دلستاں روانہ ہوا

کچھہ تو پڑھیے کہ لوگ کہتے ہیں
آج غالب غزل سرا نہ ہوا

ہوئی تاخیر تو کچھہ باعث تاخیر بھی تھا — آپ آتے تھے مگر کوئی عناں گیر بھی تھا

تمسے بیجا ہے مجھے اپنی تباہی کا گلہ — اسمیں کچھہ شائبۂ خوبی تقدیر بھی تھا

تو مجھے بھول گیا ہو تو پتا بتلا دوں — کبھی فتراک میں تیرے کوئی نخچیر بھی تھا

قید میں ہے ترے وحشی کو وہی زلف کی یاد — ہاں کچھہ اک رنج گرانباری زنجیر بھی تھا

یوسف اُسکو کہوں اور کچھہ نہ کہے خیر ہوئی — گر بگڑ جاتا تو میں لائق تعزیر بھی تھا

ہم تھے مرنے کو کھڑے - پاس نہ آیا نہ سہی — آخر اُس شوخ کے ترکش میں کوئی تیر بھی تھا

پکڑے جاتے ہیں فرشتونکے لکھے پر ناحق — آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا

ریختے کے تمہیں استاد نہیں ہو غالب
کہتے ہیں اگلے زمانے میں کوئی میر بھی تھا

عرض نیاز عشق کے قابل نہیں رہا — جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

جاتا ہوں داغ حسرت ہستی لیے ہوئے — ہوں شمع کشتہ درخور محفل نہیں رہا

مرنے کی ایدل اور ہی تدبیر کر کہ میں — شایان دست و بازوے قاتل نہیں رہا

وا کر دیے ہیں شوق نے بند نقاب حسن — غیر از نگاہ اب کوئی حائل نہیں رہا

گو میں رہا رہین ستمہاے روزگار — لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

بیداد عشق سے نہیں ڈرتا مگر اسد
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہیں رہا

سب کہاں کچھہ لالہ و گل میں نمایاں ہوگئیں — خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہوگئیں

یاد تھیں ہمکو بھی رنگا رنگ بزم آرائیاں — لیکن اب نقش و نگار طاق نسیاں ہوگئیں

تھیں بنات النعش گردوں دنکو پردیمیں نہاں — شبکو انکے جی میں کیا آئی کہ عریاں ہوگئیں

جوے خوں آنکھوں سے بہنے دو کہ ہے شام فراق — میں یہ سمجھونگا کہ شمعیں دو فروزاں ہوگئیں

غالب

مرزا اسدالله خاں نام - ابتدا میں اسد تخلص تھا - مگر جب سنا کہ یہی تخلص ایک مجہول الحال اور فرومایہ شخص کا ہے تو اسدالله الغالب کی رعایت سے غالب تخلص رکھا - ان کا خاندان سلسلۂ افراسیاب شاہ توران سے ملتا ہے - سنہ ۱۲۱۲ ھجری مطابق سنہ ۱۷۹۷ع کو اکبر آباد آگرہ میں پیدا ہوئے - ان کے والد عبدالله خاں بیگ الور میں راجہ بختاور سنگھ کے ہاں ملازم تھے - وہاں کسی لڑائی میں مارے گئے - اور مرزا کو پانچ سال کی عمر میں یتیم اور بیکس چھوڑ گئے - اُن کے بھائی نصر الله خاں بیگ مرھٹوں کی طرف سے اکبر آباد کے صوبہ دار تھے - اپنے یتیم بھتیجے کی پرورش اُنھوں نے اپنے ذمے لی - مگر اتفاق یہ کہ مرگ ناگہانی نے اُن کو بھی چھین لیا - نصر الله خاں لارڈ لیک کے عہد حکومت میں صوبہ دار کشمیر ہوگئے تھے - سترہ سو ماہوار وظیفہ تھا - اور ڈیڑھ لاکھ کی سالانہ جاگیر - مگر وہ سب ضبط ہوگئی - گورنمنٹ نے اُن کے وارثین کے لیے دس ہزار روپیہ سالانہ دیے مگر متوسطین کی خود غرضی سے مرزا کو ایک حبہ نہ ملا - سنہ ۱۸۳۰ع میں کلکتہ آئے - اور چاہا کہ اپنی فریاد حکام اعلیٰ تک پہنچائیں مگر صرف اتنی کامیابی ہوئی کہ نظر بر اعزاز خاندانی ملازمت سرکاری کے ساتھہ سات پارچہ خلعت تین رقم جیغۂ مرصع اور مالاے مروارید کے مستحق ٹھہرے - ان کی شادی دھلی میں ہوئی تھی - اسی تعلق سے دھلی آئے اور پھر اس طرح یہ خاک دامن گیر ہوئی کہ آخر عمر تک وھیں رہے - قلعۂ دھلی سے بھی چھہ سو روپیہ سالانہ کی رقم سلاطین مغلیہ کی تاریخ لکھنے کے معاوضہ میں مقرر ہوگئی تھی - اور نجم الدولہ دبیر الملک کا خطاب بھی ملا تھا - مگر جب غدر کے ھنگامے نے دھلی کی بساط اُلٹی تو بہت در ماندہ و لاچار ہوگئے - مجبور ہوکر رامپور جانا پڑا جہاں کے رئیس نواب یوسف علی خاں ناظم ان کے شاگرد تھے - اُنھوں نے بارہ سو روپیہ سالانہ تنخواہ مقرر کردی اور یہ آخر عمر تک ملتی رہی - ۷۳ برس کی عمر پائی - اور سنہ ۱۸۶۹ع مطابق سنہ ۱۲۸۵ ھجری میں انتقال کیا - مرزا غالب اپنا اصلی کارنامۂ فارسی نظم و نثر کو سمجھتے تھے اور حق تو یہ ہے کہ امیر خسرو اور فیضی کے بعد خاک ھند نے فارسی کا کوئی با کمال ایسا پیدا نہیں کیا -مگر ان کی اردو شاعری اور نثاری بھی اپنی خصوصیات میں سب پر فایق ہے - انھوں نے اردو شاعری کو جو صرف حسن و عشق کے میدان میں محدود تھی آزاد کیا اور اخلاق و تصوف اور فلسفۂ و سائنس کی آمیزش سے با عظمت بنایا - نثر اردو کی اصلاح کا تاج بھی اُنھیں کے سر پر زیب دیتا ہے کہ اردوے معلیٰ کی سلاست اور صفائی کا جواب آج تک ممکن نہیں - ان کا کلیات نظم و نثر فارسی اور اردو بار بار چھپ چکا ہے *

غزلیات

درد منت کش دوا نہوا　　میں نہ اچھا ھوا برا نہوا

جمع کرتے ھو کیوں رقیبوں کو　　اک تماشا ھوا گلا نہوا

معلوم نہیں اسکے دہن ہے کہ نہیں ہے
ای ذوق ہم اس سر خفی کو نہیں پاتے

چنی تو نے افشاں جو ای مہ جبیں ہے — ستاروں میں دیا دیا چاند اور جبیں ہے
نہ پوچھو کہ دل شاد ہے یا حزیں ہے — نہیں یہ بھی معلوم ہے یا نہیں ہے
یہی گر تری چشم سحر آفریں ہے — تو نہ دل نہ جاں ہے نہ ایماں نہ دیں ہے
نہ چھوڑیگی جیتا مجھے چشم قاتل — یقیں ہے نہیں شبہ ہے البتہ ہے
کئے ضبط اشک آہ پہونچی فلک پر — مرا عشق کم خرچ بالا نشیں ہے
پڑے تفرقے یہ جدائی سے تیری — کہ میں ہوں کہیں دل کہیں جاں کہیں ہے
وہی پاس ہے اور مری بدگمانی — لئے پھرتی مجھکو کہیں سے کہیں ہے

نہ اک آہ کی زخم سو سو اٹھائے
تجھے آفریں ذوق صد آفریں ہے

لگا نہ اس بتکدہ میں تو دل جو ٹوٹتا ہے تو ٹوٹ کر مل
کہ کیساہی کوئی خوش شمائل صنم ہے آخر شکستنی ہے

نہیں ہے قانع کو خواہش زر وہ مفلسی میں بھی ہے توانگر
جہان میں مانند کیمیاگر ہمیشہ محتاج دل غنی ہے

کوئی ہے کافر کوئی مسلماں جدا ہراک کی ہے راہ ایماں
جو اسکے نزدیک رہبری ہے وہ اسکے نزدیک رہزنی ہے

تکلف منزل محبت نکر چلاچل تو بے تکلف
کہ جابجا خار زار وحشت سے زیر پا فرش سوزنی ہے

خدنگ مژگاں سے ذوق اسکے دل اپنا سینہ سپر ہے جب سے
مثال آئینہ سخت جانی سے سینہ دیوار آہنی ہے

کیا غرض لاکھہ خدائیمیں ہوں دولت والے
انکا بندہ ہوں جو بندے ہیں محبت والے

رہے جوں شیشۂ ساعت وہ مکدر دونوں
کبھی مل بھی گئے دو دل جو کدورت والے

کس مرض کی ہیں دوا یہ لب جاں بخش ترے
جاں بلب ہیں ترے آزاد محبت والے

حرص کے پھیلتے ہیں پائوں بقدر وسعت
تنگ ہی رہتے ہیں دنیا میں فراغت والے

ہائے رے حسرت دیدار مری ہائے کو بھی
لکھتے ہیں ہائے دو چشمی سے کتابت والے

نہیں جز شمع مجاور مرے بالین مزار
نہیں جز کثرت پروانہ زیارت والے

نہ ستم کا کبھی شکوہ نہ کرم کی خواہش
دیکھہ تو ہم بھی ہیں کیا صبر و قناعت والے

کیا تماشا ہے کہ مثل مہ نو اپنا فروغ
جانتے اپنی حقارت کو ہیں شہرت والے

دل سے کچھہ کہتا ہونمیں مجھسے ہے کچھہ دل کہتا
دونوں اک حال میں ہیں رنج و مصیبت والے

کبھی افسوس ہے آتا کبھی رونا آتا
دل بیمار کے ہیں دو ہی عیادت والے

تو مرے حال سے غافل ہے پر اے غفلت کیش
تیرے انداز تغافل نہیں غفلت والے

ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
اسنے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

ہم تمسا عدو اپنا کسیکو نہیں پاتے
تم پاتے ہو ہمکو تو چھری کو نہیں پاتے

غنچے تری غنچہ دھنی کو نہیں پاتے
ہنستے ہیں مگر تیری ہنسی کو نہیں پاتے

کیوں ہمنے دیا دل تجھے او سنگدل اپنا
کمبخت ہم اس سخت گھڑیکو نہیں پاتے

وہ کونسا غم ہے جسے پاتے نہیں دل میں
لیکن نہیں پاتے تو خوشی کو نہیں پاتے

لیتے ہیں شب وصل میں ہم انکے جو بوسے
وہ لب پہ سحر رنگ مسی کو نہیں پاتے

میں ایسا کہیں گم ہوں کہ یاران عدم بھی
گم ہوکے مری گم شدگی کو نہیں پاتے

کب حق پرست زاهد جنت پرست ہے
حوروں پہ مر رها ہے یہ شہوت پرست ہے

دل صاف هو تو چاهیے معني پرست هو
آئینہ خاک صاف ہے صورت پرست ہے

درویش ہے وهي جو ریاضت میں چست هو
تارک نہیں فقیر بهي راحت پرست ہے

جز زلف سوجهتا نہیں اے مرغ دل تجهے
خفاش تو نہیں ہے کہ ظلمت پرست ہے

دولت کي رکهہ نہ مار سر گنج سے امید
موذي وہ دیکها کیا کہ جو دولت پرست ہے

عنقا نے گم کیا ہے نشان نام کے لیے
گم کشتہ کون کہتا ہے شہرت پرست ہے

یہ ذوق مے پرست ہے یا ہے صنم پرست
کچهہ ہے بلا سے لیک محبت پرست ہے

رخصت اے زنداں جنوں زنجیر در کهڑکاے ہے
مژدہ خار دشت پهر تلوا مرا کهجلاے ہے

سر بوقت ذبح اپنا اسکے زیر پاے ہے
یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کي جاے ہے

واہ وا شور محبت خوب هي چهڑکا نمک
استخواں میرے هما کس کس مزے سے کهاے ہے

هاں مدد طاقت کہے ہے ضعف سے سینہ میں دم
دیکهیے ابتک خدا کیونکر مجهے پہونچاے ہے

بس کرم سوز دروں بہ جائینگے دل اور جگر
رحم جوش گریہ پهر چهاتي ابهي بهر آے ہے

بل بے استغنا کہ وہ یاں آتے آتے رهگئے
اُف رے بیتابي کہ یاں تو دم هي نکلا جاے ہے

نزع میں بهي ذوق کو تیرا هي بس ہے انتظار
جانب در دیکهہ لے ہے جبکہ هوش آ جاے ہے

الهي کس بیگنہ کو مارا سمجهہ کے قاتل نے کشتني ہے
کہ آج کوچے میں اسکے شور بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْنِيْ ہے
غم جدائي میں تیرے ظالم کہوں میں کیا مجهپہ کیا بني ہے
جگر گدازي ہے سینہ کاوي ہے دلخراشي ہے جانکني ہے
زمیں پہ نور قمر کے گرنے سے صاف اظہار روشني ہے
کہ هیں جو روشنضمیر اُنکا فروغ اُنکي فروتني ہے
بشر جو اس تیرہ خاکداں میں پڑا یہ اسکي فروتني ہے
وگرنہ قندیل عرش میں بهي اسیکے جلوے کي روشني ہے
هوے هیں تر گریۂ ندامت سے اسقدر آستین و دامن
کہ میري تر دامني کے آگے عرق عرق پاکدامني ہے
هوے هیں اس اپني سادگي سے هم آشنا جنگ و آشتي سے
اگر نہ هو یہ تو پهر کسي سے نہ دوستي ہے نہ دشمني ہے

آج اک پگڑي هوئي تهي ميکدہ ميں رهن مے
ذوق وہ تيري هي دستار فضيلت هو تو هو

ترے کوچے کو وہ بيمار غم دار الشفا سمجهے
اجل کو جو طبيب اور مرگ کو اپني دوا سمجهے

نگہ کيا اور مژہ کيا هم تو دونونکو بلا سمجهے
سے تير قضا اسکو پر تير قضا سمجهے

شهيدان محبت خوب آئين وفا سمجهے
بها خوں کوے قاتل ميں اسيکو خونبها سمجهے

وهي کچهہ تلخکام اس زندگاني کا مزا سمجهے
کہ جو زهر آب تيغ يار کو آب بقا سمجهے

هر اک گردش ميں سو انداز ناز فتنہ زا سمجهے
فلک کو هم کسي کافر کي چشم سرمہ سا سمجهے

ستم کو هم کرم سمجهے جفا کو هم وفا سمجهے
اور اسپربهي نہ سمجهے وہ تو اُس بت سے خدا سمجهے

برائي ميں هماري وہ اگر اپنا بهلا سمجهے
برا سمجهے برا سمجهے برا سمجهے برا سمجهے

تجهے اے سنگدل آرام جاں مبتلا سمجهے
پڑيں پتهر سمجهہ پر اپني هم سمجهے تو کيا سمجهے

وہ همسے خاکسارونکو جب اپنا خاک پا سمجهے
هم اپني خاکساري اپنے حق ميں کيميا سمجهے

ترے کشتے جو يوں خواب عدم سے يک بيک چونکے
مگر شور قيامت کو تري آواز پا سمجهے

نسيم صبح گلشن ميں اگرچہ هو دم عيسي
ترا بيمار غم تجهہ بن سموم جانگزا سمجهے

رواں هوتا هے اس بستانسرا سے کارواں گل
چٹکنے کو صبا غنچہ کي آواز درا سمجهے

ندي رخصت نظر کو ميري جانب کيوں تغافل سے
اسے بهي آپ کيا ميرا هي بخت نارسا سمجهے

حساب اصلا نہ پوچهے مجهسے ميرے دلکے زخمونکا
حساب دوستاں دردل اگر وہ دلربا سمجهے

اگر دل کو نکالا چير کر پيکاں تو رهنے دو
کہ عاشق اپنے پهلو ميں اسيکو دل کي جا سمجهے

کرے آہ رسا ميري جو سير عالم بالا
فلک کو بهي يوهيں اک آبلہ سا زير پا سمجهے

هنسے هے زخم دل تدبير پر جراح کي کهدو
انهيں ٹانکے نہ سمجهے خندۂ دنداں نما سمجهے

محبت سے ذرا گر موم هو اس دلشکن کا دل
دل بشکستہ ميرا اپنے حق ميں موميا سمجهے

عدو آيا هے بنکر نامہ بر لکها نصيبوں کا
کوينگے ليکے خط کيا مدعي سے مدعا سمجهے

مجهے آتا هے رشک اس رند مي آشام پر ساقي
نہ جو دَعْ مَاکَدِرْ جانے نہ جو خُذْ مَاْ صَفَا سمجهے

نہ آيا خاک بهي رستہ سمجهہ ميں عمر رفتہ کا
مگر سمجهے تو داغ معصيت کو نقش پا سمجهے

خبر سنتے هي قاصد سے هوے هم بيخبر بالکل
ترے پيغام کو گويا کہ پيغام قضا سمجهے

نحوست بهي سعادت هوگئي سودے ميں زلفوں کے
گليم تيرہ بختي سر پہ هم ظل هما سمجهے

بلا اس زلف کي مصرع ميں هے مضمون پيچيدہ
اسي سے يہ کهلے جو معنے ناز و ادا سمجهے

هوا نے زلف کو چهيڑا اور اپنا دل لرزتا هے
کهيں ايسا نہووے همسے وہ کافر ادا سمجهے

سمجهہ هي ميں نهيں آتي هے کوئي بات ذوق اسکي
کوئي جانے تو کيا جانے کوئي سمجهے تو کيا سمجهے

وقت پیري شباب کي باتیں — ایسي هیں جیسے خواب کي باتیں
اسکے کہہ لیجیلا مجھے دیکھو — دل خانہ خراب کي باتیں
واعظا چھوڑ ذکر نعمت خلد — [illegible] شراب و کباب کي باتیں
حرف آیا جو آبرو پہ مرے — هیں یہ چشم پرآب کي باتیں
یاد هیں مہ جبیں کہ بھول گئے — وہ شب ماهتاب کي باتیں
تجھکو رسوا کرینگي خوب اے دل — تیري یہ اضطراب کي باتیں
جاؤ هوتا هے اور بھي خفقاں — سنکے ناصح جناب کي باتیں
جام مے لب سے لو لگا اپنے — چھوڑو شرم و حجاب کي باتیں
سنتے هیں اسکو چھیڑ چھیڑ کے هم — کس مزے سے عتاب کي باتیں
دیکھہ اے دل نچھیڑ قصۂ زلف — کہ یہ هیں پیچ و تاب کي باتیں

ذکر کیا جوش عشق میں اے ذوق
همسے هوں صبر و تاب کي باتیں

گزرتي عمر هے یوں دور آسماني میں — کہ جیسے جائے کوئي کشتي دخاني میں
رکاؤ خوب نهیں طبع کي رواني میں — کہ بو فساد کي آتي هے بند پاني میں
وفور اشک اگر سر باوج هو اپنا — فلک برنگ گل نیلوفر هو پاني میں
کہانیاں هیں حکایات خضر و آب بقا — بقا کا ذکر هے کیا اس جہان فاني میں
نہیں خضاب سے مطلب همیں یہ موے سفید — سیاہ پوش هوے ماتم جواني میں
وہ سیدهے گهرکو سدهارے اور آنکي کهوج میں هم — پهرے بھٹکتے هوے کوے بدگماني میں
مبصروں سے کہو دیکھیں چین ابروے یار — کہ جوهر ایسے کہاں تیغ اصفهاني میں
همیشہ هے مجھے سرمایۂ بقا میں بقا — حباب وار هونمیں آب زندگاني میں

بجز نثار علي شاہ کون جانے ذوق
تري زبانکا مزہ تیري شعر خواني میں

موت هي سے کچھہ علاج درد فرقت هو تو هو — غسل میت هي همارا غسل صحت هو تو هو
هو تو هو آباد کیونکر یہ خراب آباد دل — عشق غارتگر اگر دنیا سے غارت هو تو هو
کہتے هیں شور قیامت جسکو وہ هے چشم یار — تیرے مستوں کي صفیں خوب غلطاں هو تو هو
گر پڑے هے آگ میں پروانہ سا کرم ضعیف — آدمي سے کیا نہو لیکن محبت هو تو هو
انتظار یار میں جو چشم هو جاوے سفید — مردمک اسمیں کہاں هو داغ حسرت هو تو هو
آدمیت سے هے بالا آدمي کا مرتبہ — پست همت یہ نہو ور پست قامت هو تو هو
اب زباں پر بھي نہیں آتا کبھي اُلفت کا نام — اگلے مکتوبوں میں کچھہ رسم محبت هو تو هو

پڑھتا نہیں خط غیر مرا واں کسی عنواں
جب تک کہ عبارت میں تصرف نہیں کرتا

کچھہ اور گماں دل میں نہ گزرے ترے کافر
دم اسلیے میں سورۂ یوسف نہیں کرتا

اے ذوق تکلف میں ہے تکلیف سراسر
آرام سے وہ ہے جو تکلف نہیں کرتا

مذکور تری بزم میں کسکا نہیں آتا
پر ذکر ہمارا نہیں آتا نہیں آتا

جینا ہمیں اصلا نظر اپنا نہیں آتا
گر آج بھی وہ رشک مسیحا نہیں آتا

کیا جانے اُسے وہم ہے کیا میری طرفسے
جو خواب میں بھی رات کو تنہا نہیں آتا

اسدم نہیں ہوتا قلق ہجر ہے مجھکو
کسوقت مرا منہ کو کلیجا نہیں آتا

ہم رونے پہ آ جائیں تو دریا ہی بہائیں
شبنم کی طرح سے ہمیں رونا نہیں آتا

آتا ہے تو آجا کہ کوئی دم کی ہے فرصت
پھر دیکھیے آتا بھی ہے دم یا نہیں آتا

ساتھہ اُنکے ہیں ہم سایہ کی مانند ولیکن
اسپر بھی جدا ہیں کہ لپٹنا نہیں آتا

دل مانگنا مفت اور یہ پھر اسپہ تقاضا
کچھہ قرض تو بندے پہ تمہارا نہیں آتا

جاتی رہے زلفوں کی لٹک دلسے ہمارے
افسوس کچھہ ایسا ہمیں لٹکا نہیں آتا

آئے تو کہاں جاے نہ تا جی سے کوئی جاے
جب تک نہیں آتا اسے غصہ نہیں آتا

قسمت ہی سے ناچار ہوں اے ذوق وگرنہ
سب فن میں ہوں میں طاق مجھے کیا نہیں آتا

بے یار روز عید شب غم سے کم نہیں
جام شراب دیدۂ پر نم سے کم نہیں

دیتا ہے دور چرخ کسے فرصت نشاط
ہو جسکے پاس جام وہ اب جم سے کم نہیں

اس زلف فتنہ زا کے لیے اے مسیح دم
کچھہ دست شانہ پنجۂ مریم سے کم نہیں

زیبا ہے روے زرد پہ کیا اشک لالہ گوں
اپنی خزاں بہار کے موسم سے کم نہیں

سرعت ہے نبض کی رگ سنگ مزار میں
دلکی تپش کچھہ اب بھی تپ غم سے کم نہیں

ہوتی ہے جمع زر سے پریشانی آخرش
درہم کی شکل صورت درہم سے کم نہیں

ساقی ملے ہزار فلاطوں ہیں خاک میں
جو خم تہی ہے قالب آدم سے کم نہیں

اس حوروش کا گھر مجھے جنت سے ہے سوا
لیکن رقیب ہو تو جہنم سے کم نہیں

شورابۂ سرشک سے دھوتا ہوں زخم دل
تیزاب میرے حق میں یہ مرہم سے کم نہیں

ہاتھوں سے تیرے پارۂ الماس زخم دل
مجھکو تو جلوۂ گل و شبنم سے کم نہیں

اے ذوق کسکو چشم حقارت سے دیکھیے
سب ہمسے ہیں زیادہ کوئی ہمسے کم نہیں

وہ مستِ ناز لیکر مجھسے میرے شیشۂ دل کو
[illegible]

نوشتے سے ہوا اک حرف بھي مرکز نہ بیش و کم
[illegible]

برنگ غنچۂ خونیں دل ہنسے کیا اس گلستانمیں
[illegible]

وہ آئیں یا نہ آئیں میں نہیں رنجیدہ دل اُنسے
[illegible]

لگائي زلف کو شانے نے جو اُنگلي پکارا دل
[illegible]

ترے در سے نہ آیا پاس کوئي نیمجانوں کے
[illegible]

میں اپنے ذوق کے قربان کہ مستي میں محبت کي
بلایا کسنے اُسکو یہ جب آیا بے طلب آیا

آنکھیں مري تلووں سے وہ مل جاے تو اچھا
ہے حسرت پا بوس نکل جاے تو اچھا

جو چشم کہ بے نم ہو وہ ہو کور تو بہتر
جو دل کہ ہو بے داغ وہ جل جاے تو اچھا

بیمار محبت نے لیا تیرے سنبھالا
لیکن وہ سنبھالے سے سنبھل جاے تو اچھا

ہو تجہسے عیادت جو نہ بیمار کي اپنے
لینے کو خبر اسکي اجل جاے تو اچھا

کھینچے دل انساں کو نہ وہ زلف سیہ فام
اژدر کوئي انساں کو نگل جاے تو اچھا

اے گریہ نرکھہ میرے تن خشک کو غرق آب
لکڑي کي طرح پاني میں گل جاے تو اچھا

تاثیر محبت عجب اک حب کا عمل ہے
لیکن یہ عمل یار پہ چل جاے تو اچھا

فرقت سے تري تار نفس سینے میں میرے
کانٹا سا کھٹکتا ہے نکل جاے تو اچھا

ہاں کچھہ تو ہو حاصل ثمر نخل محبت
یہ سینہ پھپھولوں سے جو پھل جاے تو اچھا

دل گر کے نظر سے تري اُٹھنے کا نہیں پھر
یہ گرنے سے پہلے ہي سنبھل جاے تو اچھا

وہ صبح کو آئے تو کروں باتوں میں دوپہر
اور چاہوں کہ دن تھوڑا سا ڈھل جاے تو اچھا

ڈھلجاے جو دن بھي تو اُسي طرح کروں شام
اور پھر کہوں گر آج سے کل جاے تو اچھا

جب کل ہو تو پھر وہ ہي کہوں کل کي طرح سے
گر آج کا دن بھي یونہیں ٹل جاے تو اچھا

القصہ نہیں چاہتا میں جاے وہ یاں سے
دل اُسکا یہیں گرچہ بہل جاے تو اچھا

ہے قطع رہ عشق میں اے ذوق ادب شرط
جوں شمع تو اب سر ہي کے بل جاے تو اچھا

وہ کون ہے جو مجھپہ تاسف نہیں کرتا
پر میرا جگر دیکھہ کہ میں اُف نہیں کرتا

کیا قہر ہے وقفہ ہے ابھي آنے میں اُنکے
اور دم مرا جانے میں توقف نہیں کرتا

تا صاف کرے دل نہ مي صاف سے صوفي
کچھہ سود صفا علم تصوف نہیں کرتا

دل فقر کي دولت سے مرا اتنا غني ہے
دنیا کے زر و مال پہ میں تف نہیں کرتا

آنکھیں دیدار طلب گور سے آئي ہیں نکل — دستہ نرگس کا نہیں میرے سرھا نے رکھا

پئے ناواقف رہ پہلے ھي رہبر موجود — گور سے آگے قدم دیکھہ عصا نے رکھا

ناتواں بیس نہ تنِ زار مرا دیکھہ سکا — خوب دھوکے میں اوسے تارِ قبا نے رکھا

نرکیے خوبيِ و زشتي سے غرض آئینہ وار — گھر میں مہمان جسے اھل صفا نے رکھا

کیا تماشا ھے کہ دیوانہ بناکر اپنا — نام مجنوں مرا اس ھوش ربا نے رکھا

شربتِ مرگ سے محروم نہ رھتا کبھي خضر — لیک ناکام اسے آبِ بقا نے رکھا

نہ گیا مر کے بھي اس مصحفِ رخسار کا شوق — کہ رھا گور پہ قرآن سرھا نے رکھا

بے نشاں پہلے فنا سے ھو جو ھو تجکو بقا
ورنہ ھے کسکا نشاں ذوق فنا نے رکھا

پہونچا آبِ تیغ قاتل تا بہ سر اچھا ھوا — اے دلِ مجروح لے تو غسل کر اچھا ھوا

ایکدن بالکل نہ میں اے چارہ گر اچھا ھوا — داغ ادھر تازہ ھوا گر زخم اودھر اچھا ھوا

کم نہو اس آبِ خنجر کي الہي آبرو — آج مدت میں ھمارا حلق تر اچھا ھوا

آ رھیگا دشت میں لیلي ترے ناقے کے کام — ھوگیا مجنوں جو کانٹا سوکھکر اچھا ھوا

روز کہتا تہا مزا مجھکو چکھادے عشق کا — بھردیا نون اوسنے دلکو چیر کر اچھا ھوا

سنکے مجنوں نے مرے شورِ جنوں کو یوں کہا — واقعي مجھسے بھي یہ شوریدہ سر اچھا ھوا

مجھکو صدقے کر اگر ھے بد مزا تیرا مزاج — یہ ادھر صدقہ دیا تونے اودھر اچھا ھوا

ھاتھہ تو ھلکا پڑا تہا یار کی شمشیر کا — زخم پر قسمت سے میرے کارگر اچھا ھوا

کہنچ گیا میري طرف سے اور اس دلبر کا دل — واہ وا جذبِ محبت کا اثر اچھا ھوا

قتل کرتا ھے ترا بسمل سے یہ کہتا کہ لو — ابتو دامن بھي ھوا لوھو سے تر اچھا ھوا

نامہ بر جاتا ھے جا جلدي - چلي جانِ حزیں — دیر مت کر ساتھہ تیرے ھمسفر اچھا ھوا

آئنہ خانے میں عالم کے سمجھہ لے یہ مثال — تا تجھے جانیں کہ یہ صاحب نظر اچھا ھوا

ھے بُرا توھي اگر آیا نظر تجھکو برا — توھي اچھا ھے تجھے معلوم گر اچھا ھوا

ذوق کے مرنیکي سنکر پہلے تو کچھہ رک گئے
پھر کہا تو یہ کہا منہ پھیر کر اچھا ھوا

خلاف وعدہ سے میں تیرے کل تو جاں بلب آیا — نہ آیا آج بھي گر تو - تو ھے ظالم غضب آیا

چمن میں کہتے ھیں پھر موسمِ عیش و طرب آیا — بہاریں خوب لوٹیں گے اگر وہ غنچہ لب آیا

عبث جاں منتظر ھونٹوںپہ ھے وہ شوخ کب آیا — اگر چہلم کو بھي آیا تو ھم جانیں کے اب آیا

نوید اے تشنہ کامي بارے آبِ خنجر قاتل — گلو تک میرے اور زخمِ گلو کے تا بہ لب آیا

تامل کیجیو ذوقِ طپیدن دیکھیئے کیا ھو — کہ ابتک ذبح کرنیکا نہیں قاتل کو ڈھب آیا

تفنگ و تیر تو ظاہر نہ تھا کچھہ پاس قاتل کے   الہی پھر جو دل پر تاک کر مارا تو کیا مارا

ہنسی کے ساتھہ یاں روتا ہے مثلِ قلقل مینا   کسی نے قہقہہ اے بیخبر مارا تو کیا مارا

مرے آنسو ہمیشہ ہیں برنگِ لعل غرقِ خوں   جو غوطہ آب میں تونے گہر مارا تو کیا مارا

جگر دل دونوں پہلو میں ہیں زخمی اوسنے کیا جانے   ادھر مارا تو کیا مارا اودھر مارا تو کیا مارا

دلِ سنگینِ خسرو پر بھی ضربِ کوہکن پہونچا   اگر تیشہ سرِ کہسار پر مارا تو کیا مارا

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نکرنے میں   اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

دلِ بدخواہ میں تھا مارنا یا چشم بد بیں میں
فلک پر ذوق تیرِ آہ گر مارا تو کیا مارا

ہمارے خوں سے دلِ پائمال کے کیسا   چلا ہے دیکھو وہ دامن سنبھال کے کیسا

بغل سے لیگئے دل کو نکال کے وہ صریح   جو مانگا تو کہا آنکھیں نکال کے کیسا

نہیں ہے جوگی اگر چشمِ یار - گرد اوسکے   ہجوم کرتے ہیں مژگاں کے بالکے کیسا

نمود خال کی دیکھو تو زیر ابروئے یار   ستارہ نکلا ہے نیچے ہلال کے کیسا

ہماری نعش پہ ہنگامہ کیوں ہے اے قاتل   اوٹھا ہے قصہ یہ بعد انفصال کے کیسا

شبِ فراق میں اس مہ جبیں کی انجمِ چرخ   مجھے ڈراتے ہیں آنکھیں نکال کے کیسا

ہزار دم ہیں اوسے یاد تونے دیکھا ذوق
گیا وہ غیر کے گھر تجکو ٹال کے کیسا

جدا ہوں یار سے ہم اور نہو رقیب جدا   ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

تری گلی سے نکلتے ہی اپنا دم نکلا   رہے ہے کیونکہ گلستاں سے عندلیب جدا

دکھادے جلوہ جو مسجد میں وہ بتِ کافر   تو چیخ اوٹھے مؤذن جدا خطیب جدا

ہے اور علم و ادب مکتب محبت میں   کہ ہے وہانکا معلم جدا ادیب جدا

ہجومِ اشک کے ہمراہ کیوں نہو نالہ   کہ فوج سے نہیں رہتا کبھی نقیب جدا

فراقِ خلد سے گندم ہے سینہ چاک ابتک   الہی ہو نہ وطن سے کوئی غریب جدا

کیا حبیب کو مجھسے جدا فلک نے اگر   نکرسکا مرے دل سے غمِ حبیب جدا

کریں جدائی کا کس کسکی رنج ہم اے ذوق
کہ ہونیوالے ہیں سب ہم سے عنقریب جدا

شکر - پردے ہی میں اوس بت کو حیانے رکھا   ورنہ ایمان گیا ہی تھا خدا نے رکھا

تلخکامی کا رہا بعد فنا بھی یہ اثر   استخواں کو مرے باقی نہ ہما نے رکھا

آشیاں باغ میں ڈھونڈا جو قفس سے جاکر   ایک تنکا بھی نہ تھا بادصبا نے رکھا

دل جو دیوانہ نتھا میرا تو کیوں پھر اسکو   پا بزنجیر تری زلف دوتا نے رکھا

غزلیات

بس ہجر میں مرنیکے قریں ہوہي چکا تھا
تم وقت پسر آپہونچے نہیں ہوہي چکاتہا

اب جان پہ آفت ہے جو آئے ہو دوبارا
اکبار تو غارت دل و دیں ہوہي چکاتہا

برہم اسے کیوں تونے کیا چھیڑ کے پھر زلف
ایدل وہ ابھي چین بجبیں ہوہي چکاتہا

ہوتا جو نہ پیوندِ زمیں تیري گلي میں
آسودہ یہ دل زیرِ زمیں ہوہي چکاتہا

آنے سے مرے تہہر گئے آپ وگرنہ
جانے کا ارادہ تو کہیں ہوہي چکاتہا

جو خط میں لکہا اسنے وہ اس لکہنے سے پہلے
مکتوبِ سرِ لوحِ جبیں ہوہي چکاتہا

بے بدرقۂ مرگ توقف رہا ورنہ
عزمِ سفرِ جانِ حزیں ہوہي چکاتہا

کیا ہوتا جوسمجہاتے اوسے جا کے مرے دوست
دشمن کا سخن ذہن نشیں ہوہي چکاتہا

کیا دیکھتے ہم یوسفِ کنعاں کو کہ اپنا
منظورِ نظر ایک حسیں ہوہي چکاتہا

کیا گرمِ تپش ہوتا تڑپکر ترے آگے
میں سرد تہِ خنجرِ کیں ہوہي چکاتہا

جو کچھہ کہ ہوا ہم سے وہ کس طرح نہوتا
حکمِ ازلي ذوق یوہیں ہوہي چکاتہا

ہم ہیں اور سایہ ترے کوچے کي دیواروں کا
کام جنت میں ہے کیا ہمسے گنہگاروںکا

محتسب گرچہ دل آزار ہے میخواروںکا
دیجے اک جام تو ہے یار ابھي یاروںکا

اتنا تو سوزِ فغاں ہو کہ چمن میں بلبل
خرمنِ دل ہي جگہہ ڈھیر ہو انگاروںکا

چرخ پر بیٹھہ رہا جان بچاکر عیسیٰ
ہوسکا جب نہ مداوا ترے بیماروںکا

ہوں رگیں حلق بریدہ کي ہماري خونبار
گر تماشا تجھے منظور ہو فواروںکا

ہیں کماندار ترے تیرِ مژہ تشنۂ خوں
منہہ کھلا رہتا ہے اسواسطے سوفاروںکا

کیوں نہ ہر تار میں سو دل ہوں گرفتار کہ زلف
جیلخانہ ہے محبت کے گرفتاروںکا

دینگے جاں بوسۂ لعلِ نمکیں پر ہم بھي
جاں نثاري ہے اگر شیوہ نمکخواروںکا

بے سیاہي نہ چلا کام قلم کا اے ذوق
روسیاهي سروساماں ہے سیہ کاروںکا

کسي بیکس کو اے بیداد گر مارا تو کیا مارا
جو آپہي مررہاہو اوسکو گر مارا تو کیا مارا

نمارا آپ کو جو خاک ہو اکسیر بنجاتا
اگر پارے کو اے اکسیر گر مارا تو کیا مارا

بڑے موذي کو مارا نفس امارہ کو گر مارا
نہنگ و اژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا

خطا تو دلکي تھي قابل بہت سي مار کھانے کے
تري زلفوں نے مشکیں باندھکر مارا تو کیا مارا

نہیں وہ قول کا سچا ہمیشہ قول دے دیکر
جو اُسنے ہاتھہ میرے ہاتھہ پر مارا تو کیا مارا

ذوق

شیخ محمد ابراهیم نام - ذوق تخلص - ۱۱ ذی الحجہ سنہ ۱۲۰۴ ھجري مطابق سنہ ۱۷۸۹ع کو شاهجہاں آباد دھلي میں پیدا ھوئے - ان کے والد شیخ محمد رمضان ایک غریب سپاھی تھے - اس لیئے شاعري ان کو ورثہ میں نہیں ملي - مگر جو طبیعت قسام ازل سے ملي تھي وہ اسي فن کي خدمت کے لیئے مخصوص اردی گئي تھي - تحصیلِ علم کے زمانے ھي میں شاعري کا شوق ھوا - پہلے حافظ غلام رسول شوق اور پھر شاہ نصیر کے شاگرد ھوئے کہ اُس دور کے کہنہ مشق اور مستند شاعر تھے - پہلے پہل مشاعرے میں جب غزل پڑھي تو تحسین و تعریف نے ایسي ھمت بڑھائي کہ پوري توجہ سے اس فن کي تکمیل میں مصروف ھوگئے - ایک دن مرزا رفیع سودا کي ایک غزل پر غزل لکھي مگر شاہ نصیر نے اس پر سرزنش کي کہ ایسے اُستاد کے مقابلہ پر قلم اُٹھانا دلیل عُجب و غُرور ھے - اُس دن سے انھوں نے بھي شاہ نصیر سے اصلاح لینئي بند کردي اور فطرۃ سلیم کي رھنمائي سے معراج سخن کو طے کرنے لگے •

جب ان کے جوھر کمال کي شہرت پھیلي تو ان کا چرچا قلعۂ معلی تک بھي پہنچا - اکبر شاہ ثاني پادشاہ اور بہادر شاہ ولي عہد تھے - حسن اتفاق سے بہادر شاہ کي انھیں پر نظر پڑي اور اپنا اُستاد منتخب کرلیا - انھیں کے ذریعہ دربار تک رسائي ھوئي - ۱۹ برس کي عمر تھي کہ پادشاہ کي مدح میں ایک قصیدہ لکھا اور خاقاني ھند کے خطاب کے مستحق ٹھیرے •

بہادر شاہ جب ولي‌عہد سے پادشاہ ھوئے تو ان کو خاں بہادر کا بھي خطاب دیا - اور ایک ھاتھي مع حوضۂ نقرئي مرحمت ھوا •

تاریخ انتقال ۲۴ صفر سنہ ۱۲۷۱ ھجري مطابق سنہ ۱۸۵۵ع مرنے سے تین گھنٹے پہلے یہ شعر کہا تھا • • شعر •

افسوس آج ذوق جہاں سے گذر گیا
کیا خوب آدمي تھا خدا مغفرت کرے

ان کي شاعري کا اصلي کارنامہ قصائد ھیں - سودا کے بعد اس درجہ کا قصیدہ گو اردو میں کوئي نہ ھوا - عام لحاظ سے بھي ان کي شاعري انواع محاسن سے لبریز ھے - ان کے کلام کا بڑا حصہ غدر سنہ ۵۷ میں تلف ھوگیا - جو کچھہ بچا اس کو ان کے شاگرد رشید مولوي محمد حسین آزاد نے ایڈٹ کرکے چھاپا ھے -

ہم پائمالِ مرگ بھي اب سر اوٹھائینگے
جیتے رہے تو حشر کو مہماں بلائینگے

اے جوش نالہ کاوشِ ہردم کہاں تلک
یوں موت سے شکایتِ پیہم کہاں تلک

اس مہروش کو روز کے رونیسے کیا حصول
اے اشک بیقراریِ شبنم کہاں تلک

گردن جھکي ہوئي بھي وھي بارِ دوش ہے
ایدل خیالِ ابروئے خوش خم کہاں تلک

جل جلکے میرے دل کي طرح خاک ہوگیا
اے آہ سینہ سوزيِ ہمدم کہاں تلک

میں صحن اسکے گہر کا سمجھتا ہوں گور کو
اللہ مجھسے تنگ ہے عالم کہاں تلک

سینے کے سارے آبلے ناسور ہوگئے
ایدستِ عیش وصل کا ماتم کہاں تلک

ہے جستجوئے یار میں سعيِ رہِ عدم
اے شوق دیکھیے کہ رہے دم کہاں تلک

تاثیر کو بھي آگئي موت اوسکے ساتھہ ھائے
کھایا کروں امیدِ اثر سم کہاں تلک

اس زندگي سے میرا دم آیا ہے ناک میں
آخر تحمّلِ قلق و غم کہاں تلک

نلہ سینہ کوبیوں سے ساتھہ تھک گئے
پیٹیں گے اپني جان کو یوں ہم کہاں تلک

اے مرگ اس عذاب سے آکر چھڑا مجھے
مومن ہوں قید خانہ ہے دار الفنا مجھے

تشبیہ آئینہ سے جو ہوتا تھا آب آب — ملجائے خاک میں وہ بدن وا مصیبتا
دیتے تھے حور وش بھي جس آرام دلپہ جان — اسکا غمِ ہلاک شدن و مصیبتا
جھومر دھریسے ٹوٹتے تھے جسکے ہاتھہ پانوں — وہ زیربارِ تابِ شکن وا مصیبتا
پھولونکو جسکي بونے ملایاتھا خاک میں — ہے اسکي خاک وقفِ سمن وا مصیبتا
وہ خانہ باغ - عیش محل جسکا نام تھا — کہتے ہیں اسکو بیتِ حزن و مصیبتا

کیا اعتبار دہر کا عبرت کي جا ہے یہ
عشرت سرا کبھي کبھي ماتم سرا ہے یہ

کیا میرا سدِّراہ ہے سنگ مزار حیف — چھاتي کا پتھر اونکي ہوا انتظار حیف
یارب زمیں پھٹے کہ سما جاؤں ورنہ کیا — لیلے تو منہہ دکھا[illegible] وہ مہ عدار حیف
ہوں غرقِ آب شرم کہ ڈوبا نہیں ہنوز — بے آبروئے مژۂ اشکبار حیف
اے مرگ چشم لطف کہ حسرت سے مرتے دم — دیکھا کئے وہ میري طرف بار بار حیف
کہتے تھے اونکو جان قیامت میں خاک سے — کس منہہ سے سر اونٹھائیں گے ہم شرمسار حیف
دم کي لگي نہ آتشِ یاقوت کو ہوا — کیا خاک ہوگیا گہرِ آبدار حیف
جو گلرخوں کي قبر پہ جاتا نہ تھا کبھي — چڑھتے ہیں اوسکي گور پہ اب گل ہزار حیف
ہردم زمین کو زلزلہ میري طپش سے ہے — وہ شوخ خاک میں بھي رہا بیقرار حیف
اللہ مرگ کي بھي دو ر آئي نہ آرزو — مایوس ہوگیا دلِ امیدوار حیف
زندہ رہوں میں اور وہ مرجائے ہمنفس — کیا اعتبارِ ہستي بے اعتبار حیف

یہ نیمجاں بھي کاش اجل کي پسند ہو
شیون کا غلغلہ میرے گھر سے بلند ہو

وہ مہر جلوہ زیرِ زمیں اے فلک دریغ — گردوں نشیں ہو خاک نشیں اے فلک دریغ
ایسے مہِ دو ہفتہ کو رنجِ خسوف ہو — دوراں کا اعتبار نہیں اے فلک دریغ
ہرگز سوائے روز قیامت نہو صعود — اترنا ہبوط زہرہ جبیں اے فلک دریغ
یوسف لقا و گرگ اجل اے زمانہ آہ — عیسیِ نفس ہو مرگ گزیں اے فلک دریغ
ظالم ترے کدورت بیجا کو کیا کہوں — نایاب ہو وہ در ثمیں اے فلک دریغ
کیوں لیگیا بہشت میں اوس رشکِ حور کو — پیدا کہاں ہیں ایسے حسیں اے فلک دریغ
سوچا نہ کچھہ اعادۂ معدوم ہے محال — نسیاں جو دمبدم ہے ہمیں اے فلک دریغ
سوزِ غضب سے ہے کرۂ نار سینہ میں — اک مشتِ خاک اور یہ کیں اے فلک دریغ
اسکو کہ جسکا نقشِ قدم رشکِ مہر ہو — کرتے ہیں خاک مال کہیں اے فلک دریغ
یہ نالہائے شعلہ فشاں و زبانہ زن — پھونکیں گے تا بعرش بریں اے فلک دریغ

ویراں ہے خانہ جلوۂ حیرت طراز کا — آئینہ دیکھتا ہے منہ آئینہ ساز کا

ہاتھوں سے اپنے مہرۂ تریاک کھودیا — بگڑا ہے کھیل کیا فلکِ حقہ باز کا

پہلے ہي اذنِ عام کہا نعش یار پر — غیرت سے انتظار ندیکھا نماز کا

سر پیٹتی ہیں حلقۂ ماتم میں قمریاں — نخلِ عزا ہے آہ یہ کس سروِ ناز کا

کب پہونچے باغِ خلد میں ہمسے گناہگار — ہے تنگ قافیہ ہوسِ ہرزہ تاز کا

زندہ ہي دفن کردو مجھے دوستو کہ اب — محتاج کون ہو اجلِ بے نیاز کا

ہے نفرت کہہ اب اسے کس سے وصال نے — اے محرم آہ فائدہ افشائے راز کا

گستاخ نالے فتنۂ محشر جگائیں گے — خوابِ عدم میں چین ہے گر خواب ناز کا

گر آتشِ خلیل جلاوت تو کیا عجب — شعلہ حرارتِ سوزِ سمندر گداز کا

نادان دل کو مرگ کا ابتک یقیں نہیں — اللہ کیا گمان تھا عمرِ دراز کا

خود کام ہے عجب مجھے مرجانیکا ترے
کام آئے تیرے کیوں نہ لبِ جانفزا ترے

کھودي خزاں نے رونقِ گلزار ہائے ہائے — پژمردہ ہوگئے گلِ رخسار ہائے ہائے

پھرتي نہ تھي جو پردہ نشیں گھر میں بیحجاب — نعش اوسکي جائے ہے سرِ بازار ہائے ہائے

سروِ فتادہ قامتِ محشر خرام ہے — کیا ہوگئي وہ شوخیئے رفتار ہائے ہائے

ہمخواب مہ جبین کي مري آنکھ مند گئي — کیا سوگئے ہیں طالعِ بیدار ہائے ہائے

وہ شمعِ مہرِ پرتوِ مہ جلوہ بجھہ گئي — دنرات ہے فروغِ شبِ تار ہائے ہائے

ہے کچھہ خبر بھي گھر مرا ویران ہوگیا — سر پھوڑو اپنا اے در و دیوار ہائے ہائے

اب پوچھے مجھسے عاشقِ بیکس کي بات کون — اس میں نہیں ہے طاقتِ گفتار ہائے ہائے

روتا ہوں جان کو ملک الموت کي ذرا — کہہ میرے ساتھہ تو بھي تو غمخوار ہائے ہائے

اے چرخِ یارکش تجھے پاسِ وفا نہیں — میں اور رنجِ محنت و آزار ہائے ہائے

اس مہوش کي مرگ نے خفاش کردیا — ہے اضطرابِ مانعِ دیدار ہائے ہائے

نظارہ ہے محرکِ ماتم ہزار حیف
ابرو ہوا ہلالِ محرم ہزار حیف

مدفن بنے زمینِ چمن وا مصیبتا — معدوم ہو وہ غنچہ دہن وا مصیبتا

جس نازنیں صنم پہ گراں تھا حریرِ چین — اوس کا غلافِ کعبہ کفن وا مصیبتا

دے منکر و نکیر کو ناچار وہ جواب — جو حور سے کرے نہ سخن وا مصیبتا

جسکو شکستنِ دلِ عاشق عذاب ہو — وہ اور جانکني کے محن وا مصیبتا

جو عرض مہر تازۂ مہ سے ہو سرنگوں — اسیرِ جفائے چرخِ کہن وا مصیبتا

بیدادِ یکہ تازیِ ترکِ فلک نپوچھہ   کوئي نہیں جہاں میں جو نہ پامالِ غم نہیں
اهل زمانہ دیدۂ بادام کي طرح   وہ آنکھہ پہوڑ ڈالتے ہیں جسمیں نم نہیں
از بسکہ ہے جہان سے اونہہ جانیکا خطر   ہے حسرت مسیح کے بھی دم میں دم نہیں

افسوس یوں وہ جانِ جہاں جاتے ہات سے
دیتا تہا غسل خضر کو آبِ حیات سے

اس حوروش سے ہاے کیا ہے جدا ہمیں   اس زندگي کے شاتبہ سے مرنا پڑا ہمیں
دلجو نہ جان کہا تو بہلا خاک کہائیے   غم بھي دیا فلک نے تو کیا بیمزا ہمیں
شیریں نہیں وہ خون کہ پیتے ہیں جاۓ آب   شکوہ ہے اپنے طالعِ شوریدہ کا ہمیں
چھلني تو پانؤں ہوگئے اس جستجو میں ہاے   بیجا ہے خاک چھانني وہ کب ملا ہمیں
اوس تک پہونچنے کي کوئي تدبیر ھي نہیں   اے کاش خضر آن کے ہو رہنما ہمیں
اوس گہر کو دیکے گلشنِ شداد سے مثال   گرتے ہیں در پہ تا کہ اوٹہالے خدا ہمیں
جنبش نہیں کہ زخم کوئي کارگر لگے   تیغِ مژہ کا لاسہ تصور نصیب ہمیں
بجلي نہ ایک بار گري ہمپہ یا نصیب   دن رات ہو خیالِ تبسم رہا ہمیں
دامن پکڑ کے روئیں نہ کیوں ایک ایک کا   جب چھوڑ جاے دیکھیں و دنیا وفا ہمیں
یہ جوشِ رشک خاک میں ملجاے اے خدا   ہے اس سے ایسي مہر و وفا پر بلا ہمیں

کیا کیا کدورتیں ہیں دلِ ناصبور میں
کیوں نیند آگئي اسے آغوشِ گور میں

میں مر رہا ہوں اوسکي بلا کو خبر نہیں   ناصح کي بات اکون سنے نوحہ گر نہیں
مجہپر بھي عذاب ہے شب اولین گور   اے موت آ کہ تابِ قلق تا سحر نہیں
ایسا کہ اس سے عرض کرے جاکے یہ پیام   ملتا جہان میں کوئي پیغامبر نہیں
یاں جوشِ غم میں موت سے بدتر ہے زندگي   آپ آکے دیکھہ جائیے باور اگر نہیں
میرا لہو پیئے جو گلا کاٹنے نہ دے   همدم خیالِ تیغِ مژہ میں اثر نہیں
اے همنشیں تڑپنے ندے خاک پر ذرا   ایسا تو آسمان بھي بیداد گر نہیں
پتھر پہ سر پٹکنے دے اے مہربان کہ آج   بازوۓ نرم نرم وہ بالینِ سر نہیں
چھوڑ آستیں کہ جامۂ هستي قبا کروں   غمخوار دھیان آیا کہ میں جامہ در نہیں
بیچارہ بیقرار ہے درماں کي فکر میں   آگاہ میرے درد سے مشفق مگر نہیں
بیفائدہ نہیں ہیں مري خاک بیزیاں   اسکے حصول کي تجھے همدم خبر نہیں

اس سیم تن کو ہاۓ ملایا ہے خاک میں
گردوں نے گنج حسن چھپایا ہے خاک میں

پیتی ہے اپنا خونِ دل افسوس سے حنا — اس دستِ رشکِ پنجۂ مرجاں کو کیا ہوا

شبنم کو پھر ہے جانبِ خورشید التفات — شرمندہ ساز مہرِ درخشاں کو کیا ہوا

دامیں شکن ہے زلفِ مسلسل کدھر گئی — برہم ہے حال کاکلِ پیچاں کو کیا ہوا

لذت فزا نہیں الم اس لب پہ کیا بنی — کچھہ زخم بیمزا ہیں نمکداں کو کیا ہوا

بوےٴ قباےٴ یوسفِ گل ہے نسیم میں — اسکی شمیم عطر گریباں کو کیا ہوا

گردش پہ اپنے ناز ہے پھر روزگار کو — اس چشم رشکِ فتنۂ دوراں کو کیا ہوا

دعوی ہے شوخیونکا غزالانِ دشت کو — اس خوش نظرکی جنبشِ مژگاں کو کیا ہوا

کتاں ہے سینہ چاک رخِ ماہ دیکھکر — اس روےٴ غیرتِ مہِ تاباں کو کیا ہوا

عیب و حجابِ شمع رخانِ جہاں گیا
وہ مہرِ آسمانِ نکوئی کہاں گیا

یہ گلستاں سواےٴ تماشا نہیں رہا — وہ نوبہارِ گلشنِ دنیا نہیں رہا

افسوس کوئی پردہ نشیں پردہدر نہیں — وہ حسن جس سے عشق ہو رسوا نہیں رہا

حیف اپنی تلخکامیِ و شوریدہ طالعی — جس سے کہ زندگی کا مزا تہا نہیں رہا

اے چرخ چاہنے سے رہے روزگار کو — کیا چاہیں روزگار تمنا نہیں رہا

اپنی خرابیوں کو کہاں جاکے روئیے — وہ شمع روےٴ انجمن آرا نہیں رہا

دل میں جکچھہ نہونے کا کس سے گلہ کروں — وہ قدرداںِ شکوۂ بیجا نہیں رہا

کسکو گلے لگائیے اے شوقِ ہمکنار — وہ خوش گلوےٴ سینہ مصفا نہیں رہا

کس سے نباہیئے کہ سواے وفات کے — دنیا میں ہاےٴ نام وفا کا نہیں رہا

اب کسکو دیکھیئے کہ کسی کو نہ دیکھیئے — وہ پردہ سوزِ چشمِ تماشا نہیں رہا

اس نورِ چشمِ حسن کو کیونکر نہ روئیے — آنکھونمیں رہوے اب کوئی ایسا نہیں رہا

ہردم جبینِ آئینہ آلودہ نم سے تھی
یہ آب و تابِ حسن اسی مہ کے دم سے تھی

کیا ماجرا لکھوں میں کہ تابِ رقم نہیں — ہیں نالہہاےٴ صورِ صریرِ قلم نہیں

اوٹھی ہے نعش خوش قدِ محشرخرام کی — یہ حادثہ نزولِ قیامت سے کم نہیں

ایسا گیا کہ یاں تلک آنا محال ہے — کہتے تھے ہم کہ اسکی طبیعت میں رم نہیں

جاکر رہینگے عرش پہ اربابِ تعزیہ — اس جوف میں سماےٴ یہ ایسا الم نہیں

وحشت مری نگاہ سے ہو کیوں نہ جلوہ گر — آتا نظر وہ سلسلۂ خم بخم نہیں

پہونچا دیا ہے بیخودیوں نے قریبِ مرگ — اے چارہ گر اب آپ میں آئے تو ہم نہیں

یہ زندگانی اہلِ ہوس کو نصیب ہو — میں ناتواں سزاےٴ جفاؤ ستم نہیں

حال دکھلاتاھوں شاید شرم سے — غیر اوسکو منہہ دکھانا چھوڑدے
گوشِ نازک پر کسیکے رحم کر — جوش افغاں غل مچانا چھوڑدے
داغ سے میرے جہنم کو مثال — تو بھي واعظ دل جلانا چھوڑدے
پردہ کي کچھہ حد بھي اے پردہ نشیں — کہل کے مل بس منہہ چھپانا چھوڑدے
ھوں وہ مجنوں گر میں زندانمیں رھوں — فصلِ گل گلشن میں آنا چھوڑدے
لب پہ حرفِ آرزو کا خون ھوا — رنگ پان کا منہہ لگانا چھوڑدے
ھم نہیں اوٹھنے کے تیری بزم سے — بس [illegible] چھوڑدے
اوس دھن کو غنچۂ دل کیا کہوں — ڈر لگے ھے مسکرانا چھوڑدے
آہ میري کب دعاۓ نوح تھي — چشم تر طوفاں اوٹھانا چھوڑدے
ناتواني سے نزاکت ھے زیاد — مجھسے تو دامن چھوڑانا چھوڑدے

کر ھے [illegible] روزہ وصل [illegible]
تو غم فرقت بھي [illegible] چھوڑدے

ترکیب بند به مضمونِ مرثیۂ معشوقۂ حور طلعت ملک شیم حصلني وصالها في جنت النعیم

خمیازہ عیش کا مرا دل کھینچتا ھے آج — آغوش رشکِ حلقۂ اھلِ عزا ھے آج
برباد شور رعد ھوا آپ اشک پر — کیسا وفورِ شیون و جوش و بکا ھے آج
جیتے رھے تو لال طمانچوں سے منہہ کیا — تغیر رنگ شرم و خجالت فزا ھے آج
پاني کے بدلے منہہ میں بھر آئے ھے اب لہو — لب کاٹنے میں ھائے کہاں وہ مزا ھے آج
مجکو نہ اپنے ساتھہ عدم میں لیئے گیا — ھر دم شکایتِ نفسِ نارسا ھے آج
آواز ھائے ھائے کي آتي ھے متصل — گردوں ظلم گنبدِ ماتم سرا ھے آج
اتنے کہاں حواس کہ تدبیرِ مرگ ھو — اپني خبر نہیں مجھے کیا جانے کیا ھے آج
اے دل خبر لے نغمۂ شادي کو کیا ھوا — لب پر ھمارے نالۂ وا حسرتا ھے آج
پیٹے مجھے جو روئے وہ کہتے تھے بارھا — کیا روئیے اوسیکا ھمیں پیٹنا ھے آج
اوتریں گلے سے گھونٹ نہ آبحیات کے — دل آہ زندگاني سے کتنا خفا ھے آج

مرنا یہ کس کا جان سے بیزار کر گیا
ماتم میں مر رھا ھوں میں یہ کون مرگیا

دل کي طرح سے یہ بھي چلي جاں کو کیا ھوا — دم میں نہیں ھے دم مرے جاناں کو کیا ھوا
سر پیٹتا ھے شانہ پڑا دونوں ھاتھہ سے — کیا جانے اوسکي زلفِ پریشاں کو کیا ھوا

کہیں سے ڈھونڈھ کر لاتا بتِ کافر کو اے مومن
طبیعت سیرِ جنت میں نہیں اوسکے سوا لگتی

نہ انتظار میں یاں آنکھہ ایک آن لگی
نہ ہائے ہائے میں تالو سے شب زبان لگی

جلا جگر تپِ غم سے پھڑکنے جان لگی
الٰہی خیر کہ اب آگ پاس آن لگی

گلی میں اوسکی نہ پھر آتے ہم تو کیا کرتے
طبیعت اپنی نہ جنت کے درمیان لگی

جفائے غیر کا شکوہ تھا تیرا تھا کیا ذکر
عبث یہ بات بُری تجکو بدگمان لگی

ہنسو نہ تم تو مرے حال پر میں ہوں وہ ذلیل
کہ جسکی ذلت و خواری سے تمکو شان لگی

کہاں وہ آہ و فغاں دم بھی لے نہیں سکتے
ہمیں پہ تیری دعائے بد آسمان لگی

میں اور اوسکو بلاؤنگا روزِ وصل میں اور
اجل بھی کرنے محبت کا امتحان لگی

سدا تمہاری طرف جی لگاہی رہتا ہے
تمہارے واسطے ہے دل کو مہربان لگی

وہ کینہ ورز تھا مومن تو دل لگایا کیوں
کہو تو کیا تھی کہ ایسی بھلی وہ آن لگی

ہے دلمیں غبار اوسکے گھر اپنا نہ کرینگے
ہم خاک میں ملنے کی تمنا نہ کرینگے

کیونکر یہ کہیں منتِ اعدا نہ کرینگے
کیا کیا نہ کیا عشق میں کیا کیا نہ کرینگے

ہنس ہنسکے وہ مجھسے ہی مرے قتل کی باتیں
اسطرح سے کرتے ہیں کہ گویا نہ کرینگے

کیا نامہ میں لکھوں دل وابستۂ احوال
معلوم ہے پہلے ہی کہ وہ وا نہ کرینگے

غیروں سے شکر لب سخنِ تلخ بھی تیرا
ہر چند ہلاہل ہو گوارا نہ کرینگے

بیمارِ اجل چارہ کو گر حضرت عیسی
اچھا بھی کرینگے تو کچھہ اچھا نہ کرینگے

جھنجھلاتے ہو کیا دیجیئے اک بوسہ دہن کا
ہو جائینگے لب بند تو غوغا نہ کرینگے

دیوار کے گر پڑتے ہی اوٹھنے لگے طوفان
اب بیٹھہ کے کونہ میں بھی رویا نہ کرینگے

گر سامنے اوسکے بھی گرے اشک تو دلسے
کیوں روزِ جزا خونکا دعوی نہ کرینگے

کس وقت کیا مردمکِ چشم کا شکوہ
اے پردہ نشیں ہم تجھے رسوا نہ کرینگے

ناصح کفِ افسوس نہ مل چل تجھے کیا کام
پامال کرینگے وہ مجھے یا نہ کرینگے

اس کُو میں ٹھہر نے ندیا جوشِ قلق نے
اغیار سے ہم شکوۂ بیجا نہ کرینگے

گر ذکرِ وفا سے بھی غصہ ہے تو اب سے
گر قتل کا وعدہ ہو تقاضا نہ کرینگے

مومن وہ غزل کہتے ہیں اب جس سے یہ مضمون
کھلجائے کہ ترکِ درِ بتخانہ کریں گے

جذبِ دل زور آزمانا چھوڑدے
پائے نازک کا ستانا چھوڑدے

جان سے جاتی ہیں کیا کیا حسرتیں
کاش وہ دل میں بھی آنا چھوڑدے

منتِ حضرتِ عیسیٰ نہ اوٹھائیں کے کبھي
زندگي کے لئے شرمندۂ احساں ہونگے

تیرے دل تفتہ کي تربت پہ عدو جھوتا ہے
گل نہونگے شررِ آتش سوزاں ہونگے

داغِ دل نکلیں کے تربت سے مري جوں لالہ
یہ وہ اخگر نہیں جو خاک میں پنہاں ہونگے

چاک پردے سے یہ غمزے ہیں تو اے پردہ نشیں
ایک میں کیا کہ سبھي چاک گریباں ہونگے

پھر بہار آئي وہي دشت نوردي ہوگي
پھر وہي پانوں وہي خارِ مغیلاں ہونگے

سنگ اور ہاتھہ وہي وہ ہي سر و داغِ جنوں
وہ ہي ہم ہونگے وہي دشت و بیاباں ہونگے

عمر ساري تو کٹي عشقِ بتاں میں مومن
آخري وقت میں کیا خاک مسلماں ہونگے

سینہ کوبي سے زمیں ساري ہلا کے اوٹھے
کیا علم دھوم سے تیرے شہدا کے اوٹھے

آج اوس بزم میں طوفان اوٹھا کے اوٹھے
یاں تلک روئے کہ اوسکو بھي رولا کے اوٹھے

دل سے کیونکر نہ دھواں ساتھہ ہوا کے اوٹھے
شعلہ خاستہ تپِ غم سینہ جلا کے اوٹھے

گو کہ ہم صفحۂ ہستي پہ تھے اک حرفِ غلط
لیک اوٹھے بھي تو اک نقش بٹھا کے اوٹھے

ہو عذابِ شبِ یلدا سے رہائي یارب
زلف منھہ سے کہیں اوس مہرلقا کے اوٹھے

اف رے گرمئ محبت کہ ترے سوختہ جاں
جس جگہ بیٹھہ گئے آگ لگا کے اوٹھے

میں دکھاتا تمھیں تاثیر مگر ہاتھہ مرے
ضعف کے ہاتھہ سے کب وقت دعا کے اوٹھے

سوزشِ دل سے ہوا کیا ہي میں پاني پاني
وہ جو پہلو سے پسینے میں نہا کے اوٹھے

جي ہي مانندِ نشانِ کفِ پا بیٹھہ گیا
پانوں کیا کوچے سے اوس ہوش ربا کے اوٹھے

شعر مومن کے پڑھے بیٹھہ کے اوسکے آگے
خوب احوالِ دلِ زار سنا کے اوٹھے

تمھیں تقصیر اوس بت کي کہ ہے میري خطا لگتي
مسلمانو ذرا انصاف سے کہیو خدا لگتي

ترپنے لوٹنے رونیکا باعث تجھہ سے ہي کُھلتا
ترے دل کو بھي میري سي اگر اے بیوفا لگتي

ستم اے شور بختي میري ہڈي کیوں ہما کھاتا
سگِ لیلیٰ ادا کو گر نہ ظالم بد مزا لگتي

جو مرجاتا تو یہ دکھہ کاھیکو سہتا اگر آئیں
نہ کہتا میں تو شاید دشمنونکي بد دعا لگتي

وہ پھر ہے گرمِ نظارہ کہانتک زخم دل ٹانکو
کہ ہے ہر ہر نگہ کے ساتھہ اک برچھي سي آ لگتي

نسیمِ مصر کا دم پیرِ کنعاں کاھیکو بھرتا
اگر کوچہ کي تیري خاک آلودہ ہوا لگتي

جو گریہ تر نہ کر دیتا تو جیسے نالہ کھینچا تھا
چمن میں کوہ میں صحرا میں آتش جابجا لگتي

کیئے تھے کاٹ کاٹ آلودہ خوں سے ہاتھہ یاں اپنے
وہاں دستِ عدو سے پانونمیں تھي شب حنا لگتي

بلائے جاں ہوا دھیان اوس سیہ کاکل کي چوٹي کا
نہ لگتا دل تو دل کے پیچھے کاھیکو بلا لگتي

بندے ہیں ہم صیاد کے کہتا ہے کس کس لطف سے
کب ہوسکے راہِ چمن اے بستگانِ دام لو

ایسی ادا سے بوسہ دو لب کا کہ شادی مرگ ہوں
جور و ستم کا میری جاں لطف و کرم سے کام لو

بختِ سیاہ اے منعمو آخر ملائے خاک میں
یکچند ملکِ ہند لو یا سر زمینِ شام لو

دن رات فکرِ جور میں یوں رنج اٹھانا کب تلک
میں بھی ذرا آرام لوں تم بھی ذرا آرام لو

پھر سوئے مقتل آئے وہ ہاتھ آئے تو پھرِ نذر
اے کشتگانِ شوق - جاں زندوں سے سوے وام لو

مومن تم اور عشقِ بتاں اے پیر مرشد خیر ہے
یہ ذکر اور منہہ آپ کا - صاحب خدا کا نام لو

ہے نگاہِ لطف دشمن پر تو بندہ جائے ہے
یہ ستم اے بیمروت کس سے دیکھا جائے ہے

سامنے سے جب وہ شوخِ دلربا آجائے ہے
تھامتا ہوں پر یہ دل ہاتھوںسے نکلا جائے ہے

حالِ دل کیونکر کہوںمیں کس سے بولا جائے ہے
اوٹھے وہ بالیں سے کیا کچھہ جی ہی بیٹھاجائے ہے

جاں نکھا وصل عدو سچ ہی سہی پر کیا کروں
جب گلہ کرتاہوں ہمدم وہ قسم کھا جائے ہے

رشکِ دشمن نے بنادی جان پر اے بیوفا
کب تلک کوئی نہ بگڑے حال بگڑا جائے ہے

حسنِ روز افزوں پہ غرا کس لیئے اے ماہرو
یوں ہی گھٹتا جائیگا جتنا کہ بڑھتا جائے ہے

غیر کے ہمراہ وہ آتا ہے مین حیران ہوں
کسکے استقبال کو جی تن سے میرا جائے ہے

تاب وطاقت صبر و راحت جان و ایماں عقل و ہوش
ہائے کیا کہیئے کہ دلکے ساتھہ کیا کیا جائے ہے

رو رہاہوں خندۂ دنداں نما کی یاد میں
آب گوہر کے لئے آنکھوں سے دریا جائے ہے

خاک میں ملجائے یارب بیکسی کی آبرو
غیر میری نعش کے ہمراہ روتا جائے ہے

ابتو مرجانا بھی مشکل ہے ترے بیمار کو
ضعف کے باعث کہاں دنیا سے اوٹھا جائے ہے

پند گو اب تو ہی فرما کسکو سودا ہے یہ کون
اور کی سنتا نہیں اپنی ہی بکتا جائے ہے

دیکھئے انجام کیا ہو مومنِ صورت پرست
شیخِ صنعاں کی طرح سوئے کلیسا جائے ہے

ناوک انداز جدھر دیدۂ جاناں ہونگے
نیم بسمل کئی ہونگے کئی بے جاں ہونگے

تابِ نظارہ نہیں آئینہ کیا دیکھنے دوں
اور بن جائینگے تصویر جو حیراں ہونگے

تو کہاں جائیگی کچھہ اپنا ٹھکانا کرلے
ہم تو کل خوابِ عدم میں شبِ ہجراں ہونگے

ناصحا دل میں تو اتنا تو سمجھہ اپنے کو ہم
لاکھہ ناداں ہوئے کیا تجھسے بھی ناداں ہونگے

کرکے زخمی مجھے نادم ہوں یہ ممکن ہی نہیں
گر وہ ہونگے بھی تو بے وقت پشیماں ہونگے

ایک ہم ہیں کہ ہوئے ایسے پشیمان کہ بس
ایک وہ ہیں کہ جنہیں چاہ کے ارماں ہونگے

ہم نکالیں گے سن اے موجِ ہوا بل تیرا
اوسکی زلفوں کے اگر بال پریشاں ہونگے

صبر یارب میری وحشت کا پڑیگا کہ نہیں
چارہ فرما بھی کبھی قیدیٔ زنداں ہونگے

غیر کے واسطے نہو بیتاب   طعنہ دیتا ہے اضطراب ہمیں
اب کوئي کیا کرے علاج افسوس   موت نے بھي دیا جواب ہمیں

اے تپِ ہجر دیکھہ مومن ہیں
ہے حرام آگ کا عذاب ہمیں

وہ جو ہم میں تم میں قرار تہا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہي - یعني وعدہ نباہ کا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہ جو لطف مجھپہ تھے پیشتر وہ کرم کہ تہا مرے حال پر
مجھے سب ہے یاد ذرا ذرا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہ نئے گِلے وہ شکایتیں وہ مزے مزے کي حکایتیں
وہ ہر ایک بات پہ روٹھنا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
کبھي بیٹھے سب میں جو روبرو تو اشارتوں سے ہے گفتگو
وہ بیان شوق کا بر ملا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
ہوئے اتفاق سے گر بہم تو وفا جتانیکو دمبدم
گلۂ ملامتِ اقربا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
کوئي بات ایسي اگر ہوئي کہ تمہاري جي کو بُري لگي
تو بیاں سے پہلے ہي بھولنا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
کبھي ہم میں تم میں بھي چاہ تھي کبھي ہمسے تمسے بھي راہ تھي
کبھي ہم بھي تم بھي تھے آشنا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
سنو ذکر ہے کئي سال کا کہ کیا اک آپنے وعدہ تہا
سو نباہنے کا ذکر کیا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
کہا مینے بات وہ کوٹھے کي مرے دل سے صاف اوتر گئي
تو کہا کہ جانے مري بلا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہ بگڑنا وصل کي رات کا وہ نہ ماننا کسي باتکا
وہ نہیں نہیں کي ہر آن ادا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو
جسے آپ گِنتے تھے آشنا جسے آپ کہتے تھے با وفا
میں وہي ہوں مومنِ مبتلا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

اے ناصحو آهي گیا وہ فتنۂ ایام لو   ہمکو تو کہتے تھے بھلا اب تم تو دل کو تھام لو
مجنون محوِ یار ہوں سودیکا میرے کیا علاج   گر چارہ سازو ہوسکے تو فصد لیلے فام لو
کیا قہر ہے کب تک کوئي رہجائے آنسو پیکے یوں   ہنس ہنس کے میرے آگے تم دستِ عدو سے جام لو

نالہ اکدم میں اوڑا ڈالے دھوین | چرخ کیا اور چرخ کی بنیاد کیا
کیا کروں اللہ - سب ہیں بے اثر | ولولہ کیا- نالہ کیا - فریاد کیا
روزِ محشر کی توقع ہے عبث | ایسی باتوں سے ہو خاطر شاد کیا
گر بہاۓ خونِ عاشق ہے وصال | انتقامِ زحمتِ جلاد کیا

بتکدہ جنت ہے چلئے بے ہراس
لب پہ مومن ہرچہ بادا باد کیا

اب اور سے لو لگائیں گے ہم | جوں شمع تجھے جلائیں گے ہم
برباد نجائیگی کدورت | کیا کیا تری خاک اوڑائینگے ہم
سردوش عدو پہ رکھکے بیٹھے | جانا نہ کہ سر اوٹھائیں گے ہم
بگڑے تو کریں گے اور سے صلح | تجھہ پر بھی بُری بنائیں گے ہم
دل دیکے اک اور لالہ رو کو | ہر داغ پہ داغ کھائیں گے ہم
لب کا ترے دعوۓ مسیحی | مَر اور پہ آزمائیں گے ہم
گر خواب میں بھی اودھر کو دیکھا | آنکھیں مژہ کو دکھائیں گے ہم
گر تیری طرف کو بیقراری | کھینچے گی تو لوٹ جائیں گے ہم
گر دیکھہ کے ہنس دیا ہمیں تو | منھہ پھیر کے مسکرائیں گے ہم
کیا ذکر ہے ہونٹ چاٹنے کا | کچھہ اور مزہ چکھائیں گے ہم
پھر تیری ہوا کا دم بھرا تو | جی ہی کو ہوا بتائیں گے ہم
گر خواب میں آن کر جگایا | سوتے مردے جگائیں گے ہم
آتا ہے گلے سے دھیان تیرا | خاطر میں ستم نہ لائیں گے ہم

بتخانۂ چین ہو گر ترا گھر
مومن ہیں تو پھر نہ آئیں گے ہم

عشق نے یہ کیا خراب ہمیں | کہ ہے اپنے سے اجتناب ہمیں
بسکہ پردہ نشین پہ مرتے ہیں | موت سے آئے ہے حجاب ہمیں
کیسی حیرت سے اے سبکروحی | دیکھے ہے دیدۂ حباب ہمیں
شبِ فرقت میں خاک جھپکے آنکھہ | یاد ہے چشمِ نیم خواب ہمیں
وہ جفاکش ہیں اے فلک کہ کیا | اوس ستمگر نے انتخاب ہمیں
دم رکے ہے بہشت میں تو کوئی | اوس کے گھر لیچلو شتاب ہمیں
غیر سے ہی وہ گرم صحبت ہے | کیوں نہ غیرت کرے کباب ہمیں
اس کی زلفوں کی بو نسیم میں تھی | ہے بلا آج پیچ و تاب ہمیں

مـــومـــن

نام مومن خاں تخلص مومن - سنہ ۱۲۱۵ ھجري مطابق سنہ ۱۸۰۰ع میں دھلي میں پیدا ھوئے ان کے والد حکیم غلام نبي خاں شہر کے شرفا میں سے تھے - ان کے مورث اعلی حکیم نامدار خاں جو نجباے کشمیر میں سے تھے سلطنت مغلیہ کے آخري دور میں دھلي آکر بادشاھي طبیبوں میں داخل ھوئے - اور کئی مواضع اُنھیں جاگیر میں ملے - جب سرکار انگریزي نے جھجھر کي ریاست نواب فیض طلب خاں کو عطا فرمائي - نواب مذکور نے جاگیر ضبط کر کے ھزار روپیہ سالانہ پنشن ورثۂ حکیم نامدار خاں کے نام مقرر کردي - اِس کے علاوہ اِن کے خاندان کے چار طبیبوں کے نام پر سو روپیہ ماھوار پنشن سرکار انگریزي سے بھي ملتي تھي - حکیم مومن خاں نے دھلي کے مشھور عالم مولانا شاہ عبد القادر صاحب سے عربي اور اپنے والد اور چچا سے طب کي کتابیں پڑھیں - پھر شاعري میں کمال حاصل کیا - اور اِس فن میں کسي کو اپنا اُستاد نہ بنایا - اِن فنوں کے علاوہ نجوم میں بھي پوري مہارت رکھتے تھے اور شطرنج کے بڑے شائق - انتہا درجے کے طباع و ذکي تھے - حافظہ بھي بلا کا پایا تھا - فن تاریخ گوئي سے طبعي مناسبت تھي - تعمیہ اور تخرجہ جو اِس فن میں معیوب سمجھا جاتا ھے اِن کي طبع رسانے اُسے محسنات میں داخل کردیا - مثلاً اپني بیٹي کي ولادت کي تاریخ کہي :—

نال کٹنے کے ساتھہ ھاتف نے کہي تاریخ - دختـــر مومن

" دختر مومن" کے اعداد میں سے نال کے اعداد کو خارج کر کے تاریخ نکلتي ھے - سید احمد صاحب شھید بریلوي کے مرید تھے - دل کے غني اور خوشامد سے سخت متنفر تھے - کبھي کسي کي تعریف میں قصیدہ نہیں لکھا -ھاں - ایک بار جب رئیس پٹیالہ نے اُنھیں ایک ھتني عنایت کي تو شکریے میں ایک قصیدۂ مدحیہ اُس کو لکھکر دیا - نہایت نازکخیال اور قادر الکلام شاعر تھے - سنہ ۱۲۶۸ ھجري مطابق سنہ ۱۸۵۲ع میں انتقال کیا - ان کے ایک شاگرد نے ان ہي وفات کي تاریخ " ماتم مومن خاں " کہي *

غزلیات

وعــدۂ وصلــت سے دل ھو شاد کیــا — تمسے دشمن کي مبــارکبــاد کیــا

کچھہ قفس میں اندنوں لگتا ھے جي — آشیــاں اپنــا ھــوا بــرباد کیــا

نالۂ پیھــم سے یاں فــرصت نھیــں — حضــرتِ ناصح کــریں ارشــاد کیــا

ھیں اسیــر اوسکے جو ھے اپنا اسیــر — ھم نہ سمجھے صیــد کیــا صیاد کیــا

توجہ نے تیری ہمارے مسیحا — توانا کیئے ناتواں کیسے کیسے
دل و دیدۂ اہلِ عالم میں گھر ہے — تمہارے لئے ہیں مکاں کیسے کیسے
غم و غصۂ و رنج و اندوہ و حرماں — ہمارے بھی ہیں مہرباں کیسے کیسے
تری کلکِ قدرت کی قربان آنکھیں — دکھائے ہیں خوشرو جواں کیسے کیسے

کرے جس قدر شکرِ نعمت وہ کم ہے
مزے لوٹتی ہے زباں کیسے کیسے

ہوائے دورِ مے خوشگوار راہ میں ہے — خزاں چمن سے ہے جاتی بہار راہ میں ہے
گدا نواز کوئی شہسوار راہ میں ہے — بلند آج نہایت غبار راہ میں ہے
شباب تک نہیں پہونچا ہے عالمِ طفلی — ہنوز حسن جوانیِ یار راہ میں ہے
عدم کے کوچ کی لازم ہے فکر ہستی میں — نہ کوئی شہر نہ کوئی دیار راہ میں ہے
طریقِ عشق میں ایدل عصائے آہ ہے شرط — کہیں چڑھاؤ کسی جا اوتار راہ میں ہے
طریقِ عشق کا سالک ہے واعظونکی نہ سن — ٹھگوں کے کہنے کا کیا اعتبار راہ میں ہے
جگہ ہے رحم کی یار ایک ٹھوکر اسکو بھی — شہیدِ ناز کا ترے مزار راہ میں ہے
سمندِ عمر کو اللہ رے شوقِ آسایش — عناں گسستۂ و بے اختیار راہ میں ہے
نہ بدرقہ ہے نہ کوئی رفیق ساتھہ اپنے — فقط عنایتِ پروردگار راہ میں ہے
نجائیں آپ ابھی دوپہر ہے گرمی کی — بہت سی گرد بہت سا غبار راہ میں ہے
تلاشِ یار میں کیا ڈھونڈھیے کسیکا ساتھہ — ہمارا سایہ ہمیں ناگوار راہ میں ہے
جنوں میں خاک اوڑاتا ہے ساتھہ ساتھہ اپنے — شریکِ حال ہمارا غبار راہ میں ہے
سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے — ہزارہا شجرِ سایہ دار راہ میں ہے
کوئی تو دوش سے بارِ سفر اوتاریگا — ہزار راہزن امیدوار راہ میں ہے
مقام تک بھی ہم اپنے پہونچ ہی جائینگے — خدا تو دوست ہے دشمن ہزار راہ میں ہے
بہت سی ٹھوکریں کہلوائیگا یہ حسن اونکا — بتونکا عشق نہیں کوہسار راہ میں ہے
پتا یہ کوچۂ قاتل کا سن رکھہ اے قاصد — بجائے سنگِ نشاں اک مزار راہ میں ہے
پیادہ پا ہوں رواں سوئے کوچۂ قاتل — اجل مری مرے سر پر سوار راہ میں ہے
چلا ہے تیر و کماں لیکے صیدگاہ وہ ترک — خوشا نصیب وہ جوجو شکار راہ میں ہے

تھکیں جو پانوں تو چل سر کے بل نہ ٹھہر آتش
گلِ مراد ہے منزل میں خار راہ میں ہے

بعدِ فنا بھی آئیگی مجھ مست کو نہ نیند　　[illegible] ہوئے

نکلیں جو اشک بے اثر آنکھوں سے کیا عجب　　پیدا ہوئے نہیں طفل [illegible] ہوئے

لکھے گئے بیاضوں میں اشعارِ انتخاب　　زائچے رہے وہی [illegible] جو [illegible] ہوئے

اولٹا صفوں کو تیغ نے ابروئے یار کی　　تیرِ مژہ سے درہم و برہم [illegible] ہوئے

آتش خدا نے چاہا تو دریائے عشق میں
کودے جو ابکی ہم تو ورے سے پرے ہوئے

بہار آئی مرادِ چمن خدا نے دی　　شگفتہ غنچے ہوئے بوئے گل صبا نے دی

دکھائے روئے مخطط نے یار کے اعجاز　　گلیم پوش کو پیغمبری خدا نے دی

گئی ہے دیر سے ابتک نہیں پھری شاید　　درِ قبول کے اوپر دھنی دعا نے دی

کفن کی فکر ہمارے لئے بھی واجب ہے　　نقاب کی جو تمہیں صورت حیا نے دی

دمِ اخیر تصور بندھا ترے رخ کا　　طرف کو کعبہ کی کروٹ مجھے قضا نے دی

لڑانے آئے تھے آنکھیں غزالِ چین و ختن　　شکست اونکو تری چشمِ سرمہ سا نے دی

جہاں سے حسرتِ منزل کا داغ لیکے گیا　　تمہاری راہ میں جاں اک شکستہ پا نے دی

مجال کیا کوئی سودازدہ جو دم مارے　　گلے میں پھانسی ہے اوس کاکلِ رسا نے دی

یہ چاہا دیکھئے دونو میں چھپا ہے کون　　ہمارے خون کی رغبت اونہیں حنا نے دی

رہِ عدم میں سب آوازے اپنے بھول گئے　　صدا نہ قافلۂ اشک میں درا نے دی

مریضِ عشق کو ہے مرگ زیست سے اولے　　گلے کو کاٹے صحت اگر دوا نے دی

ہوا نہ کوئی توجہ کا یار کے شاکی　　دعا نہ اوس شہ خوباں کو کس گدا نے دی

عزیز داغِ محبت کو رکھتے ہو آتش
نشانی اپنی ہے کس لالہ گوں قبا نے دی

دہن پر ہیں اونکے گماں کیسے کیسے　　کلام آتے ہیں درمیاں کیسے کیسے

زمین چمن گُل کھلاتی ہے کیا کیا　　بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

تمہارے شہیدوں میں داخل ہوئے ہیں　　گل و لالۂ و ارغواں کیسے کیسے

بہار آئی ہے نشۂ میں جھومتے ہیں　　مریدانِ پیرِ مغاں کیسے کیسے

عجب کیا چھٹا روح سے جامۂ تن　　لٹے راہ میں کارواں کیسے کیسے

تپِ ہجر کی کاهشوں نے کیئے ہیں　　جدا پوست سے استخواں کیسے کیسے

نہ مڑکر بھی بیدرد قاتل نے دیکھا　　تڑپتے رہے نیم جاں کیسے کیسے

نہ گورِ سکندر نہ ہے قبرِ دارا　　مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے

بہارِ گلستاں کی ہے آمد آمد　　خوشی پھرتے ہیں باغباں کیسے کیسے

پریشاں عاشقونکي خاک کے ذرے تو هیں دیکھیں — جگه کس کس کو دے دیوارِ قصرِ یار روزن میں
جنوں کے جوش میں یکجا نہیں دم بھر قرار آتا — کبھي گلشن سے صحرا میں کبھي صحرا سے گلشن میں
عذابِ گور کا واں سامنا یاں رنجِ دنیا کا — نه گھر میں چین زندونکو نه مردونکو هے مدفن میں
ملا کرتے هیں آنکھیں اپني دیوانے رکابوں سے — پري کي شوخیاں هیں اُس پري پیکر کے توسن میں
کُھلا زلفوں کے لہرانے سے اُس رخسار رنگیں پر — زرِ گل کي نگہباني کو دو کالے هیں گلشن میں
گوارا ناگوارا بھي هو بد کردیِ دوراں سے — اُبالے پر قناعت کرتے هیں سب قحطِ روغن میں

شریفِ کعبه کو کعبه مبارک هم تو اے آتش
بتوں کے گھورنے کو جاتے هیں دیرِ برهمن میں

تماشائے چمن سے سیرِ کوئے یار بہتر هے — گل و سنبل سے یاں خار و خسِ دیوار بہتر هے
جبیں سائي کو سنگِ آستانِ یار بہتر هے — کمر تکیه کو قصرِ دوست کي دیوار بہتر هے
یهي آواز آتي هے درِ مهر و محبت سے — علاقه اس سے ممکن هو تو یه سرکار بہتر هے
اطبا دیکھکر بیمار کو تیرے یه کہتے هیں — بهم پهونچے تو اسکو شربتِ دیدار بہتر هے
کہا کرتے هیں عاشق لوگ اکثر پیار سے یوسف — تمهارے حسن کو بھي گرمیِٔ بازار بہتر هے
صباحت سے هے رشکِ صبحِ نوروزي وه پیشاني — هلالِ عید سے وه ابروئے خمدار بہتر هے
سنا هے شاعروں سے بیشتر قندِ مکرر بھي — لبِ شیریں کے بوسه لینے میں تکرار بہتر هے
نگاهیں مردمِ دیده کو مردم یه سمجهاتي هیں — ملے لوٹے سے جنتي دولتِ دیدار بہتر هے
بہارِ بے خزاں ایسي نہیں کوئي چمن رکھتا — خدا جو فکرِ رنگیں دے تو یه گلزار بہتر هے
اسیرِ عشق کو هے فوق آزادانِ عالم پر — جہاں کے تندرستوں سے ترا بیمار بہتر هے
رهے جاتے هیں عاشق نیمجاں کیا قہر کرتے هو — قبائے تنگ پر تهوڑي سي کج دستار بہتر هے
چلیگا کبک کیا - طوطي کریگا کیا سخن سازي — تري گفتار بہتر هے تري رفتار بہتر هے
بہارِ باغ هے نظارهٔ محبوب دکھلاتا — وه قامت سرو سے تو گل سے وه رخسار بہتر هے
کہاں نظارهٔ روزن رها پرده نه جب باقي — تمهارے اور میرے درمیاں دیوار بہتر هے

سوالِ بوسه پر هنسکر وه بُت کہتا هے اے آتش
خیالِ بد اگر گذرے تو استغفار بہتر هے

زنده وهي هیں جوکه هیں تم پر مرے هوے — باقي جو هیں سو قبر میں مردے بھرے هوے
مستِ الست قلزمِ هستي میں آئے هیں — مثلِ حباب اپنا پیاله بھرے هوے
الله رے صفائے تنِ نازنینِ یار — موتي هیں کوٹ کوٹ کے گویا بھرے هوے
دو دن سے پانؤں جو نہیں دبوائے یار نے — بیٹھے هیں هاتهه هاتهه کے اوپر دهرے هوے
ان ابروؤں کے حلقه میں وه انکھڑیاں نہیں — در طاق پر هیں دو گلِ نرگس دهرے هوے

یہ کس رشکِ مسیحا کا مکاں ہے — زمیں یاں کی چہارم آسماں ہے

خدا پنہاں ہے عالم آشکارا — نہاں ہے کنج ویرانہ عیاں ہے

دلِ روشن ہے روشنگر کی منزل — یہ آئینہ سکندر کا مکاں ہے

تکلف سے بری ہے حسنِ ذاتی — قبائے گل میں گل بوٹا کہاں ہے

پسیجے گا کبھی تو دل کسیکا — ہمیشہ اپنی آنکھوں کا دھواں ہے

برنگِ بو ہوں گلشن میں میں بلبل — بغل غنچہ کی میرا آشیاں ہے

شگفتہ رہتی ہے خاطر ہمیشہ — قناعت بھی بہارِ بے خزاں ہے

چمن کی سیر پر ہوتا ہے جھگڑا — کمر میری ہے دستِ باغباں ہے

بہت آتا ہے یاد اے صبر مسکیں — خدا خوش رکھے تجھ کو جہاں ہے

الٰہی ایک دل کس کس کو دوں میں — ہزاروں بت ہیں یاں ہندوستاں ہے

یقیں ہوتا ہے خوشبوئی سے اسکی — کسی گلرو کا غنچہ عطرداں ہے

وطن میں اپنے اہلِ شوق کی طرح — سفر میں روز و شب ریگِ رواں ہے

سحر ہووے کہیں شبنم کرے کوچ — گل و بلبل کے دریا درمیاں ہے

سعادتمند قسمت پر ہیں شاکر — ہما کو مغزِ بادام استخواں ہے

دلِ بیتاب جو اس میں گرے ہیں — ذقن جاناں کا پارے کا کنواں ہے

جرس کے ساتھ دل رہتے ہیں نالاں — مرے یوسف کا عاشق کارواں ہے

نہ کہہ رندوں کو حرفِ سخت واعظ — درشت اہلِ جہنم کی زباں ہے

قدِ محبوب کو شاعر کہیں سرو
قیامت کا یہ اے آتش نشاں ہے

بہارِ لالہ و گل سے لگی ہے آگ گلشن میں — کہیں پہاڑ کر چل بیٹھیے صحرا کے دامن میں

چلے تو سیر کو ہیں آپ مسی ملکے گلشن میں — اشارے کیسے کیسے ہونگے [illegible] و سوسن میں

خزاں میں بلبلوں سے رکھیئے بحثِ نالہ گلشن میں — شرارت کیجیئے ماتم زدوں کی چلئے شیون میں

لگاتی آگ بجلی کی چمک ہے خانۂ تن میں — برستا منہ نہیں بے یار خاک اڑتی ہے ساون میں

یہ سودائے شہادت ہے ہمارے سر کو اے قاتل — تری تلوار کا دم بھرتی ہے جو رگ ہے گردن میں

سنا ہے عاشقوں سے برق وش بھی نام جو اپنا — تماشا دیکھتے ہیں وہ لگا کر آگ خرمن میں

زباں و چشم کا اس گل کی دھوکا کھاچکے عاشق — نہ بینائی ہے نرگس میں نہ گویائی ہے سوسن میں

نہیں روزن جو قصرِ یار میں پروا نہیں ہمکو — نگاہِ شوخ رخنہ کرتی ہے دیوارِ آہن میں

طریقِ عشق میں آتش قدم مجسا نگذریگا — گریباں میں بجھی ہے جب لگی ہے آگ دامن میں

پلاتا مے نہیں ہوں دوستی سے اس ستمگر کو — چھری دیتا ہوں اپنے ذبح کو میں دستِ دشمن میں

نهيں بھولا نے جنوں ميں وہ حواس اُڑ جانا — ياد هے برهمي صحبتِ احباب مجھے

نام کو ميرے بھي احباب ميں اپنے لکھيے — ذرہ سمجھا رهے وہ مهرِ جهاں تاب مجھے

دل غني چاهيئے گوهوں ميں فقير اے آتش
شير کي کمال هي هے قاقم و سنجاب مجھے

وهي چتون کي خونخواري جو آگے تھي سو اب بھي هے — تري آنکھونکي بيماري جو آگے تھي سو اب بھي هے

وهي نشو و نماے سبزہ هے گورِ غريباں پر — هواے چرخِ زنگاري جو آگے تھي سو اب بھي هے

تعلق هے وهي تا حال اُن زلفوں کے سودے سے — سلاسل کي گرفتاري جو آگے تھي سو اب بھي هے

وهي سر کا پٹکنا هے وهي رونا هے دن بھر کا — وهي راتونکي بيداري جو آگے تھي سو اب بھي هے

رواج عشق کے آئين وهي هيں کشورِ دل ميں — رہ و رسمِ وفا جاري جو آگے تھي سو اب بھي هے

وهي جي کا جلانا هے پکانا هے وهي دل کا — وہ اُسکي گرم بازاري جو آگے تھي سو اب بھي هے

نيازِ خادمانہ هے وهي فضلِ الهي سے — بتونکي نازبرداري جو آگے تھي سو اب بھي هے

فراقِ يار ميں جسطرح سے مرتا تھا مرتا هوں — وہ روح و تن کي بيزاري جو آگے تھي سو اب بھي هے

وهي سوداے کاکل کا هے عالم جو کہ سابق تھا — يہ شب بيمار پر بھاري جو آگے تھي سو اب بھي هے

جنونکي گرم جوشي هے وهي ديوانونسے اپنے — وهي داغونکي گل کاري جو آگے تھي سو اب بھي هے

وهي بازار گرمي هے محبت کي هنوز آتش
وہ يوسف کي خريداري جو آگے تھي سو اب بھي هے

اے صنم جسنے تجھے چاند سي صورت دي هے — اسي اللہ نے مجھکو بھي محبت دي هے

تيغ بے آب هے - نے بازوے قاتل کمزور — کچھہ گراں جاني هے کچھہ موت نے فرصت دي هے

اس قدر کس ليئے يہ جنگ و جدل اے گردوں — نہ نشاں مجھکو ديا هے نہ تو نوبت دي هے

سانپ کے کاٹے کي لهريں هيں شب و روز آتي — کاکلِ يار کي سودے نے اذيت دي هے

کوئي اکسير - غني دل نهيں رکھتے ايسي — خاکساري نهيں دي هے مجھے دولت دي هے

آہ کا اپنے فتيلہ نهيں کس رات جلا — عملِ حُب کي بهت همنے بھي دعوت دي هے

جسم کو زيرِ زميں بھي وهي پهونچاديگا — روح کو جسنے فلک سير کي طاقت دي هے

فرقتِ يار ميں رو رو کے بسر کرتا هوں — زندگاني مجھے کيا دي هے مصيبت دي هے

يادِ محبوب فراموش نہووے اے دل — حسن نيت نے مجھے عشق سي نعمت دي هے

گوش پيدا کيئے سننے کو ترا ذکرِ جمال — ديکھنے کو ترے - آنکھوں ميں بصارت دي هے

لطفِ دل بستگيِ عاشقِ شيدا کو نپوچھہ — دو جهاں سے اس اسيري نے فراغت دي هے

کمرِ يار کے مضمون کو باندھو آتش
زلفِ خوباں سے رسا تمکو طبيعت دي هے

عجب نعمت عطا کي هے خدا نے اهلِ غیرت کو
عجب یہ لوگ هیں غم کہا کے دل کو شاد کرتے هیں

کمر باندهي هے گلچینوں نے غارت پر گلستانکي
اجارہ بلبلوں کے خون کا صیاد کرتے هیں

پهنتے هي کفن میلا هوا جاتا هے اے آتش
سرائے گور ویراں هے آسے آباد کرتے هیں

کیا بادۂ گلگوں سے مسرور کیا دل کو
آباد رکہے داتا ساقي تري محفل کو

مشتاق جو هوتا هوں کعبہ کي زیارت کا
آنکہیں پہري جاتي هیں طوفِ حرمِ دل کو

توڑے دل عاشق کو وہ بت تو عجب کیا هے
کافر هے - سمجهتا هے کیا کعبہ کي منزل کو

نظارۂ صورت سے معنی کا خیال آیا
لیلي کے هوئے مجنوں هم دیکہکے محمل کو

آبِ دمِ تیغ آبِ انگور هے اے قاتل
مستونکي طرح پاتا هوں رقص میں بسمل کو

رخ سے جو نقاب اپنے وہ آئنہ رو اُلٹے
حیران هو بیخود هو سکتا سا هو محفل کو

سودائیونکي تیرے روح آئي هے قالب میں
اے زلف سیہ سنکر آوازِ سلاسل کو

بیوجہ نہیں اپنے اُڑنے کو یہ بہولا هے
رخ کا ترے تِل سمجها کافور نے فلفل کو

کشتہ نہو دل کیونکر الله نے بهیجا هے
شمشیر سے دو ابرو دیکر مرے قاتل کو

تاخیر نہ کر کوئے محبوب کے چلنے میں
کهوتي نہیں کرتے هیں فردوس کي منزل کو

بے طرح پهنسا هے تو اُس زلف کے پهندیمیں
الله کرے آسان اے دل تري مشکل کو

جو چاهے سو مانگ آتش درگاہِ الهي سے
محروم کبهي پهرتے دیکها نہیں سائل کو

موت مانگوں تو رهے آرزوئے خواب مجهے
ڈوبنے جاؤں تو دریا ملے پایاب مجهے

میري ایذا کے لیئے مردے میں جان آتي هے
کاٹنے دوڑتي هے ماهيِ بے آب مجهے

دهنِ گرگ سے جیتا جو بچوں صحرا میں
ذبح کرنے کے لیئے مول لے قصاب مجهے

هوں تصور میں صفائے بدن یار کے غرق
حلقۂ ناف هوا حلقۂ گرداب مجهے

مردمِ دیدۂ قرباني هوں میں دیوانہ
آئے دروازہ کهلے بن نہ کبهي خواب مجهے

اے فلک رهنے دے عریاں هي پس از مرگ بهي تو
سونپتا کیا هے کفن دزد کا اسباب مجهے

نہیں رکهتے هیں امیري کي هوس مردِ فقیر
شیر کي کهال هي هے قاقم و سنجاب مجهے

جوش سے اشکوں سے پهر جائیگا سر پر پاني
کهینچ لیجائیگا دریا میں یہ سیلاب مجهے

دیر و کعبہ میں اُن آنکهوں سے نہیں حلقۂ در
کوئي ابرو سے دکهاتا نہیں محراب مجهے

فرقتِ یار میں کرني هے قیامت برپا
روزِ محشر سے نہیں کم شب مہتاب مجهے

مرضِ عشق سے بچ جاؤں جو تم دلوادو
صدقہ اپنے لب جاں بخش کا عناب مجهے

چین لینے نہ دیا دردِ جدائي نے کبهي
کب میں سویا کہ جگایا نہیں بد خواب مجهے

مجھے زعفران سے زرد تر غمِ ہجرِ یار نے کردیا
نہیں ایسا کوئی زمانہ میں مرے حال پر جو ہنسا نہیں
مرے آگے اسکو فروغ ہو یہ مجال کیا ہے رقیب کی
یہ ہجوم جلوۂ یار ہے کہ چراغِ خانہ کو جا نہیں

چلیں گو کہ سیکڑوں آندھیاں جلیں گرچہ لاکھہ گہر ای فلک
بھڑک اونہی آتشِ طور پھر کوئی اس طرح کی دوا نہیں

خدا بخشے عدم یہ کہکے مجکو یاد کرتے ہیں
دعائے مغفرت میرے لیئے جلاد کرتے ہیں
بہار رنگ گلبرگِ خزانی یاد کرتے ہیں
جرس کی طرح سے واماندگاں فریاد کرتے ہیں
نوازش مجرمانِ عشق کی جلاد کرتے ہیں
خدا اجر اِن کو دے اسکا اسیر آزاد کرتے ہیں
بلائے جاں ہیں پتلے خاک کے بیداد کرتے ہیں
پری کو بند شیشے میں یہ آدمزاد کرتے ہیں
خدا محفوظ رکھے دل کو اُن زلفوں کے سودے سے
گرفتارِ بلا یہ سلسلے آزاد کرتے ہیں
قفس میں جسم کے مرغِ دل اپنا سر پٹکتا ہے
کسی پازیب کے دانے کہیں فریاد کرتے ہیں
مکیں ہر معنیِ روشن- مکاں ہر بیتِ موزوں ہے
غزل کہتے نہیں ہم چند گھر آباد کرتے ہیں
قدِ موزوں رخِ رنگیں دکھا قمری و بلبل پر
قیامت سرو گلہائے چمن بیداد کرتے ہیں
اکڑتا ہے بجا جو یہ سمجھکر سرو اکڑتا ہے
جسے بندہ سمجھتے ہیں اُسے آزاد کرتے ہیں
عجب کیا ہے جو بوسے لونمیں پیشانیِ مجنوں کے
توجہ کس قدر شاگرد پر اُستاد کرتے ہیں
خدا جانے یہ آرایش کریگی قتل کس کس کو
طلب ہوتا ہے شانہ آئنہ کو یاد کرتے ہیں
یہ شاعر ہیں الہی یا مصور پیشہ ہیں کوئی
نئے نقشے نرالی صورتیں ایجاد کرتے ہیں
شرابِ کہنہ سے آلودہ یوں ہوتے ہیں ہم میکش
عروسِ نو سے قربت جسطرح داماد کرتے ہیں
خیالِ خط وصالِ بوسۂ لب میں نہیں رہتا
عبارت بھول جاتی ہے جو مطلب یاد کرتے ہیں
بتوں کے عشق نے آخر دکھایا دل کو اُنکے بھی
برہمن پردۂ ناقوس میں فریاد کرتے ہیں
گنہگاروں کی گردن مارتے ہیں حکمِ شارع سے
خیال اپنے گناہونکا نہیں جلاد کرتے ہیں
نبردِ عشق میں اللہ حامی ہے غریبوں کا
پیادوں کی سوار غیب یاں امداد کرتے ہیں
قدم رہتا ہے جنکا ثابت اس سختیِ دورانمیں
بہادر ہیں وہی سر قلعۂ فولاد کرتے ہیں
قدِ موزوں دلبر کیونکر ان اندھونکو دکھلاؤں
ارادہ تاز سے بڑھہ چلنے کا شمشاد کرتے ہیں
کڑے پن کو ہماری خاکساری نے کیا زائل
وہ جوہر ہے یہ جس سے کشتۂ فولاد کرتے ہیں
زباں سے اپنی دیوانہ نکہہ اے ماہرو مجکو
وہی ہوتا ہے جو صاحب کمال ارشاد کرتے ہیں
وہ کافر ہے جو منکر ہے قدِ بالا کے کشتونکا
یہ کن کی خاک سے نشوونما شمشاد کرتے ہیں
کوئی ذرہ تو اسکا تا بدامن اُڑ کے پہونچیگا
یہ مشتِ خاک تیری راہ میں برباد کرتے ہیں

وہ بزم ہے یہ کہ لا خیر کا مقام نہیں
ہمارے گنجفے میں بازي غلام نہیں

حریفي اپني تنک مشربوں کا کام نہیں
خم فلک سے ہم اس میکدے کا جام نہیں

سیاہ قلب کا کوئے صنم میں کام نہیں
بہشت کافرِ بد کیش کا مقام نہیں

بتونکے گیسو و مژگانسے مجکو کام نہیں
شکار تیر نہیں میں اسیرِ دام نہیں

چمن سے بلبل و قمري کا عشق حیرت ہے
ثبات گل کو نہیں سرو کو قیام نہیں

مطیعِ عشق نہ جس حسنِ دلفریب کا ہو
وہ خواجہ ہے وہ نہ جسکا کوئي غلام نہیں

وفائے وعدہ کا کسکو یقین یار سے ہے
کلامِ بت ہے نچھہ اللہ کا کلام نہیں

رفیقِ حال بُرے وقت میں نہیں کوئي
شریک جنگ میں شمشیر کا نیام نہیں

دو روزہ حسن نہ کر رایگاں غرور سے یار
حلال مال ہے یہ دولتِ حرام نہیں

گدا و شاہ برابر ہے خاک کے نیچے
لحد میں ساتھہ یہ قصرِ بلند بام نہیں

ملایا خاک میں کس کس جوان رعنا کو
خدا کا قہر ہے اے بت ترا خرام نہیں

جفا و جور سے عالم وہ حسن کا نوحا
بنائے ظلم کو ہم ڈھاتے هیں بناتے نہیں

نظارۂ کمر یار کا نہو مشتاق
طلب محال کي غیرِ خیال خام نہیں

بتونکے قہر و غضب کا کسے ہے اندیشہ
خدا نہیں یہ پیمبر نہیں امام نہیں

بلند و پست سبکدوش کو برابر ہے
نسیمِ بے سروپا کا یہاں مقام نہیں

بلند ہو نہ زمیں سے مرا مزار آتش
نشانِ قبر سے منظور مجکو نام نہیں

مرے دلکو شوقِ فغاں نہیں مرے لب تک آتي دعا نہیں
وہ دهن هوں جسمیں زباں نہیں وہ جرس هوں جسمیں صدا نہیں
نہ تجھے دماغِ نگاہ ہے نہ کسي کو تابِ جمال ہے
اُنہیں کس طرح سے دکھاؤنمیں وہ جو کہتے هیں کہ خدا نہیں
کسے نیند آتي ہے اے صنم ترے طاق ابرو کي یاد میں
کبھي آشنائے تہِ بغل سرِ مرغِ قبلہ نما نہیں
عجب اسکا کیا نہ سماؤنمیں جو خیالِ دشمن و دوست میں
وہ مقام هوں کہ گذر نہیں وہ مکان هوں کہ پتا نہیں
یہ خلاف هوگیا آسماں یہ هوا زمانہ کي پھر گئي
کہیں گل کھلے بھي تو بو ندے کہیں حسن ہے تو وفا نہیں
مرضِ جدائي یار نے یہ بگاڑدي ہے هماري خو
کہ موافق اپنے مزاج کے نظر آتي کوئي دوا نہیں

کیا ہے اک جہاں دیوانہ اسکی جامہ زیبی نے
گریباں چاک ہوتے ہیں قبائے یار پر کیا کیا

قبائے تنگ پر رکھے کلاہِ کج جو دیکھا ہے
ہماری جان نکلی ہے ادائے یار پر کیا کیا

نہیں آئینکا میرے بعد شانے کا خیال آتش
پڑینگے پیچ گیسوئے رسائے یار پر کیا کیا

تارتارِ پیرہن میں بھر گئی ہے بوئے دوست
مثل تصویر نہالی میں ہوں یا پہلوئے دوست

چہرۂ رنگیں کوئی دیوانِ رنگیں ہے مگر
حسن مطلع ہیں مسیں مطلع ہے صاف ابروئے دوست

ہجر کی شب ہوچکی روزِ قیامت سے دراز
دوش سے نیچے نہیں اُترے ابھی گیسوئے دوست

دور کر دل کی کدورت محو ہو دیدار کا
آئنے کو سینہ صافی نے دکھایا روئے دوست

واہ رے شانے کی قسمت کسکو یہ معلوم تھا
پنجۂ شل سے کُھلینگے عقدہہائے موئے دوست

داغ دل پر خیر گذری تو غنیمت جانیئے
دشمنِ جاں ہیں جو آنکھیں دیکھتی ہیں سوئے دوست

دو مرینگے زخم کاری سے تو حسرت سے ہزار
چار تلواروں میں شل ہوجائیگا بازوئے دوست

فرشِ گل بستر تھا اپنا خاک پر سوتے ہیں اب
خشتِ زیرِ سر نہیں یا تکیہ تھا زانوئے دوست

یاد کرکے اپنی بربادی کو رو دیتے ہیں ہم
جب اڑاتی ہے ہوائے تند خاک کوئے دوست

اُس بلائے جاں سے آتش دیکھیے کیونکر بنے
دل سوا شیشے سے نازک دل سے نازک خوئے دوست

چمن میں رہنے دے کون آشیاں نہیں معلوم
نہال کسکو کرے باغباں نہیں معلوم

اخیر ہوگئے غفلت میں دن جوانی کے
بہارِ عمر ہوئی کب خزاں نہیں معلوم

یہ اشتیاقِ شہادت میں محو تھا دمِ قتل
لگے ہیں زخم بدن پر کہاں نہیں معلوم

کیا ہے کسنے طریقِ سلوک سے آگاہ
مرید کسکا ہے پیرِ مغاں نہیں معلوم

جہان و کارِ جہاں سے ہوں بیخبر میں مست
زمین کدھر ہے کہاں آسماں نہیں معلوم

سپرد کسکے مرے بعد ہو امانتِ عشق
اُٹھائے کون یہ بارِ گراں نہیں معلوم

خموش ایسا ہوا ہوں میں کم دماغی سے
دہن میں ہے کہ نہیں ہے زباں نہیں معلوم

کھلی ہے خانۂ صیاد میں ہماری آنکھ
قفس کو جانتے ہیں آشیاں نہیں معلوم

جو ہو تو شوق ہی ہو کوئے یار کا ہادی
کسیکو ورنہ سبیلِ جناں نہیں معلوم

نسیم صبح نے کیسا یہ اسکو بھڑکایا
ہنوز آتش گل کا دھواں نہیں معلوم

سنینگے واقعہ اسکا زبانِ سوسن سے
شہید کسکا ہے یہ ارغواں نہیں معلوم

کنارِ آب چلے دورِ جام یا لبِ کشت
شکار ہووے بطِ مے کہاں نہیں معلوم

چھٹینگے زیست کے پھندے سے اسدن اے آتش
جنازہ ہوگا کب اپنا رواں نہیں معلوم

نرمی ظاہر سمجھ لے سخت گیری کی دلیل — پنبہ بھی جوہرِ شمشیر ہے اسکے تیر کا
رتبۂ موسیٰ نمازِ پنجگانہ نے دیا — پانچ وقت اللہ سے موقع رہا تقریر کا
کیسی کیسی صورتوں کے اپنے دل میں داغ ہیں — اس مرقع میں بھی کیا کیا ورق ہے تصویر کا
کشتۂ تیرِ مژہ پر تیغِ ابرو بھی چلے — اے شکار انداز ہو چورنگ اس نخچیر کا
روک منہ پر وار قاتل کا سپر کی طرح سے — سود کے جھومکا زیور زخم ہے شمشیر کا
معرکے میں ہاتھ قاتل کی کمر میں ڈالیئے — کھینچیئے دامن سرِ میداں گریباں گیر کا

چاک ہوتا ہے کتاں میرے گریباں کی طرح
یہ بھی دیوانہ ہے آتش چاند سی تصویر کا

باغِ طلسم چہرۂ رنگیں ہے یار کا — رہتا ہے چار فصل میں موسم بہار کا
سودا ہوا ہے مرغِ جنوں کے شکار کا — پھندا بنا رہا ہوں گریباں کے تار کا
پیری میں داغِ عشق نہ کیونکر عزیز ہو — بے فصل کا ثمر ہے یہ گل نے بہار کا
وعدہ خلاف یار سے کہیو پیام بر — آنکھوں کو روگ دیکئے ہو انتظار کا
آتی ہے مجکو شہرِ خموشاں سے یہ صدا — تاریکیِ لحد ہے سواد اس دیار کا
بعدِ فنا ہے کوچۂ گیسو کی جستجو — سودا تو دیکھیو مرے مشتِ غبار کا
گیسو نے قربِ آئنۂ روئے یار سے — ڈانڈا ملادیا ہے حلب سے تتار کا
پیچھے نہ پانوں معرکۂ عشق سے ہٹے — تلوار کھا کے بوسہ لیا دستِ یار کا
باز آوینگے نہ مر کے بھی صورت کے عشق سے — آئینہ ہوگا سنگ ہمارے مزار کا
پیکر شراب موسم گل میں ہوا میں مست — حاصل کیا پیادہ نے رتبہ سوار کا
اس شمعرو کی بعد فنا بھی ہے جستجو — ہر روزہ اک چراغ ہے اپنے غبار کا

آتش نپوچھہ ہجر میں اک نونہال کے
سوزِ دروں سے حال ہے کہنہ چنار کا

گلوں نے کپڑے پھاڑے ہیں قبائے یار پر کیا کیا — حنا پس پس گئی ہے دست و پائے یار پر کیا کیا
کیئے ہیں شکر کے سجدے جفائے یار پر کیا کیا — رہا ہے دل مرا راضی رضائے یار پر کیا کیا
گلے کو کاٹ کر اپنے شہیدانِ محبت نے — لہو کے گھونٹ گھونٹے ہیں حنائے یار پر کیا کیا
خیال آیا ہے اس خوشرو کو جو صورت نمائی کا — ہوئے ہیں آئنے حیراں صفائے یار پر کیا کیا
کیا ہے ٹکڑے ٹکڑے آئنے کو پیشتر ہمنے — ہوا ہے رشک صورت آشنائے یار پر کیا کیا
سُجھا رکھا ہے احوالِ قیامت ہمنے آنکھوں کو — بندھیگی ٹکٹکی اپنی ادائے یار پر کیا کیا
رہا مجمع ہمیشہ عاشقانِ بے تحمل کا — اڑے مفلس در دولت سرائے یار پر کیا کیا
کیا ہے خوش خرامِ ناز کا عالم جو دکھلاکر — ملے ہیں ہمنے آنکھیں نقشِ پائے یار پر کیا کیا

آڑتا ہے شوقِ راحتِ منزل سے اسپِ عمر — مہمیز کہتے ہیں کے کسے تازیانہ کیا

زینہ صبا کا ڈھونڈھتي ہے اپني مشتِ خاک — بامِ بلند یار کا ہے آستانہ کیا

چارونطرف سے صورتِ جاناں ہو جلوہ گر — دل صاف ہو ترا تو ہے آئینہ خانہ کیا

صیاد اسیرِ دامِ رگِ گل ہے عندلیب — دکھلا رہا ہے چھپ کے اسے دام و دانہ کیا

طبل و علم ہے پاس نہ اپنے نہ ملک و مال — همسے خلاف ہوکے کریگا زمانہ کیا

آتي ہے کس طرح سے مري قبض روح کو — دیکھوں تو موت ڈھونڈھہ رهي ہے بہانہ کیا

هوتا ہے زرد سنکے جو نامرد مدعي — رستم کي داستاں ہے ہمارا فسانہ کیا

بے یار ساز وار نہ ہوویگا گوش کو — مطرب همیں سناتا ہے اپنا ترانہ کیا

صیادِ گلعذار دکھاتا ہے سیرِ باغ — بلبل قفس میں یاد کرے آشیانہ کیا

ترچھي نگہ سے طائرِ دل ہوچکا شکار — جب تیر کج پڑیگا آڑیگا نشانہ کیا

بیتاب ہے کمال ہمارا دلِ حزیں — مہماں سرائے جسم کا ہوگا روانہ کیا

یوں مدعي حسد سے ندے داد تو ندے

آتش غزل یہ تونے کہي عاشقانہ کیا

عالم منطق مصور ہو تري تصویر کا — منہ کتابي قطبي ہے - خط حاشیہ ہے میر کا

رتبہ پہونچا ہے خموشي سے یہ مجھہ دلگیر کا — جو کوئي دیکھے آئے شک ہو گلي تصویر کا

زندۂ جاوید ہیں قربانیانِ تیغِ عشق — سر کا کٹنا جانتے ہیں پھوٹنا نکسیر کا

مثلِ شانہ دسترس اُس زلف پر ہوئے اگر — دعوتِ افعي کروں بھر کر پیالہ شیر کا

جس سے لیلٰی سوکہا مجنوں کیطرح سے وہ درخت — عشق پیچے پر مجھے هوتا ہے شک زنجیر کا

هجر کے صدمے سے خوبي عشق کي ظاهر هوئي — زخم کي ایذا سے جوهر کھل گیا شمشیر کا

سرخ با وصفِ سیہ‌کاري ہے رنگِ رو مرا — سامنا هوتا ہے کسکے عفو سے تقصیر کا

خط لکھونگا یارِ سیم اندام کو میں اے قلم — روشنائي میں ہو دودہ روغنِ اکسیر کا

هر شبِ آدینہ آتا ہے وہ طفلِ شمع رو — اپنا تعویذِ لحد بھي نقش ہے تسخیر کا

نوش بے صرفہ کرے خونِ گنہگارانِ عشق — پھول سے رنگیں ہے پھلڑا یہ تري شمشیر کا

غش کرینگے کودکاں وحشت سے مجھہ دیوانہ کے — حلقِ بسمل ہے هر اک حلقہ مري زنجیر کا

خود بیاں رخ کي صباحت کا کرے شیریں دهن — قند کے کوزے سے جاري ہووے دریا شیر کا

روسیہ دشمن کا یوں پاپوش سے کیجے فگار — جیسے سلہٹ کي سپر پر زخم ہو شمشیر کا

دے سکا بوسہ نہ اک وہ برق وش خیراتِ حسن — مالدارِ بیکرم بھي ابر ہے تصویر کا

حالِ مستقبل نجومي اس سے کرتے ہیں بیان — زائچہ بھي نقل ہے پیشاني کي تحریر کا

چار ابرو میں تري حیراں ہیں سارے خوشنویس — کس قلم کا قطعہ ہے یہ کاتب تقدیر کا

نظمِ منتخب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آتش

خواجہ حیدر علي نام - آتش تخلص - ان کے والد خواجہ علي بخش دهلي کے رہنے والے تھے - آبائي پیشہ فقر و تصوف اور پیري مریدي تھا مگر طبیعت کے فطري رجحان نے شاعري سے آشنا اور ساري عمر اِسي شغل میں بسر کي - نواب مرزا محمد خاں متخلص بہ ترقي ان کے سر پرست تھے - اول فیض آباد میں رہے پھر ان کے همراہ لکھنو آئے - اسّي روپیہ ماهوار پادشاہ لکھنوٗ کي طرف سے وظیفہ ملتاتھا - اور یهي ایک معین رقم ذریعۂ معاش تھي - چونکہ طبیعت لا اُبالي اور دست کشادہ تھا اس لئے اکثر اختتام ماہ سے پہلے یہ رقم خرچ بھي هوجاتي تھي - کبھي کبھي ایک دو فاقے بھي گذر جاتے تھے - لیکن دل دولت استغنا سے مالا مال تھا - اِس لیئے دست سوال پھیلانے کي ذلت کبھي گوارا نہ کي *

جس دورے میں اُنھوں نے بار پایا وہ لکھنوٗ میں شاعري کے عروج کا زمانہ تھا - اور قدر دانوں اور فیاضوں کي کچھہ کمي نہ تھي - لیکن اُنھوں نے نہ کسي امیر کے هاں اُمید انعام سے غزل سرائي کي اور نہ کسي رئیس کي مدح میں قصیدہ لکھا - ان کا دیوان ایشیائي شاعري کے اُس بدترین حصۂ کلام سے پاک و صاف ھے اور یہ وہ وصف ھے جس میں ایشیا کے معدودے چند شاعر ھي اُن کي همسري کا دعوی کر سکتے ھیں *

شیخ امام بخش ناسخ اُن کے هم عصر تھے - ان سے مدة العمر چشمک رهي - مشاعروں میں اکثر مقابلے هوتے تھے اور طرفین کے شاگرد اپنے اپنے استادوں کے زیر علم رهتے تھے *

سنہ ۱۲۶۲ هجري مطابق سنہ ۱۸۴۶ع میں ایک دن بھلے چنگے بیٹھے تھے - یکایک موت کا ایسا جھونکا آیا کہ شعلے کي طرح بجھہ کر رہ گئے - ان کا دیوان صفائي خیالات اور سلاست بیاں کا ایسا عمدہ نمونہ ھے جس سے بهتر لکھنوٗ کے خاص شعرا میں مل نهیں سکتا *

غزلیات

سن تو سهي جہاں میں ھے تیرا فسانہ کیا	کهتي ھے تجھکو خلقِ خدا غائبانہ کیا
کیا کیا الجھتا ھے تري زلفوںکے تار سے	بخیہ طلب ھے سینۂ صد چاک شانہ کیا
زیر زمیں سے آتا ھے جو گل سو زر بکف	قاروں نے راستے میں لٹایا خزانہ کیا